إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

بس اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں

روپڑی علمائے حدیث



تالیف

محمد اسحاق بھٹی

www.KitaboSunnat.com

ناشر

محدث روپڑی اکیڈمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روپڑی علمائے حدیث

تالیف

مولانا محمد اسحاق بھٹی

www.KitaboSunnat.com

ناشر

محدث روپڑی اکیڈمی

جامع مسجد قدس اہل حدیث چوک دالگراں لاہور

MOb:0345-7656730;Ph:042-37656730

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

220.92
م ح م -ر

نام کتاب روپڑی علمائے حدیث

مؤلف --------------- محمد اسحاق بھٹی

طبع سوم --------------- مئی 2011ء

تعداد --------------- 1000

ڈیزائننگ --------------- حافظ عبدالظاہر عادب
0300-8001913

قیمت --------------- /-

المكتبة الرحمانية
۹۹۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
سلسلہ نمبر......... 51

محدث روپڑی اکیڈمی لاہور
رحمان گلی نمبر 5 چوک دالگراں لاہور

مکتبہ محمدیہ
نذافت سنٹر
الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
MOb:0300- 4826023,042-37114650

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرفے چند

متحدہ پنجاب کے جن اہل حدیث خاندانوں نے تدریس وتبلیغ اورمناظرات ومباحث میں شہرت پائی، ان میں روپڑی خاندان کے علمائے کرام کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ علمی اعتبار سے اس خاندان کے بانیٔ اول حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی ہیں، جو 1914ء میں علومِ دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور پھر اسی سال روپڑ شہر میں مسندِ تدریس آراستہ کی۔ ان کے علاوہ ان کے بھائیوں اور بھتیجوں نے بے پناہ خدمات سرانجام دیں اور ان کے شاگردانِ گرامی قدر بھی نہایت مستعدی سے سرگرم عمل رہے۔ تقسیم ملک سے قبل بھی ان کا یہ سلسلہ جاری تھا اور تقسیم ملک کے بعد بھی اللہ کے فضل سے یہ لوگ میدان کار میں موجود ہیں اور ان کی جہدِ مسلسل کے دوائیر سب کے سامنے ہیں۔ خوانندگانِ محترم اس کی تفصیل کتاب کے آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

جب میں نے بہ صورتِ کتاب روپڑی علمائے حدیث کے بارے میں لکھنے کا آغاز کیا تو خیال گزرا کہ یہ معاملہ بہت نازک ہے۔ یہ ہفت خواں آخر کیسے طے ہوگا اور تحریر کے اس طویل سفر سے میں کس طرح فارغ ہوسکوں گا۔ لیکن اللہ کا نام لے کر قلم پکڑا اور لکھنا شروع کر دیا، پھر جیسے جیسے قلم آگے بڑھتا گیا، معلومات ذہن میں آتے گئے، تا آں کہ چھوٹے بڑے انتیس ابواب پر مشتمل کتاب تکمیل کی منزل کو پہنچ گئی۔ الحمد للہ علی ذالك

کتاب میں ایک طویل مضمون حضرت حافظ مفتی ثناء اللہ مدنی کا ہے جو حافظ عبدالقادر روپڑی کے حالات پر محیط ہے۔ مضمون کا عنوان ہے: ''میرے عظیم محسن۔ حافظ عبدالقادر روپڑی''۔ یہ مضمون روپڑی خاندان سے متعلق بہت سی معلومات کا دلآویز مجموعہ ہے۔ نیز اس کتاب میں ''چار اہم مسائل'' کے عنوان سے حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی کا ایک مضمون بھی شامل ہے جو زیر بحث مسائل سے متعلق بہ درجہ غایت عالمانہ اور محققانہ مضمون ہے۔ یہ مضمون ماہنامہ ''محدث'' (لاہور) سے لیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت محدث روپڑی کے حالات سے پتا چلتا ہے کہ ان کا ہیولا اللہ تعالیٰ نے علم، عمل، تقویٰ اور غیرت دینی کے عناصر اربعہ سے تیار فرمایا تھا۔ ان کا قلم علم کی گہرائی میں اتر کر کاغذ پر حرکت کناں ہوتا ہے اور ان کی گفتگو سے تحقیق کے چشمے ابلتے دکھائی دیتے ہیں۔ محترم المقام حافظ مفتی ثناء اللہ مدنی کی تحریر میں استاذِ مکرم کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے، جو کتاب وسنت کے احکام سے ترکیب پذیر ہے۔ قرآن کے الفاظ میں ہم اسے ''صبغة اللہ'' سے تعبیر کریں گے اور ومن احسن من اللہ صبغة؟

حضرت حافظ صاحب روپڑی کے تلامذہ کرام کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے۔ ان میں سے کتنے ہی لوگوں نے ان سے روپڑ میں اخذ فیض کیا اور بے شمار حضرات نے امرتسر میں ان کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیے۔ پھر لاہور میں ان سے ان گنت لوگوں نے استفادہ کیا۔ حضرت حافظ صاحب کے علاوہ دیگر روپڑی اصحابِ حدیث سے بھی لا تعداد لوگ مستفید ہوئے، جن میں اربابِ قلم بھی ہیں اور درس وتدریس کے شائقین بھی۔ خود ان کے خاندان میں قلم وقرطاس سے رابطہ رکھنے والے متعدد حضرات موجود ہیں۔ میری یہ حرماں نصیبی ہے کہ مجھے حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی یا دوسرے کسی روپڑی عالم سے کچھ پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ خاص کرم ہے کہ اس دودمانِ عالی منزلت کے علمائے ذی قدر کے کوائف حیات ضبطِ تحریر میں لانے کی سعادت اس فقیرِ ناتواں کے حصے میں آئی۔ ع

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار

میں نے یہ بات تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کی ہے۔ اس میں فخر یا تعلّی کا ہرگز کوئی شائبہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے سے چاہے کام لے لیتا ہے۔ اس گناہ گار کو بھی اس نے توفیق بخشی اور ایک عظیم خاندان کے اصحابِ رشد وخیر کے واقعاتِ علم وعمل ترتیب پا گئے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

میں نے اس کتاب کا بہت بڑا حصہ 10۔ ستمبر 2011ء کو مکمل کر لیا تھا اور خیال یہ تھا کہ 20 ستمبر تک اس فرض سے سبک دوش ہو جاؤں گا۔ لیکن تمام معاملات کی باگ ڈور اللہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ میں ہے، انسان اس کے سامنے عاجز اور بے بس ہے۔ 11۔ستمبر کو میں سڑک کے ایک حادثے کی زد میں آ گیا اور دائیں بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ دوسرے دن یہ خبر لاہور کے روزناموں میں چھپی۔ پھر جماعت کے اخباروں میں شائع ہوئی۔

ایک پرائیویٹ ہسپتال میں علاج ہونے لگا۔ قلم پکڑنے اور لکھنے کی سکت باقی نہ رہی۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تقریباً ساڑھے چار مہینے کے بعد اب پچھلے ہفتے سے تھوڑا بہت لکھنے لگا ہوں۔

حادثے کی اطلاع میرے ہندوستانی اور عرب ممالک کے قارئین کو بھی پہنچ گئی۔ اس گناہ گار کے لیے ان سب حضرات نے دعائیں کیں۔ میں اسے اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں کہ بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی میں بھی دعائیں کی گئیں، جس کی اطلاع مجھے دوسرے تیسرے دن بذریعہ ٹیلی فون آ جاتی تھی۔ بعض دوست وہاں سے روزانہ خیریت دریافت کرتے تھے۔ اللہ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔ بہر حال پاکستان اور مختلف ملکوں کے بے شمار حضرات نے مجھے ٹیلی فون کیے اور خیریت پوچھی۔ کتنے ہی اصحاب علم میرے غریب خانے پر تشریف لائے۔ میرے ایک عالم دین دوست نے ایک مجلس میں مجھے کہا کہ تم اب جو تھوڑا بہت لکھنے لگے ہو، یہ ان پُر خلوص دعاؤں کا نتیجہ ہے جو لوگوں نے مسجدوں میں تمھارے لیے کیں۔ میرے اس دوست کی یہ بات بالکل صحیح ہے۔ میں دعا کی قبولیت کا قائل ہوں اور دوستوں نے جو دعائیں میرے لیے کیں، وہ اللہ نے قبول فرمائیں۔ میں ان سب حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں۔

الحمد للہ اب انگلیاں کچھ حرکت کرنے لگی ہیں اور مدت کے بعد قلم سے ان کی جان پہچان کے آثار پیدا ہونا شروع ہوئے ہیں۔ جہاں کام رکا تھا، وہاں سے آگے چلایا اور اللہ کا شکر ہے کہ کتاب مکمل ہو گئی۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ عرض کیا ہے، اب بھی عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنے کسی قلمی کام کو کبھی حرفِ آخر قرار نہیں دیا۔ لکھتے وقت میں نے بہت مرتبہ ٹھوکریں کھائی ہوں گی۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب میں بھی ممکن ہے کہیں نہ کہیں لغزش فہم ہوئی ہو۔ معلومات کی فراہمی اور تحقیق کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوا۔ نہ کبھی اسلوب نگارش پر کسی طرف سے کوئی قدغن عائد کی گئی ہے۔ میں اپنی محدود معلومات کی روشنی میں جو کچھ لکھ سکتا تھا، میں نے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کردیا۔ یہ اس خاندان کے بارے میں معلومات کا نقشِ اوّل ہے۔ امید رکھنی چاہیے کہ کوئی اہل علم اس کا نقشِ ثانی تیار فرمائیں گے جو اس سے زیادہ بہتر اور پُراز معلومات ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی

بندۂ عاجز

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی، ساندہ، لاہور

26۔جنوری 2012ء

2۔ربیع الاوّل 1433ھ

ٹیلی فون: 042-37143677

❋✠❋✠❋

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

خاندانی پس منظر

حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے آباواجداد دراصل ضلع گوجراں والا کے موضع ایمن آباد کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے ایک بزرگ کا نام کبیر اور ایک کا کمیر تھا۔ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ پنجاب کے حکمران راجا رنجیت سنگھ کے زمانے میں یہ دونوں بھائی اپنے خاندان سمیت ایمن آباد سے ضلع امرتسر کی تحصیل اجنالا میں آئے اور وہاں ''کمیر پور'' کے نام سے ایک گاؤں آباد کیا۔ اس گاؤں میں یہ ایک ہی خاندان اور ایک ہی برادری کے لوگ سکونت پذیر ہوئے۔ کمیر پور میں یہ بزرگ پانچ سو ایکڑ زمین کے مالک تھے۔ زمین خاندان کے افراد میں تقسیم در تقسیم کے مراحل سے گزری تو پتا چلا کہ اپنے حصے کی زمین کی آمدنی سے گزارا کرنا مشکل ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض افراد کسبِ معاش کے لیے گاؤں کی سکونت ترک کر کے دوسرے مقامات میں چلے گئے۔

میاں روشن دین

حضرت حافظ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام میاں روشن دین تھا، لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میاں روشن دین کے والد کا کیا نام تھا؟ میاں روشن دو بھائی تھے۔ دوسرے بھائی کے نام کا پتا نہیں چلتا البتہ حافظ عبدالوہاب روپڑی کی روایت کے مطابق ان کے بیٹے عبدالعزیز تھے جو حضرت محدث روپڑی کے چچازاد اور حافظ عبداللہ کمیر پوری حال حاجی آباد (فیصل آباد) کے نانا تھے۔ خاندان کے تمام افراد صالحیت کی نعمت سے بہرہ ور تھے۔ بالخصوص میاں روشن دین بڑے متقی بزرگ تھے۔ ان کا زیادہ تر وقت علمائے دین کی مجلسوں میں گزرتا تھا۔ ان سے نیکی کی باتیں سننا اور دینی مسائل سے آگاہ ہونے کی کوشش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا ان کا اصل مشغلہ تھا۔ علماء کی صحبت سے ان کے دل میں حصولِ علم کا جذبہ ابھرا اور اس میں اس درجہ شدت پیدا ہوئی کہ بجز زرعی زمین کے گھر کا تمام سامان بیچ ڈالا اور بیوی کو طلاق دے دی۔ اس جھمیلے سے آزاد ہو کر لکھوکے کا عزم کیا اور حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت حافظ محمد لکھوی کو صورتِ حال کا علم ہوا تو انھوں نے فرمایا ''واپس گھر جاؤ، پہلے بیوی سے رجوع کرو، پھر علم حاصل کرو۔'' چنانچہ حافظ صاحب کی ہدایت کے مطابق میاں روشن دین واپس کمیر پور آئے۔ بیوی سے رجوع کیا اور دوبارہ لکھوکے گئے اور تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ یہ 1301ھ (1884ء) کا واقعہ ہے۔

پنجاب میں اہل حدیث کا پہلا مدرسہ

موضع لکھوکے ضلع فیروز پور میں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، جسے طویل مدت سے علماء و صلحا کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ 1720ء کے لگ بھگ وہاں حافظ احمد نے سلسلۂ تدریس شروع کیا۔ پھر ان کے پوتے حافظ محمد نے 1840ء کے قریب اس کا نام مدرسہ محمدیہ رکھا اور اس نے بڑی شہرت پائی۔ متحدہ پنجاب میں یہ اہل حدیث کا پہلا مدرسہ تھا۔ یہی وہ مدرسہ ہے جو ''جامعہ محمدیہ'' کے نام سے موسوم ہوا، اور اگست 1947ء کے بعد سے اوکاڑہ میں جاری ہے۔ اس مدرسے میں ہزاروں طلبا و علما نے تحصیل علم کی۔

جس زمانے میں میاں روشن دین تحصیل علم کے لیے لکھوکے گئے، اس زمانے میں وہاں کی مسند درس پر تین حضرات متمکن تھے، اور وہ تھے حضرت حافظ محمد لکھوی، ان کے فرزندِ گرامی حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی اور حضرت مولانا عبدالقادر لکھوی۔ یہ تینوں حضرات اپنے وقت کے صالح ترین بزرگ، مشہور علمائے دین اور ممتاز ترین مدرس تھے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ میاں روشن دین نے ان میں سے کس بزرگ سے کون سی کتابیں پڑھیں، کتنا عرصہ وہاں رہے اور ان کے علاوہ اس وقت کون کون حضرات وہاں تعلیم حاصل کرتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعات بتاتے ہیں کہ میاں روشن دین تحصیل علم کے متمنی تو بے شک تھے اور اس کے لیے انھوں نے کوشش بھی کی لیکن زیادہ تعلیم حاصل نہیں کر سکے، اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کی آمدنی کے ذرائع بہت محدود تھے۔ کمیر پور میں ان کی اتنی زمین نہ تھی کہ اسے ٹھیکے پر دے کر یا خود کاشت کر کے تعلیم بھی حاصل کی جائے اور گھر کے اخراجات بھی پورے کیے جاسکیں۔

میاں روشن دین مختلف مقامات میں

اس معاشی مجبوری کی بنا پر وہ اہل وعیال سمیت گھر سے نکلے اور (موجودہ جغرافیائی لحاظ سے) ضلع قصور کے ایک قصبے چھانگا مانگا آگئے۔ ایک سال وہاں ان کا قیام رہا۔ ان کے بڑے بیٹے کا نام رکن الدین تھا۔ ان کو حصولِ علم کے لیے موضع ججہ کلاں میں مولوی عبدالرحمن کے پاس چھوڑا اور خود چھانگا مانگا کے قریب ایک گاؤں ڈوبہ میں مزدوری کرنے لگے۔ وہاں ایک عالم دین مولوی عبداللہ تھے جو اس نواح کے مشہور عالم تھے۔ ان سے میاں روشن دین کے تین بیٹوں (رحیم بخش، ہمارے ممدوح حافظ عبداللہ روپڑی اور عبدالواحد) نے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ حافظ عبداللہ نے ناظرہ قرآن کے علاوہ ان سے سورہ بقرہ حفظ بھی کی۔ بہ الفاظ دیگر ان کے حفظِ قرآن کا آغاز اسی گاؤں کے مولوی عبداللہ سے ہوا۔

موضع ڈوبہ میں میاں روشن دین کا قیام تین سال رہا۔ پھر وہ موضع ''کانی'' چلے گئے، وہاں ایک سال مقیم رہے۔ اس کے بعد ایک اور گاؤں ''ماجرا'' آئے۔ لیکن ان تمام مقامات میں آمدنی کی کوئی خاطر خواہ صورت پیدا نہ ہوئی تو یہ مردِ تقویٰ شعار واپس اپنے گاؤں کمیر پور چلے گئے۔

میاں روشن دین کی وفات

1920ء میں حضرت حافظ عبداللہ صاحب روپڑ میں قیام فرما تھے کہ میاں روشن دین کمیر پور میں بیمار ہوگئے۔ حافظ صاحب نے والد کی تیمارداری کے لیے کمیر پور جانے کا ارادہ کیا تو انھوں نے پیغام بھجوایا کہ طلبا کی تعلیم کا حرج ہوگا، اس لیے آپ یہاں نہ آئیں، میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود آپ کے پاس روپڑ پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ وہ روپڑ چلے گئے، لیکن وہاں بیماری بڑھ گئی۔ علاج معالجے کا سلسلہ جاری رہا، مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر 27۔ ذی الحجہ 1342ھ (20۔جولائی 1924ء) کو وہ روپڑ میں انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

یہ ہے حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندانی مختصر سا پس منظر۔ اس پس منظر سے کبیر اور کمیر سے پہلے کے کسی بزرگ کا پتا نہیں چلتا، یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ دونوں بھائی علم سے شناسائی رکھتے تھے یا نہیں۔ یہ بھی وضاحت نہیں ہوتی کہ خود میاں روشن دین کی حدودِ علم کیا تھیں۔ البتہ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نیک اور صالح خاندان تھا۔ میاں روشن دین کی دعا بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی اور ان کی تمنا برآئی کہ ان کی اولاد نے علم حاصل کیا اور آگے چل کر ان حضرات نے اللہ کے دین کی بے حد خدمت کی اور کر رہے ہیں۔ اللہ ہی انھیں اس کی جزا دینے والا ہے۔

گزشتہ سطور سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اس خاندان کی علمی حیثیت کی ابتدا میاں روشن دین کی تگ و دو سے ہوئی۔ انھوں نے محنت مزدوری کر کے اپنے بچوں کو حصولِ علم کی راہ پر لگایا اور پھر آگے چل کر اس خاندان کے مختلف افراد نے علمی دنیا میں بڑی شہرت پائی، لیکن اس شہرتِ علمی کا اصل باعث میاں روشن دین کے فرزندِ گرامی حضرت حافظ عبداللہ روپڑی ہوئے۔

{☆☆☆}

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

میاں روشن دین کی اولاد

میاں روشن دین کی اولاد سات بیٹے تھے اور ایک بیٹی۔ علی الترتیب ان کے نام یہ تھے: رکن الدین، رحیم بخش، حافظ عبداللہ، عبدالواحد، عبدالقادر، فاطمہ، حافظ محمد حسین اور حافظ عبدالرحمن۔

میاں روشن دین کا جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، ہمیشہ علما سے تعلق رہا اور وہ اپنی اولاد کو دینی علوم سے آراستہ کرنا چاہتے تھے، چنانچہ وہ اس میں بہت حد تک کامیاب رہے۔ ان کے سب سے بڑے بیٹے رکن الدین تھے جو کیر پور میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم کا آغاز موضع ججہ کلاں میں ایک بزرگ مولوی عبدالرحمن کے حلقۂ درس میں ہوا۔ مولوی عبدالرحمن سے انھوں نے ناظرہ قرآن مجید بھی پڑھا اور اردو اور فارسی کی ابتدائی کتابیں بھی انہی سے پڑھیں۔ افسوس ہے مولوی عبدالرحمن کے حالات کا علم نہیں ہوسکا۔ مولوی عبدالرحمن سے استفادے کے بعد وہ لکھو کے چلے گئے۔ وہاں انھوں نے صرف ونحو اور علمِ حدیث کی بعض کتابیں پڑھیں۔ اس وقت وہاں تدریس کا فریضہ مولانا عبدالقادر لکھوی سرانجام دیتے تھے، رکن الدین نے انہی کے حضور زانوئے شاگردی تہ کیے۔

لکھو کے سے مولوی رکن الدین سہارن پور گئے اور وہاں ان کا قیام ایک سال رہا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ سہارن پور انھوں نے کس مدرسے میں داخلہ لیا اور کس استاذ سے کیا کچھ پڑھا۔ اس وقت وہاں مولانا احمد علی سہارن پوری (محشی صحیح بخاری) کا مدرسہ مظاہر علوم میں سلسلۂ تدریس جاری تھا، ممکن ہے انھوں نے وہاں اسی مدرسے میں مولانا ممدوح اور دیگر اساتذہ سے استفادہ کیا ہو۔

سہارن پور سے وہ میرٹھ گئے اور پھر دہلی تشریف لے گئے۔ درسِ نظامی کے علاوہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے علم طب بھی پڑھا۔ لیکن کس استاذ سے کیا کچھ پڑھا، اس کی تفصیل کا پتا نہیں چل سکا۔ افسوس ہے، اس باب میں ہمارے بعض علمائے کرام کی تاریخ ادھوری ہے۔ بہر حال وہ سند فراغ لے کر امرتسر آئے اور سوچ رہے تھے کہ کہیں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا جائے یا طبابت کا۔ اسی اثنا میں وہ تپ دق (یا سل) کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ ایک سال بیمار رہنے کے بعد اپنے آبائی وطن کمیر پور میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان سے چھوٹے میاں رحیم بخش تھے۔ وہ 1301ھ (1884ء) میں کمیر پور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے موضع ڈوبہ کے مولوی عبداللہ مرحوم سے قرآن مجید پڑھا۔ کمیر پور میں کاشت کاری بھی کرتے تھے اور تھوڑی بہت تجارت بھی کرتے تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ سب سے بڑے حافظ محمد، ان سے چھوٹے مشہور مقرر وخطیب حافظ محمد اسماعیل روپڑی، ان سے چھوٹے معروف مناظر اور نامور خطیب مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی اور سب سے چھوٹے حافظ محمود احمد۔ یہ چاروں بھائی یکے بعد دیگرے وفات پا گئے ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (ان کا تذکرہ اپنے اصل مقام پر آگے آئے گا۔)

میاں رحیم بخش 5۔ صفر 1353ھ (20۔ مئی 1924ء) کو کمیر پور میں فوت ہوئے۔

میاں رحیم بخش سے چھوٹے حضرت حافظ عبداللہ روپڑی تھے۔ ان کے حالات آئندہ صفحات میں تفصیل سے خوانندگانِ محترم کے مطالعہ میں آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

چوتھے بیٹے میاں عبدالواحد تھے۔ ان کی ولادت کمیر پور میں ہوئی۔ تقسیم ملک سے قبل کمیر پور میں کھیتی باڑی کرتے تھے۔ تقسیم کے بعد پاکستان آئے اور کمیر پور کی زرعی زمین کے بدلے میں انھیں موضع بھوئے آصل (ضلع قصور) میں زمین ملی اور وہیں سکونت اختیار کی۔ عابد وزاہد اور خاموش طبع بزرگ تھے۔ حافظ عبدالغفار روپڑی اور حافظ عبدالوہاب روپڑی کے دادا تھے۔ بھوئے آصل میں ان کا انتقال ہوا۔

پانچویں بیٹے عبدالقادر تھے۔ یہ بھی اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔

چھٹے فرزند حافظ محمد حسین روپڑی تھے۔ ان کی پیدائش موضع ڈوبہ میں اس زمانے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی جب میاں روشن دین وہاں اقامت گزیں تھے۔ انھوں نے حفظِ قرآن سے لے کر فراغت تک اکثر علوم اپنے برادرِ کبیر حضرت حافظ عبداللہ روپڑی سے پڑھے۔ حضرت حافظ صاحب روپڑی نے بچوں کی طرح ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کی۔ 1947ء میں تقسیم ملک کے وقت وہ نواں کوٹ (امرتسر) میں مقیم تھے۔ تقسیم کے بعد پہلے موضع بھوئے آصل (ضلع قصور) میں آباد ہوئے اور وہیں زمین الاٹ کرائی۔ پھر لاہور آ گئے اور ماڈل ٹاؤن میں رہائش اختیار کی۔ 28۔ ربیع الاول 1379ھ (2۔ اکتوبر 1959ء) کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور گارڈن ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

حافظ محمد حسین روپڑی کی نرینہ اولاد چار بیٹے تھے۔ سب سے بڑے حافظ عبداللہ حسین تھے، وہ کراچی میں کاروبار کرتے تھے اور ان کا شمار کراچی کے بڑے تاجروں میں ہوتا تھا۔ انھوں نے وہیں 4۔ اپریل 2011ء کو وفات پائی۔ دوسرے حافظ عبدالرحمن مدنی ہیں، جن کا ماڈل ٹاؤن میں ''جامعہ لاہور الاسلامیہ'' کے نام سے دارالعلوم جاری ہے۔ اس دارالعلوم کی بڑی شہرت ہے۔ اس میں بے شمار حضرات نے تعلیم حاصل کی اور اللہ کے فضل سے کر رہے ہیں۔ ان کی سرپرستی میں ماہنامہ ''محدث'' اور ماہنامہ ''رشد'' دو مجلّے جاری ہیں، جو خالص تحقیقی مجلّے ہیں۔

حضرت حافظ محمد حسین روپڑی کے تیسرے بیٹے حافظ عبدالوحید ہیں۔ ان کا لاہور میں ماشاء اللہ بہت بڑا کاروبار ہے اور وہ جماعت اہل حدیث کے سرپرست ہیں۔ جماعت اور افرادِ جماعت کی خدمت کرنا ان کا معمول ہے۔

چوتھے حافظ عبدالماجد ہیں۔ وہ بھی کراچی میں تجارت کرتے ہیں۔

(حافظ محمد حسین روپڑی مرحوم کے حالات آئندہ صفحات میں تفصیل سے بیان کیے جائیں گے۔)

میاں روشن دین کے ساتویں بیٹے حافظ عبدالرحمن تھے جو اس وقت پیدا ہوئے جب میاں صاحب ممدوح موضع ماجرا میں مقیم تھے۔ قیام پاکستان سے پہلے حافظ عبدالرحمن اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آبائی مسکن کمیر پور میں سکونت گزیں تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ماڈل ٹاؤن (لاہور) میں رہائش اختیار کی۔ (ان کے حالات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمایے)

میاں روشن دین کی بیٹی، فاطمہ حافظ محمد حسین صاحب مرحوم سے بڑی تھی۔ وہ چھ برس کی عمر میں کمیر پور کے قریب نالے میں ڈوب کر فوت ہوگئی تھی۔

اس خاندان کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے چھوٹے بڑے تقریبا تمام افراد حافظ قرآن ہیں، ذکور بھی اور اناث بھی۔!

گزشتہ صفحات میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کا خاندانی پس منظر بھی معرضِ بیان میں آ گیا، ان کے والد میاں درشن دین کے ضروری کوائفِ حیات بھی (جو میسر آئے) لکھ دیے گئے اور میاں صاحب ممدوح کی اولاد کے اسمائے کرام سے بھی خوانندگانِ محترم کو مطلع کر دیا گیا۔ اب آئندہ سطور میں حضرت حافظ صاحب روپڑی کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

حافظ عبداللہ کی ولادت اور تحصیل علم کے مختلف مراحل

حافظ عبداللہ 1304ھ (1887ء) کو کمیر پور (تحصیل اجنالا ضلع امرتسر) میں پیدا ہوئے۔ جب یہ گھرانا چھانگا مانگا گیا، اس وقت حافظ صاحب تقریباً اڑھائی برس کے بچے تھے۔ حصول علم کا آغاز موضع ڈوبہ (ضلع قصور) میں مولوی عبداللہ سے کیا، جو اس علاقے کے مشہور عالم تھے۔ ان سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا اور سورہ بقرہ حفظ کی۔ ان کی ابتدائی دور کی تحصیل علم کے تمام پہلو تو کہیں مذکور نہیں، تاہم غالب گمان یہ ہے کہ انھوں نے اردو اور فارسی کی بعض ابتدائی کتابیں بھی مولوی عبداللہ سے پڑھی ہوں گی۔ اس ''غالب گمان'' کی وجہ یہ ہے کہ لکھوی علمائے کرام اسی طالب علم کو اپنے مدرسے میں داخل کرتے تھے، جو اردو اور فارسی سے تھوڑا بہت آشنا ہوتا تھا۔

اس سے قبل حافظ صاحب کے بڑے بھائی رکن الدین لکھوکے میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، وہی اپنے اس چھوٹے بھائی (عبداللہ) کو وہاں لے کر گئے تھے۔ لکھوکے میں حافظ صاحب ممدوح نے حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کے والدِ عالی قدر مولانا عبدالقادر لکھوی مرحوم سے صرف ونحو کی بعض کتابیں پڑھیں۔ لیکن کون سی کتابیں پڑھیں؟ اس کا پتا نہیں چل سکا۔

اس سے کچھ عرصہ بعد مولوی رکن الدین لکھوکے سے فارغ ہوئے تو مزید تعلیم کے لیے سہارن پور چلے گئے، حافظ عبداللہ کو بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے، وہاں ایک سال ان کا قیام رہا۔ اس کے بعد وہ میرٹھ کو روانہ ہوئے اور وہاں کے مدرسہ نعمانیہ میں داخلہ لیا، اب بھی حافظ صاحب ان کے ساتھ تھے۔ ایک سال کا عرصہ وہاں گزارا۔ مدرسہ نعمانیہ میں حافظ صاحب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے صرف میر اور پنج گنج وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ لیکن کس استاذ سے پڑھیں؟ اس کا علم نہیں ہوسکا۔

مزید تعلیم کے لیے مولوی رکن الدین میرٹھ سے دہلی چلے گئے تو حافظ عبداللہ اپنے وطن کمیر پور آگئے۔ اب میاں روشن دین نے بھی کمیر پور میں مستقل طور سے سکونت اختیار کرلی تھی اور اپنے بیٹے حافظ عبداللہ کو امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں داخل کرادیا تھا۔

دو مشہور مدرسے

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ حافظ عبداللہ روپڑی کے زمانۂ طالب علمی میں پنجاب میں اہل حدیث کے دو مشہور مدرسے تھے۔ ایک ضلع فیروز پور کے موضع لکھوکے میں (جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہوا) دوسرا امرتسر میں مدرسہ غزنویہ سلفیہ۔ اس وقت ان مدارس کی شہرت حدودِ پنجاب سے نکل کر ہندوستان کے دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی تھی اور تشنگانِ علوم دینیہ کثیر تعداد میں ان مدارس کا رخ کرتے تھے۔ جس عالم کو ان مدارس کے اساتذہ سے اخذِ علم کا موقع نہیں ملتا تھا، اسے علم دین میں پختہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ عام طور پر پنجاب کے لوگ اصحابِ علم سے پوچھتے تھے کہ انھوں نے کہاں تعلیم حاصل کی؟ اگر کوئی ان دو مدرسوں میں سے کسی مدرسے کا نام لیتا تو اسے واقعتا عالم قرار دیا جاتا، لیکن اگر ان کا نام نہ لیتا، کسی اور مدرسے کا فارغ التحصیل اور سند یافتہ ہوتا تو اسے خاص اہمیت نہ دی جاتی...... خوش قسمتی سے حافظ عبداللہ روپڑی کو ان دونوں مدرسوں کے اساتذہ سے حصولِ فیض کے مواقع میسر آئے تھے۔ ابتدا میں کچھ عرصہ لکھوکے میں تحصیل علم کی اور بعد میں مدرسہ غزنویہ امرتسر کے اساتذہ سے استفادہ کیا۔

متعدد غزنوی علماء نے بھی لکھوکے جاکر لکھوی اساتذہ کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیے، جن میں مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا عبدالاول غزنوی شامل ہیں، اور بعض جلیل القدر لکھوی اہل علم بھی مدرسہ غزنویہ میں غزنوی اصحابِ علم سے مستفید ہوئے، جن میں مولانا محمد علی لکھوی اور استاذِ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کے اسمائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرامی لائقِ تذکرہ ہیں۔

حافظ صاحب مدرسہ غزنویہ میں

مدرسہ غزنویہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت حافظ عبداللہ روپڑی نے وہاں قرآن مجید حفظ کیا اور مولانا معصوم علی سے شرح جامی تک علم نحو کی اور قطبی تک علم منطق کی کتابیں پڑھیں...... مولانا معصوم علی علاقہ ہزارہ کے رہنے والے تھے اور حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ بہت اچھے مدرس اور صالح فطرت بزرگ تھے۔

اس وقت ایک عالم دین مولانا محی الدین تھے جو مدرسہ غزنویہ میں خدمت تدریس سرانجام دینے پر مامور تھے۔ حافظ عبداللہ روپڑی نے ان سے مراح الارواح، زنجانی، فصول اکبری وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ علم فقہ کی درسی کتابوں کی تکمیل بھی انہی سے کی۔ اصولِ فقہ سے متعلق کتابیں ایک اور استاذ مولانا عبدالصمد سے پڑھیں۔

تفسیر کے موضوع کی جو کتابیں اس وقت مدارس میں پڑھائی جاتی تھیں، حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں مکمل کیں۔ حدیث کی بھی اکثر کتابیں امام صاحب سے پڑھیں۔ بعض کتبِ حدیث کے لیے حضرت مولانا عبدالاول غزنوی کے حضور زانوئے شاگردی تہ کیے۔ البتہ سندِ فراغ حضرت امام عبدالجبار غزنوی سے حاصل کی...... یہ 1910ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت حافظ صاحب کی عمر بائیس تیئیس برس کی تھی۔

امرتسر میں اس وقت ایک مدرسہ نعمانیہ تھا، جس کی تدریسی حلقوں میں بڑی شہرت تھی، حافظ صاحب نے اس مدرسے کے بعض اساتذہ سے علم فلسفہ کی چند نصابی کتابیں پڑھیں۔ میبذی بھی اسی مدرسے کے ایک فاضل مدرس سے پڑھی۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ مدرسہ نعمانیہ کے کن اساتذہ سے فلسفے کی کون کون سی کتابوں کی تکمیل کی۔ نہ یہ پتا چل سکا کہ میبذی کس استاذ سے پڑھی۔

امام صاحب کی خواہش اور حافظ صاحب کی معذرت

گزشتہ سطور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حفظِ قرآن سے لے کر مروّجہ نصاب کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(چند کتابوں کے سوا) تمام کتابیں حافظ صاحب نے مدرسہ غزنویہ سلفیہ امرتسر کے رفیع القدر اساتذہ سے پڑھیں اور سندِ فراغت بھی انھیں اسی مدرسے سے حاصل ہوئی۔

حافظ صاحب نے درسی کتابیں محنت سے پڑھی تھیں اور وہ ذہین اور لائق طالب علم تھے۔ نیز وہ نہایت متدین اور صاحبِ تقویٰ نوجوان تھے، اس لیے حضرت امام عبدالجبار غزنوی نے یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ وہ مدرسہ غزنویہ ہی میں خدمت تدریس سرانجام دیں، لیکن حافظ صاحب مزید حصولِ علم کے متمنی تھے، اس لیے انھوں نے بے حد احترام کے ساتھ امام صاحب سے معذرت کی اور ان سے اجازت لے کر عازمِ دہلی ہو گئے۔

حافظ غازی پوری اور اسحاق منطقی کے حلقۂ درس میں

امرتسر کے مدرسہ غزنویہ سے فارغ ہو کر حافظ عبداللہ روپڑی مزید تعلیم کے لیے دہلی گئے اور حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری اور مولانا محمد اسحاق منطقی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ حضرت حافظ غازی پوری کو حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی سے تلمذ کا شرف حاصل تھا اور وہ استاذ الاساتذہ تھے۔ جہاں وہ قرآن وحدیث میں بہرۂ وافر رکھتے تھے، وہاں انھیں منطق و فلسفہ میں بھی یدِطولیٰ حاصل تھا۔ یہی حال مولانا محمد اسحاق منطقی دہلوی کا تھا۔ حافظ عبداللہ روپڑی ان اساتذۂ فن کی خدمت میں آئے اور ان سے کسبِ علم میں مشغول ہوئے۔ مولانا محمد اسحاق منطقی سے اقلیدس اور بعض غیر درسی کتابیں پڑھیں۔ اقلیدس کے چھ مقالے بھی حفظ کیے۔

حضرت امام صاحب کی وفات

حافظ صاحب دہلی میں دلجمعی سے تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی کی وفات کی اطلاع پہنچی۔ یہ المیہ 25۔ رمضان المبارک 1331ھ (27۔اگست 1913ء) کو پیش آیا تھا۔ حافظ صاحب دس بارہ سال کی عمر میں ان کی خدمت میں گئے تھے اور طویل عرصے تک ان سے ظاہری وباطنی علوم حاصل کرتے رہے تھے۔ علوم دینیہ کی سند بھی انہی سے لی تھی، اس لیے ان کی وفات سے انھیں شدید صدمہ پہنچا اور وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزنوی خاندان سے اظہارِ تعزیت اور والد سے ملاقات کے لیے امرتسر آئے۔ حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری اور مولانا محمد اسحاق منطقی سے جو کتابیں وہ پڑھ رہے تھے، چوں کہ وہ ابھی ختم نہیں ہوئی تھیں اس لیے چند روز امرتسر رہ کر دوبارہ دہلی چلے گئے۔

رام پور کو روانگی

دہلی جا کر انھیں معلوم ہوا کہ فنون کی جو کتابیں وہ اس وقت اساتذہ سے پڑھ رہے ہیں، ان کے جلد ختم ہونے کا امکان نہیں، اس لیے انھوں نے رام پور جانے کا فیصلہ کیا۔ رام پور صوبہ یو پی میں ایک مسلمان ریاست تھی اور وہاں بہت بڑا سرکاری مدرسہ تھا، جس میں بہت سے طلبا مشہور اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس مدرسے کا نام ''مدرسہ عالیہ'' تھا۔ حافظ صاحب وہاں پہنچے تو مدرسے کے مہتمم نے ان کو یہ کہہ کر داخل کرنے سے انکار کر دیا کہ طلبا کی تعداد پوری ہو چکی ہے، اب کسی طالب علم کے داخلے کی گنجائش نہیں رہی۔

رام پور ان کے وطن امرتسر سے کئی سو میل دور تھا اور وہاں داخلہ نہ ملنے سے انھیں بڑی ذہنی کوفت ہوئی۔ وہ پریشانی کی حالت میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں استاذ کسی کام سے باہر گئے۔ وہاں عربی میں لکھا ہوا ایک مسودہ پڑا تھا۔ حافظ صاحب کی اس پر نظر پڑی تو دیکھا کہ اس میں گرائمر کی چند غلطیاں ہیں۔ حافظ صاحب نے اپنے قلم سے ان غلطیوں کی نشان دہی کر دی۔

استاد واپس آئے تو انھوں نے نشان زدہ مقامات دیکھ کر فرمایا:

مسودے میں یہ نشان کس نے لگائے ہیں؟

حافظ صاحب نے جواب دیا:

ان غلطیوں کی نشان دہی اس عاجز نے کی ہے...... ساتھ ہی ان غلطیوں کی وجہ بھی بتا دی۔

استاد اس سے نہایت متاثر ہوئے اور فرمایا:

''میں آپ کو اس مدرسے کا استاد بھی مقرر کرتا ہوں اور طالب علم کی حیثیت سے بھی آپ کو داخلہ دیتا ہوں۔ جو کتابیں آپ پڑھ چکے ہیں، وہ بحیثیت استاد طلبا کو پڑھائیں اور جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں پڑھی ہیں اور پڑھنا چاہتے ہیں، وہ طالب علم اور شاگرد کے طور پر پڑھیں۔"

رام پور کے مدرسہ عالیہ میں حافظ صاحب کا قیام ایک سال رہا۔ اس اثنا میں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا سرکاری امتحان بھی پاس کیا اور درس نظامیہ کی سند بھی لی۔

اس وقت مدرسہ عالیہ میں مولانا فضل حق رام پوری اور مولانا محمد امین پشاوری فرائضِ تدریس سرانجام دیتے تھے، اور یہ دونوں عالم منطق وفلسفہ اور علم کلام میں ہندوستان کے تدریسی حلقوں میں بے حد شہرت رکھتے تھے۔ حافظ صاحب کو ان دونوں سے اکتسابِ علم کی سعادت حاصل ہوئی۔

1914ء میں حافظ صاحب نے مدرسہ عالیہ سے فراغت پائی اور وہاں کی سند کے مستحق قرار دیے گئے...... بے شک حافظ صاحب ممدوح قرآن وحدیث میں بھی کامل عبور رکھتے تھے اور منطق وفلسفہ پر بھی ان کی حکمرانی تھی۔

☆O☆O☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا باب

روپڑ میں قیام

حضرت حافظ صاحب 1914ء میں دینیات کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو روپڑ کی جماعت اہل حدیث نے ان کی خدمات حاصل کرلیں۔ روپڑ اس وقت ضلع انبالہ کی ایک تحصیل تھا۔ تقسیم ملک کے کچھ عرصہ بعد اسے ضلع بنادیا گیا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ روپڑ کی جماعت اہل حدیث کے بعض لوگوں سے حافظ صاحب کے زمانۂ طالب علمی سے کچھ مراسم قائم تھے، اسی لیے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد انھوں نے ان سے رابطہ پیدا کیا اور وہ انھیں روپڑ لے گئے۔ اس ضمن میں ان کے لائق شاگرد مولانا ابوالسلام محمد صدیق مرحوم کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”روپڑ کی جماعت اہل حدیث کی دعوت پر روپڑ آئے۔ انھوں نے وہاں اقامت کے لیے مجبور کیا، مگر انھوں نے فرمایا کہ میں ابھی گھر نہیں پہنچا۔ والد صاحب سے مشورہ کر کے اظہار رائے کرسکوں گا۔“ ❶

اس سے آگے مولانا محمد صدیق مرحوم حضرت حافظ صاحب کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

> ”جب میں گھر آیا تو جماعت اہل حدیث روپڑ کا ایک وفد والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، جس کی قیادت خلیفہ فضل الٰہی مرحوم کر رہے تھے۔ وفد نے والد کو بے حد مجبور کیا۔ آخر کار انھوں نے اجازت دے

❶ فتاویٰ اہل حدیث۔ صفحہ 26۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی اور آپ روپڑ تشریف لے آئے۔ 1938ء تک وہیں قیام رہا۔ ❶

مولانا محمد صدیق مزید لکھتے ہیں:

''اس وقت قصبہ روپڑ کے جنوبی جانب محلہ عالی میں ایک پرانی شاہی جامع مسجد عالی کے نام سے مشہور تھی۔ اس میں حضرت حافظ صاحب نے درس وتدریس اور تبلیغ دین کا سلسلہ جاری کیا۔ اس کی تمام علاقے میں شہرت پھیل گئی اور تحصیل علم کے لیے مختلف مقامات سے طلبا حاضر خدمت ہونے لگے۔''

مدرسہ دارالحدیث کا اجرا

ابتدا میں درس وتدریس کا سلسلہ جامع مسجد میں شروع کیا گیا تھا۔ پھر اس کے لیے علیحدہ جگہ کا انتظام کیا گیا اور ''مدرسہ دارالحدیث'' کے نام سے اس کا باقاعدہ افتتاح نمازِ عصر کے بعد صحیح بخاری کے درس سے ہوا۔ پہلی مرتبہ تین طلبا درسِ بخاری میں شریک ہوئے، وہ تھے شیخ محمد عمر بن ناصر نجدی المعروف عرب صاحب، مولوی محمد بن عبدالعظیم پسروری اور مولوی دین محمد سنانوی...... مولوی نور محمد سکنہ ڈگری نے نسائی شریف شروع کی۔ اس کے بعد بے شمار طلبا آئے اور حصولِ علم میں مشغول ہوئے۔

روپڑ میں جب حضرت حافظ صاحب نے سلسلۂ تدریس کا آغاز کیا، اس وقت اس میں چار طالب علم شامل تھے، تین نے صحیح بخاری شروع کی اور ایک نے نسائی شریف۔ ہمیں نسائی شریف پڑھنے والے طالب علم کے متعلق تو معلوم ہے کہ وہ حافظ عبداللہ بہاول پوری کے والد محترم نور محمد تھے، جو علاقہ روپڑ کے ایک گاؤں موضع ڈگری کے رہنے والے تھے، لیکن صحیح بخاری پڑھنے والوں کے بارے میں کچھ پتا نہیں کہ وہ کون بزرگ تھے اور کتنا عرصہ حضرت حافظ صاحب سے استفادہ کرتے رہے اور صحیح بخاری کے علاوہ انھوں نے کون کون سی کتابیں ان سے پڑھیں۔

❶ فتاویٰ اہل حدیث۔ صفحہ 26۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تو ایک صدی قبل کی بات ہے۔ جماعت اہل حدیث کے مدارس میں اب بھی تقریباً یہی صورت حال ہے۔ طلبا واساتذہ سے متعلق کوئی ایسا ریکارڈ ہمارے مدارس میں موجود نہیں، جس سے تاریخی اعتبار سے کوئی خاص فائدہ اٹھایا جاسکے۔ حافظ صاحب کے قیام روپڑ کے بالکل ابتدائی دور کے جن چار طالب علموں کا پتا چل سکا ہے، یہ بھی مولانا محمد صدیق صاحب مرحوم کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد 1938ء تک حافظ صاحب وہاں قیام فرما رہے اور بے شمار علما وطلبا نے ان سے اکتساب علم کیا۔ لیکن اس کی تفصیل کا علم نہیں ہوسکا۔ ہمارے مدارس کے ارباب اہتمام کو تدریسی اور تبلیغی خدمات کا ریکارڈ رکھنا چاہیے۔ اس عدم توجہی سے ان کی تدریسی تاریخ کے اہم پہلو ضائع ہوگئے ہیں اور اگر صورت حال یہی رہی تو اور پہلو بھی ضائع ہوجائیں گے اور کسی کو کچھ پتا نہیں چل سکے گا کہ کس نے کیا خدمات سرانجام دیں اور کب دیں اور کہاں دیں۔

دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے تدریس کی پیش کش

1921ء میں دہلی کے دو اصحابِ ثروت بھائیوں (شیخ عبدالرحمن اور شیخ عطاء الرحمن) نے دارالحدیث رحمانیہ کے نام سے دہلی میں ایک دارالعلوم قائم کیا۔ اس کی عمارت بھی بڑی وسیع اور خوب صورت تھی، اساتذہ بھی علم وقابلیت کے اعتبار سے پورے ہندوستان میں منفرد حیثیت کے حامل تھے۔ اس دارالحدیث کے بانی نہایت مخلص اور صالح بزرگ تھے۔ وہ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے مرتبہ علمی سے آگاہ تھے۔ انھوں نے حضرت مرحوم سے درخواست کی کہ وہ روپڑ سے دہلی تشریف لائیں اور دارالحدیث رحمانیہ کی مسندِ شیخ الحدیث کو رونق بخشیں، لیکن حضرت حافظ صاحب نے معذرت کر دی اور روپڑ کی سکونت ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ روپڑ کی جماعت بھی کسی صورت میں انھیں چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھی۔

اس کے بعد ان سے دارالحدیث رحمانیہ کے طلبا کے سالانہ امتحان لینے کی درخواست کی گئی تو انھوں نے منظور فرمالی۔ وہ باقاعدہ ہر سال امتحان کے لیے وہاں تشریف لے جاتے رہے۔ ان کے دونوں بھتیجے حافظ اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی بھی ان کے ہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکاب ہوتے تھے۔ 1947ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ 1947ء کے ہنگاموں میں دارالحدیث رحمانیہ ختم ہو گیا۔

حافظ صاحب کا امرتسر میں قیام

امرتسر کے ایک عالم دین حضرت مولانا احمد اللہ تھے، جو وہاں کے صاحب ثروت بزرگ تھے اور انھیں رئیس امرتسر کہا جاتا تھا۔ وہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے استاذ تھے۔ انھوں نے اور ان کے خاندان کے لوگوں نے اپنی گرہ سے رقم خرچ کر کے امرتسر میں تین مسجدیں تعمیر کرائی تھیں، اور وہ تھیں مسجد مبارک، مسجد قدس اور مسجد باغ والی۔ ان مسجدوں سے ملحق مکانات بھی تھے اور دکانیں بھی تھیں، جن کی اچھی خاصی ماہانہ آمدنی تھی۔ 1914ء میں جب حافظ صاحب تعلیم مکمل کر کے وطن واپس آئے تو مولانا احمد اللہ صاحب نے ان سے فرمایا کہ ان تین مسجدوں میں سے جو مسجد ان کا جی چاہے سنبھال لیں اور اس کی ملحقہ جائیداد کا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لے لیں، لیکن حافظ صاحب چوں کہ روپڑ کی جماعت سے وہاں جانے کا وعدہ کر چکے تھے، اس لیے امرتسر میں قیام پر آمادہ نہ ہوئے۔ پھر 1938ء میں حالات بدلے۔ اس وقت روپڑ میں ان کے قیام پر چوبیس برس کی طویل مدت بیت چکی تھی، انھوں نے وہاں کے مدرسے اور مسجد کا انتظام اپنے بھتیجوں (حافظ اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی) کے سپرد کیا اور خود امرتسر تشریف لے گئے۔ مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم کی پرانی خواہش کے مطابق انھوں نے امرتسر کی مسجد مبارک میں ڈیرے ڈال لیے۔ اس مسجد میں مدرسہ بھی قائم کیا اور وعظ و خطابت کا سلسلہ بھی شروع فرمایا۔ 1938ء سے 1947ء (تقسیم ملک) تک نو سال وہ اس مسجد میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

تقسیم ملک سے قبل کے مقاماتِ تدریس

تقسیم ملک سے قبل حضرت حافظ صاحب روپڑی نے دو مقامات پر خدمت تدریس سرانجام دی۔ 1914ء سے 1938ء تک چوبیس سال روپڑ میں ان کی مسندِ درس بچھی رہی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اثنا میں ان سے جن حضرات نے کسبِ علم کیا، ان کی صحیح تعداد کا تو علم نہیں ہو سکا لیکن خیال یہ ہے کہ یہ تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہوگی۔ حضرت کے برادرِ صغیر مولانا حافظ محمد حسین روپڑی بھی ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ انھوں نے ابتدائی درسی کتابوں سے لے کر انتہائی کتابوں تک حضرت حافظ صاحب سے پڑھیں۔ حضرت کے دونوں بھتیجوں حافظ اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی نے بھی انھی سے تحصیل علم کی۔ ان تینوں بزرگانِ دین کے حالات آئندہ صفحات میں بیان ہوں گے۔

مولانا ابوالسلام محمد صدیق نے بھی قیام روپڑ کے زمانے میں ان سے کسبِ فیض کیا۔ ان کا تذکرہ بھی آئندہ صفحات میں آئے گا۔

1938ء سے لے کر 1947ء تک نو سال حضرت حافظ صاحب مرحوم امرتسر کی مسجد مبارک میں طلبائے علم کو پڑھاتے رہے۔ نو سال کی اس مدت میں ان سے کن حضرات نے تحصیل علم کی، اس کی تفصیل سے ہم آگاہ نہیں۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کن خوش بخت لوگوں نے ان سے کیا کچھ پڑھا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ؕ

ان کا دائرۂ تدریس بہت وسیع تھا۔ امرتسر کو اس زمانے میں علم وعلما کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی اور وہاں متعدد دینی مدارس قائم تھے، جن میں بے شمار طالبانِ علم تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اہل حدیث مدارس میں مدرسہ غزنویہ خاص طور سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ اس مدرسے میں علمائے غزادنہ میں سے حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا عبدالاوّل غزنوی جیسے بلند منزلت حضرات فرائض تدریس سرانجام دیتے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا نیک محمد صاحب جو واقعتاً اسم بامسمّٰی تھے، اس مدرسے کے عظیم معلم کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کا وجود طلبا کے لیے بے حد کشش کا باعث تھا۔ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کی یہ بہت بڑی خوش نصیبی تھی کہ انھوں نے امرتسر میں تعلیم بھی حاصل کی اور اس بلدۂ علما میں انھیں تدریس کے مواقع بھی میسر آئے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں ان سے جن لوگوں نے تحصیل علم کی، ان کی تفصیل کا پتا نہیں چلتا تو یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے۔ بے شمار علماء کے شاگردوں کے نام پردۂ خفا میں ہیں، اسی طرح حافظ عبداللہ روپڑی کے تمام شاگردوں کے نام بھی ہمارے علم میں نہیں آسکے۔

{OOO}

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچواں باب

تقسیمِ ملک سے قبل تین مراکزِ تدریس وتبلیغ

1947ء یعنی تقسیم ملک کے زمانے میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے خاندان کے لوگ تین مقامات میں سکونت پذیر تھے۔ روپڑ میں، کمیر پور میں اور امرتسر میں۔ ان تینوں مقامات میں ان کے تبلیغی مراکز قائم تھے، مسجدیں تھیں، دینی تعلیم کے مدرسے تھے اور کتب خانے تھے۔ تقسیم ملک کے نتیجے میں فسادات کا جو بے پناہ ریلا آیا، وہ ان تمام مراکز کو بہا کر لے گیا۔ مسجدیں ویران ہوگئیں، مدرسے ختم ہوگئے، کتب خانے نذرِ آتش کر دیے گئے اور گھر بار لوٹ لیے گئے۔ اسی پر بس نہیں کی گئی، حافظ صاحب کی اولاد میں سے کتنے ہی افراد کو فسادیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ نہایت اذیت ناک مناظر تھے جو حافظ صاحب اور ان کے خاندان کو دیکھنا پڑے اور انتہائی الم انگیز مراحل تھے، جن سے ان بزرگانِ ذی مرتبت کو گزرنا پڑا۔

گرتے پڑتے اور بے شمار ٹھوکریں کھاتے ہوئے پاکستان پہنچے تو (غالباً) پہلے ضلع قصور کے ایک گاؤں بھوئے آصل آئے۔ وہاں کچھ دن بسر کیے۔ پھر ضلع فیصل آباد کی تحصیل جڑاں والا کے ایک ریلوے اسٹیشن روڈالا روڈ میں اقامت گزیں ہوئے۔ چند روز وہاں رہے۔ روڈالا روڈ کے قریب ایک گاؤں میں دو بھائی حاجی محمد شفیع اور حاجی محمد شریف رہتے تھے جو کھرل برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا شمار حضرت حافظ صاحب کے پرانے معتقدین میں ہوتا تھا۔ ان کے کہنے سے حضرت حافظ صاحب نے وہاں ریلوے اسٹیشن کے قریب مسجد اہل حدیث کو مرکزِ تبلیغ بنانے پر غور کیا، لیکن یہ ماحول انھیں راس نہیں آیا۔ پھر کچھ عرصہ جڑاں والا شہر میں مقیم رہے۔ وہاں ایک صاحب کی کوٹھی میں سکونت اختیار کی، لیکن وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ بھی انھیں بچی نہیں۔

بعدازاں لاہور کے علاقہ ماڈل ٹاؤن آ گئے اور وہاں رہنے لگے۔ بیٹوں نے موچی دروازے کے باہر سرکلر روڈ پر البلاغ پریس کے نام سے کاروبار شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے مالی مشکلات رفع فرما دیں، لیکن تقسیم ملک کے زمانے میں اولاد کے سلسلے میں ذہن ودماغ پر جو چوٹ لگی تھی، اس کی کسک عمر بھر محسوس ہوتی رہی۔

برانڈرتھ روڈ پر چوک دال گراں میں ایک وسیع قطعہ زمین حاصل کیا گیا، جس میں مسجد تعمیر کی، جس کا نام مسجد قدس رکھا اور اس میں مدرسہ جاری کیا اور اس مدرسے میں طلبا کو تعلیم دینے کے لیے ملک کے مشہور اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ خود حضرت حافظ صاحب روپڑی بھی تشنگانِ علوم کو مستفید فرماتے رہے۔ یہ مدرسہ اللہ کے فضل سے جامعہ اہل حدیث کے نام سے قائم ہے اور بہت اچھے طریقے سے اس میں سلسلۂ درس جاری ہے۔

حضرت حافظ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اوقات میں مندرجہ ذیل تین مقامات میں مسندِ درس آراستہ کی۔

☆ 1914ء سے 1938ء تک روپڑ میں۔

☆ 1938ء سے 1947ء تک امرتسر میں۔

☆ تقریباً 1950ء سے 1964ء تک مسجد قدس لاہور میں۔

اس طرح کم وبیش پچاس برس انھوں نے قرآن وحدیث اور دیگر علوم دینیہ کی تدریس کی۔ اس اثنا میں ان سے ہزاروں علما وطلبا نے استفادہ کیا، لیکن افسوس ہے، سب طالبانِ علم کے اسمائے گرامی محفوظ نہیں رہے۔ ان میں سے بہت سے حضرات وفات پا گئے ہیں، بے شمار بزرگ استاذ الاساتذہ کا مقام حاصل کر چکے ہیں اور ان کے شاگردوں کے شاگرد بھی مختلف مدارس میں خدمتِ تدریس سرانجام دے رہے ہیں۔

درس وتدریس کے علاوہ حضرت حافظ صاحب کے مواعظ کا سلسلہ بھی ہمیشہ جاری رہا اور ان کے مواعظ سے لاتعداد لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آیا اور وہ دین اسلام کی صراطِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستقیم پر گامزن ہوئے۔

ان کے جن تلامذہ کرام کا پتا چل سکا ہے، ان میں سے چند حضرات کے نام پہلے بتائے جا چکے ہیں، اب چند مزید اصحابِ علم کے اسمائے گرامی ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، شیخ عبداللہ الابیض عرب جامعہ ازہر مصر، مولانا عبدالرحمن بن مولانا محمد محشی سنن نسائی، مولانا احمد بانی مدرسہ دارالحدیث مدینہ منورہ، مولانا عبدالعلیم ٹونکی، مولانا ابوبکر بنگالی، مولانا محمد یوسف کلکتوی، مولانا عبدالقیوم بردوائی، مولانا عبدالرحمن افریقی مہتمم دارالحدیث مدینہ منورہ، مولانا محمد، حافظ محمد حسین امرتسری، مولانا سید محمد چونیاں (ضلع قصور) مولانا قادر بخش بازید پوری، مولانا شہاب الدین کوٹلوی، مولانا محمد اشرف سندھو، مولانا عبدالقادر عارف حصاری، مولانا محمد یوسف شیخ الحدیث دارالحدیث راجووال، حافظ مفتی ثناء اللہ خاں مدنی، حافظ عبدالرحمن مدنی، مولانا عبدالسلام کیلانی، مولانا حبیب الرحمن شاہ، حافظ مقبول احمد، حافظ عبدالوحید حیدر روپڑی۔ ان حضرات کے علاوہ سید بدیع الدین شاہ راشدی نے بھی حضرت حافظ صاحب سے سند فضیلت لی۔

یہ اسمائے گرامی حضرت حافظ صاحب کے تلمیذِ رشید مولانا ابوالسلام محمد صدیق نے فتاویٰ اہل حدیث میں درج کیے ہیں۔ (دیکھیے صفحہ 28، 29)

حضرت حافظ صاحب روپڑی بہت سے روح پرور اوصاف کا مجموعہ تھے۔ وہ صاحب تقویٰ بزرگ تھے، جلیل القدر عالمِ دین تھے، نہایت محقق مصنف تھے، اونچے مرتبے کے مفتی تھے، ممتاز ترین معلم تھے۔ ان کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔

ان کے شاگردوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا۔ جسے ان کے تلمذ کی سعادت حاصل ہوئی، وہ کسی نہ کسی صورت میں کتاب وسنت کا خادم ثابت ہوا۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں ہوگا۔

نہایت عالی بد بخت ہیں وہ استاذ جنھیں لائق اور صالح فطرت شاگرد ملے اور وہ اللہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین کی خدمت کر کے استاذ کی محنت اور کوشش کی شہرت کا باعث قرار پائے۔ اسی قسم کے شاگرد استاذ کے لیے صدقہ جاریہ ثابت ہوتے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ استاذ اور شاگرد سب کو بہترین جزاؤں سے نوازے اور اپنی بارگاہ میں انھیں بلند درجات عطا فرمائے۔

......☆☆☆......

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا باب

تصانیف

حضرت حافظ عبداللہ روپڑی جہاں بہت بڑے عالم اور بہت بڑے مدرس تھے، وہاں بہت بڑے مصنف بھی تھے۔ ان کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد اسّی (80) کے قریب بیان کی جاتی ہے، جن میں ان کے فتاوے کے مجموعے بھی شامل ہیں جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں، لیکن ان کے فتاوے کو اس باب میں شامل نہیں کیا گیا، ان کا علیحدہ باب میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان کی جن تصانیف کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے، ان میں بعض تصانیف اب موجود نہیں اور ان کا کہیں سے حاصل کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ قیامِ پاکستان سے قبل ان کی مطبوعہ تصانیف اور مسودات کا ذخیرہ روپڑ میں بھی تھا، کمیر پور میں بھی تھا اور امرتسر میں بھی۔ یہ تمام ذخیرہ اگست 1947ء میں ضائع ہوگیا۔ اس کے علاوہ ان تینوں مقامات میں ان کا بہت بڑا کتب خانہ بھی تھا جو تفسیر، حدیث، شروح حدیث، علوم فقہ، لغات اور تاریخ وغیرہ تمام علوم کی بے شمار کتابوں پر مشتمل تھا۔ یہ کتب خانہ بھی تقسیم ملک کے زمانے میں غیر مسلموں نے نذرِ آتش کر دیا۔

بہرحال حضرت حافظ صاحب ممدوح کی جن تصانیف کا پتا چل سکا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ آلۂ جہیر الصوت وغیرہ کی شرعی حیثیت

تقسیم ملک سے کئی سال پہلے جب لاؤڈ سپیکر ایجاد ہوا تو علمائے کرام کے حلقے میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اسے نماز، اذان اور خطبۂ جمعہ وعیدین کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اسے ''آلہ جہیر الصوت'' بھی کہا جاتا تھا اور ''آلہ مکبر الصوت'' بھی۔ یہ اس زمانے میں سائنس کی ایک اہم ترین ایجاد تھی۔ مشہور علمائے احناف نماز، اذان اور خطبۂ جمعہ وغیرہ کے لیے اس کے استعمال کو صحیح نہیں قرار دیتے تھے، لیکن حضرت حافظ عبداللہ روپڑی نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اخبار ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' میں اس کے استعمال کے حق میں فتویٰ دیا اور مضامین لکھے۔ انھوں نے اس موضوع پر ''آلۂ جہیر الصوت'' کے نام سے ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا جو 16+30+20 سائز کے چالیس صفحات پر محیط ہے۔ اس پر حضرت ممدوح کے بھتیجے حافظ عبدالقادر روپڑی نے ''ضروری تمہید'' کے عنوان سے مقدمہ لکھا۔

2۔ ارسال الیدین بعد الرکوع (رکوع کے بعد ہاتھ لٹکانا)

یہ کتاب (16+36+23) سائز کے 48 صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس میں اس مسئلے پر بحث کی گئی ہے کہ نماز میں رکوع کے بعد ہاتھ لٹکانے چاہئیں یا اسی طرح باندھ لیے جائیں جس طرح رکوع سے پہلے باندھے جاتے ہیں۔ زیادہ تر نمازی ہاتھ لٹکاتے ہیں، لیکن بعض حضرات باندھ لیتے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب روپڑی نے اس مسئلے پر اس کتاب میں تفصیل سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ہاتھ لٹکائے جائیں، باندھے نہ جائیں۔

3۔ ارشاد الوریٰ فی التجمیع فی القریٰ

اس کتاب کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کے متعلق لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب اب دست یاب نہیں ہے۔ اس کا ذکر حضرت حافظ صاحب کے تلمیذِ گرامی مولانا محمد صدیق مرحوم نے کیا ہے۔

4۔ اطفاء الشمعہ

یہ کتاب بھی دیہات میں فرضیتِ جمعہ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے۔ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں حنفیہ کے ان تمام مسائل کا جواب دیا گیا ہے جو اہل حدیث سے اختلاف سے متعلق ہیں۔ بالخصوص مولانا احمد علی سہارن پوری، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمود حسن اور مولانا ظہیر الحسن نیموی نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس کا محققانہ انداز میں کتاب و سنت کی روشنی میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ کتاب 1926ء میں تصنیف کی گئی تھی، لیکن اب دست یاب نہیں ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اپنے موضوع کی یہ نہایت اہم کتاب ہوگی اور علمائے احناف کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موضوع سے متعلق حافظ صاحب نے جو جواب دیے وہ بڑے تحقیقی ہوں گے۔

5۔ امامتِ مشرک

اس میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا ہے کہ کوئی کلمہ گو اگر شرکیہ امور سرانجام دیتا ہے تو اس کی امامت میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ حضرت حافظ صاحب نے اس مسئلے پر تفصیل سے بحث کی ہے اور فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو نہ امام مقرر کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی اقتدا میں نماز پڑھنی چاہیے۔

6۔ انسانی زندگی کا مقصد

یہ (16+30+20 سائز کے) 32 صفحات کا رسالہ ہے، جس میں انسان کو اپنی پیدائش کا مقصد سمجھنے کی دعوت دی گئی ہے اور انسانی زندگی کو مندرجہ ذیل تین شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1۔ انسان کی انفرادی زندگی۔

2۔ گھریلو زندگی۔

3۔ سیاسی زندگی۔

علاوہ ازیں کتاب میں عبادت کی تفصیل معرضِ بیان میں لائی گئی ہے۔

7۔ اہل حدیث کی تعریف

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ 1926ء میں چھپی۔ حصۂ اول 150 صفحات پر محیط ہے اور حصۂ دوم 240 صفحات پر۔ فیصل آباد کے ایک اہل علم جناب محمد طاہر ضیا نے حضرت حافظ عبداللہ روپڑی پر ایم اے کا مقالہ لکھا تھا جو انھوں نے 1999ء میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ علوم اسلامیہ میں جمع کرایا۔ مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ اس کتاب سے حسب ذیل باتوں کا آسانی سے فیصلہ ہو جاتا ہے

☆...... اہل حدیث اور اہل سنت میں کیا نسبت ہے؟

☆...... تقلید جائز ہے یا نہیں؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......مقلدینِ مذاہب اربعہ اہل حدیث ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

☆......ائمہ اربعہ اہل حدیث تھے یا نہیں؟

☆......ٹھیٹھ اسلام کیا ہے؟

☆......کیا اہل حدیث کوئی نیا فرقہ ہے؟

☆......انھیں اہل حدیث کیوں کہا جاتا ہے؟

☆......اصل اسلام پر کون لوگ عامل ہیں؟

اپنے موضوع کی یہ ایک اہم کتاب ہے۔ اس میں حضرت حافظ صاحب نے مولانا ارشاد حسین رام پوری کی کتاب ''انتصار الحق'' کے بعض مندرجات کا جواب بھی دیا ہے۔ نیز مولانا اشرف علی تھانوی کے رسالے ''الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد'' پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اس کا محققانہ جائزہ لیا ہے۔

8۔ اہل حدیث کے امتیازی مسائل

یہ کتاب 104 صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی دفعہ 1925ء میں شائع ہوئی تھی اور دوسری مرتبہ 1973ء میں شائع کی گئی۔ اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے حضرت حافظ صاحب لکھتے ہیں:

''مولوی اشرف علی تھانوی نے مسئلۂ تقلید میں ایک رسالہ لکھا ہے، جس کا نام ہے ''الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد''۔ اس رسالے میں سات مقصد بیان کیے گئے ہیں، جن میں طول طویل بحث کر کے مسئلۂ تقلید ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور آخر میں ایک خاتمہ ہے جس میں چند اختلافی مسائل کا ذکر کر کے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حنفی مذہب کے کل مسائل بالکل قرآن و حدیث کے موافق ہیں۔ چوں کہ مولوی اشرف علی صاحب نے اس رسالے میں بہت افراط وتفریط سے کام لیا ہے، اس لیے میں نے چاہا کہ اصل بات کو ظاہر کر دوں، سو الحمدللہ میں اس میں کامیاب ہوا۔'' [1]

[1] اہل حدیث کے امتیازی مسائل صفحہ 5۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1973ء کی اشاعت کا پیش لفظ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا تحریر فرمودہ ہے۔ وہ اس کی تالیف کے مقصد کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> ''رسالہ اہل حدیث کے امتیازی مسائل کی وجہ تالیف حضرت مصنف نے اپنے دیباچے میں بیان فرمادی ہے کہ اس میں نماز سے متعلقہ ان پندرہ مسائل پر دلائل صحیحہ کی روشنی میں بحث کی گئی ہے، جن کے بارے میں ان کے ایک معاصر پیر طریقت حنفی فقیہ نے اپنے رسالہ الاقتصاد میں جماعت اہل حدیث کو یکے از فتنِ عظیمہ کا ملزم گردانتے اور فقہِ حنفی کی بھرپور نمائندگی کرتے ہوئے اہل حدیث کے طرز فکر وعمل کی تغلیط کی سعی فرمائی ہے..... اور اس طرح خود ہی ان مسائل کو اہل حدیث کی نسبت سے ''امتیازی مسائل'' کی سند بخش دی گئی ہے.....تو ضرورت محسوس کی گئی کہ مسئلۂ تقلید پر اجمالی تبصرے کے بعد موصوف کے پیش نظر ان امتیازی مسائل کی تحقیق کر کے تصویر کے دوسرے رخ کی بھی وضاحت کر دی جائے تاکہ صحیح وغلط کے امتیاز میں انصاف پسندوں کو آسانی ہو سکے۔''

بلاشبہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ایک محققانہ تصنیف ہے۔ اس کے مطالعہ سے بہت سی باتوں کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

9۔ اہل سنت کی تعریف

414 صفحات کی اس کتاب میں اس مسئلے کو ہدفِ بحث ٹھہرایا گیا ہے کہ ''اہل سنت'' کی کیا تعریف (ڈیفی نیشن) ہے۔ مختلف اہل علم نے اس سلسلے میں جو کچھ تحریر کیا ہے، حضرت مصنف نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد کتاب وسنت اور اقوالِ سلف کی روشنی میں اہل سنت کی صحیح تعریف بیان کی ہے، جس سے حسب ذیل امور کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......اتباع اور تقلید میں کیا فرق ہے؟

☆......مقلدین مذاہب اربعہ اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟

☆......رفتارِ زمانہ سے جب کسی مذہب کے ماننے والوں میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اصل حالت پر قائم رہنے والے مذہب کا کیا معیار ہے، یعنی کس طرح پتا چلے کہ فلاں فرقہ اصلی حالت پر قائم ہے؟

☆......لقبِ اہل سنت کا ماخذ کیا ہے، یعنی کس آیت اور حدیث کی بنا پر یہ لقب اختیار کیا گیا ہے؟

حضرت مصنف کی دیگر تصانیف کی طرح یہ تصنیف بھی خالص علمی اور تحقیقی نوعیت کی ہے۔ اس پر تاریخ طباعت درج نہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ایک ہی مرتبہ چھپی، اس کے بعد نہیں چھپی۔ ❶

10۔ بکرا دیوی

حافظ صاحب مرحوم و مغفور کی اکثر کتابوں کی طرح، یہ رسالہ بھی اب نایاب ہے۔ یہ رسالہ انھوں نے قیام روپڑ کے زمانے میں لکھا تھا۔ اس رسالے میں غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز پر بحث کی گئی ہے اور قرآن کے الفاظ "وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کے متعلق محققانہ اسلوب میں گفتگو فرمائی گئی ہے۔

11۔ بیمہ زندگی

دراصل یہ حضرت حافظ صاحب کا ایک مضمون تھا جو 12۔ جولائی 1934ء کے "تنظیم اہل حدیث" میں شائع ہوا تھا۔ پھر 1953ء میں اسے رسالے کی صورت میں شائع کیا گیا۔ یہ بائیس صفحات کا رسالہ ہے۔ حافظ صاحب کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ انشورنس (یا بیمے) کا سلسلہ بینک کے سود سے بھی بدتر ہے۔ اس کا تمام تر کاروبار سود اور جوئے پر چلتا ہے۔

❶ مقالہ بر حافظ عبداللہ روپڑی (از محمد طاہر ضیا) ص 87

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

12۔ تحقیق التراویح فی جواب تنویر المصابیح

تعداد تراویح کے موضوع پر حضرت حافظ صاحب کی یہ کتاب حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب انھوں نے 1942ء میں تصنیف کی۔ تراویح کی تعداد کے متعلق اہل حدیث اور احناف کے درمیان جو اختلاف چلا آرہا ہے، 105 صفحات کی اس کتاب میں اس پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اہل حدیث کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی رو سے وتر سمیت تراویح کی تعداد گیارہ رکعات ہیں جب کہ احناف وتر سمیت تیئیس رکعات کے قائل ہیں، لیکن بعض علمائے احناف جن میں مولانا انور شاہ کاشمیری اور مولانا احمد علی سہارن پوری کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں، اہل حدیث کی طرح وتر سمیت گیارہ رکعات پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس ضمن میں مولانا انور شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

لَا مناصَ مِن تَسليم آن تراوِيحه عليه السلام كانت ثماني ركعات ❶

یعنی یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح آٹھ رکعات تھیں۔

مولانا احمد علی سہارن پوری تحریر فرماتے ہیں۔

إن قيامَ رمضانَ سُنة إحدى عشرة رَكعَة با لوِترفِي جَماعَةٍ فَعلَه عَليه السلَام وَتركه لعذر۔ ❷

یعنی بے شک تراویح وتر سمیت با جماعت گیارہ رکعتیں پڑھنا سنت ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، پھر اس لیے چھوڑ دیا کہ (فرض نہ ہوجائیں)۔

یہ کتاب لکھنے کی وجہ حضرت حافظ صاحب یہ بیان فرماتے ہیں:

سیٹھ ابراہیم حسن صاحب (بنگلور) کی طرف سے ہمیں ایک رسالہ موصول ہوا ہے جس کا نام "تنویر المصابیح فی تحقیق التراویح" ہے۔ اس

❶ العرف الشذی (برحاشیہ جامع ترمذی) ص 281

❷ تحقیق التراویح فی جواب تنویر المصابح ص 5

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے صفحہ ٹائیٹل پر لکھا ہے کہ 34 دلائل قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ بیس رکعت نماز تراویح با جماعت مسنون ہیں اور آٹھ رکعت تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اس کے مصنف کا نام لکھا ہے ابوالنصر عبیدی پھلتی مظاہری حنفی۔ سیٹھ صاحب موصوف اور دیگر احباب نے ہم سے اس کے جواب کی درخواست کی ہے، بلکہ بعض حنفی احباب نے بھی اس کے متعلق استفسار کیا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس پر کچھ تنقیدی نظر ڈالی جائے۔" ❶

آٹھ رکعت تراویح کے موضوع پر حضرت حافظ صاحب کی یہ کتاب لائقِ مطالعہ ہے۔

13۔ تعلیم الصلوۃ

120 صفحات کی اس کتاب میں نماز کے سلسلے کے تمام مسائل صحیح احادیث کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب آسان زبان میں لکھی گئی ہے تاکہ بچے، عورتیں اور کم پڑھے لکھے لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کتاب میں فضائل نماز، شرائط واحکام، طہارت، اذان، سترہ، نماز پڑھنے کا طریقہ، نماز با جماعت کی تاکید وفضیلت، پانچ نمازیں اور ان کی رکعات، سنتیں، نوافل، نماز استسقا، نمازِ تہجد، وتر، تراویح کا بیان، نمازِ اشراق، نماز تسبیح، نماز استخارہ، نمازِ حاجت، نماز جمعہ، نماز سفر، چاند اور سورج کے گرہن کی نماز، نمازِ جنازہ وغیرہ کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امام کیسے شخص کو مقرر کیا جائے اور اس کا اصل حق دار کون ہے؟ نیز نکاح اور اس کے خطبے کے متعلق بھی وضاحت کی گئی ہے۔ اپنے موضوع کی یہ ایک عمدہ کتاب ہے۔

❶ تحقیق التراویح فی جواب تنویر المصابیح ص 5

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

14۔ تقلید اور علمائے دیو بند

یہ کتاب 136 صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس کی تالیف کا سبب مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں

اس کتاب میں تقلید اور علمائے دیو بند جن میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا محمد شفیع صاحب، مولانا محمود حسن، مولانا مرتضیٰ حسن وغیرہ علمائے دیو بند کی تحریرات (جو انھوں نے اثباتِ تقلید میں مختلف پیرایہ میں لکھی ہیں) کے محققانہ و منصفانہ جوابات ہیں۔

15۔ ٹھیٹھ اسلام

حضرت حافظ صاحب کی یہ کتاب تقریباً 103 صفحات پر مشتمل ہے اور 1932ء میں طبع ہوئی۔ اس کے بعد اس کو محدث روپڑی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تعریف اہل حدیث'' کی جلد اول میں بطور باب شامل کر لیا جو کہ ص 53 سے 105 تک محیط ہے۔

16۔ حج مسنون

یہ 95 صفحات کی کتاب ہے جس میں حج بیت اللہ کے متعلق تمام مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔ حج کی فرضیت، مناسک حج، طوافِ کعبہ، صفا و مروہ کے درمیان سعی، مقام ابراہیم، وقوفِ عرفات، میدانِ عرفات، رمی جمار، مزدلفہ میں ایک رات بسر کرنا، منیٰ، آب زمزم، سر کے بال منڈوانا، مختلف مقامات میں دعائیں کرنا، طوافِ قدوم، طوافِ وداع وغیرہ ہر امر کا کتاب میں ضروری تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔

17۔ حکومت اور علمائے ربانی

اس کتاب میں حضرت مصنف نے چند علمائے سلف کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سر فہرست حضرت سفیان ثوری ہیں جو مشہور محدث تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ان کو خط لکھا تو انھوں نے جواب میں خلیفہ کو ایک ناصحانہ خط تحریر فرمایا۔

دوسرے عالم ربانی ابو حازم سلمہ بن دینار ہیں، جن کا اموی خلیفہ سلیمان سے مکالمہ ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو انھوں نے نہایت بے خوفی سے ان کو جواب دیا۔

تیسرے عالم مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جنھوں نے حجاج بن یوسف کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا اور اس کے نتیجے میں انھیں شہید کر دیا گیا۔ یہ 95ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت حضرت سعید بن جبیر کی عمر 49 برس کی تھی۔

چوتھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جنھیں حکام وقت کی طرف سے مبتلائے اذیت کیا گیا۔

18۔ درایت تفسیری

یہ رسالہ اپنے موضوع میں بڑی انفرادیت رکھتا ہے۔ اس کے متعلق ہفت روزہ "تنظیم اہل حدیث" (روپڑ) میں لکھا گیا تھا۔

"آج کل کچھ ایسی آزادی حاصل ہوگئی ہے کہ ہر فرقہ قرآن مجید سے استدلال کرتا ہے اور مطالبِ قرآن کو توڑ مروڑ کر اپنے موافق کر لیتا ہے۔ اس رسالے میں بتایا گیا ہے کہ کن اصولوں پر قرآن کی تفسیر کرنی چاہیے اور یہ کہ صحیح تفسیر کون سی ہوگی۔ اس موضوع سے متعلق یہ نہایت مدلل رسالہ ہے۔ اس کے شروع میں مسئلۂ تقلید سے متعلق ضروری باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس کی کمپوزنگ ہو چکی ہے اور ان شاء اللہ جلد ہی قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا۔

19۔ دعا بحرمت انبیاء

12 صفحات پر مشتمل پمفلٹ تھا جسے ہفت روزہ "تنظیم اہل حدیث" میں بطور ضمیمہ 1933ء میں شائع کیا گیا۔

20۔ ردِ بدعات

124 صفحات کی اس کتاب میں بدعات کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور پھر کتاب و سنت اور بزرگانِ دین کے حوالوں سے ان بدعات کو ہدفِ تردید ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ کتاب پہلی دفعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1929ء میں چھپی تھی۔ مسلمان معاشرے میں ایک عرصے سے جو بدعات رواج پا گئی ہیں، ان میں سے چند بدعات یہ ہیں: میت کو دفن کرنے کے بعد چالیس قدم پر رکنا اور دعا کرنا، میت والوں کے گھر فاتحہ خوانی کے لیے جمع ہونا، ختم انبیائؑ، اذان میں کلمہ اشھد ان محمداً رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنا، گیارھویں دینا، ختم دینا، پختہ قبریں بنانا، کسی کا وسیلہ تلاش کرنا، سماع موتی وغیرہ۔

کتاب میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور بعض دیگر حضرات کے فتوے بھی درج کیے گئے ہیں جو انھوں نے بدعات کی تردید میں دیے۔

21۔ رسالہ امامت

یہ رسالہ 8۔ مارچ 1935ء کو ''تنظیم اہل حدیث'' میں بہ طور ضمیمہ میں طبع ہوا جس میں مندرجہ ذیل امور پر بحث کی گئی ہے امیر کا انتخاب ضروری ہے یا نہیں؟ غیر اسلامی ممالک میں شرعاً امیر کا انتخاب کس طرح ہوگا؟ اگر انتخاب ہو سکتا ہے تو امیر کے فرائض کیا ہوں گے؟ اس طرح کے بعض اور مسائل اس میں بیان کیے گئے ہیں۔

22۔ رسالہ نیت نماز اور وتر

اس رسالے میں نیت نماز کے متعلق بحث کر کے احناف علماء کے فتاویٰ جات سے ثابت کیا گیا ہے۔ نیت دل کا فعل ہے، زبان سے اس کا کوئی تعلق نہیں نیز وتروں کی تعداد اور کیفیت کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ یہ رسالہ 18۔ جنوری 1935ء کو تنظیم اہل حدیث میں بطور ضمیمہ طبع ہوا۔

23۔ رسالہ وسیلہ بزرگاں

64 صفحات کا یہ رسالہ حضرت حافظ صاحب نے مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی چشتی صابری کے فارسی رسالے ''تبشیر الاصفیا باثبات حیات الانبیائؑ'' کے جواب میں لکھا۔ حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ صاحب نے ''رسالہ وسیلہ بزرگاں'' میں بعض سوالات کے جوابات دیے ہیں مثلاً:

سوال: کیا کسی بزرگ کی قبر پر جا کر یہ کہنا درست ہے کہ ''اے ولی اللہ! میرے لیے دعا کر کہ اللہ میرے حال پر رحم کرے'' نیز کیا انبیا علیہم السلام اور بزرگانِ دین اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟

جواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ صحابہ و تابعین، تبع تابعین کسی سے یہ ثابت نہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر جا کر یہ کہا ہو کہ یا نبی اللہ! یا رسول اللہ!! ہمارے لیے دعا مانگیے۔

حضرت حافظ صاحب نے ایک کتاب ''غرائب فی تحقیق المذاہب'' کے حوالے سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک واقعہ لکھا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

''امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بزرگوں کے مزار پر آتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ اے اہل قبور! تمھارے پاس کوئی بھلائی ہے؟ میں کئی مہینوں سے تمھارے پاس آتا ہوں اور تمھیں پکارتا ہوں۔ میرا سوال تم سے صرف یہ ہے کہ تم اللہ سے میرے حق میں دعا مانگو۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے یہ دیکھ کر اس سے فرمایا کہ ان بزرگوں نے تیری دعا قبول کی؟ اس نے کہا: نہیں کی۔ امام صاحب نے پوچھا: تم اللہ کی نعمت سے دور ہو۔ تم ذلیل ہو۔ تم ایسے جسموں سے کیوں مانگتے ہو جو تیری پکار کا جواب نہیں دے سکتے، اور جو کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، جو تمھاری آواز نہیں سنتے۔ پھر یہ آیت پڑھی مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ (تو ان لوگوں کو کچھ نہیں سنا سکتا جو قبروں میں دفن ہیں)

24۔ رفع الابہام فی الدلیل التام

یہ مضمون دراصل ارسال الیدین بعد الرکوع کا ضمیمہ ہے جو کہ ''تنظیم اہل حدیث'' میں شائع ہوا، لیکن کتابی صورت میں نہ آسکا۔ اس کا ذکر مولانا محمد صدیق صاحب نے اپنے مضمون میں کیا ہے۔

25۔ رفع الیدین اور آمین

128 صفحات کی اس کتاب کے نام سے بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز میں رفع یدین کرنے اور آمین بالجہر پکارنے کے دو مسئلوں کی وضاحت کرتی ہے، لیکن واقعہ یہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کے علاوہ بھی اس میں کئی مسئلے بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً بسم اللہ بالجہر، سینے پر ہاتھ باندھنے، جلسۂ استراحت اور دیگر متعدد اصولی اور فروعی مسائل کا یہ تحقیقی گلدستہ ہے۔ یہ کتاب 1955ء میں خان پور (ضلع رحیم یار خاں) کے ایک شخص محمد شفیع کے اس سوال کے جواب میں لکھی گئی تھی کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین اور نماز میں آمین بالجہر کہنے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہے یا نہیں؟

حضرت حافظ صاحب نے اس سوال کا اتنی تفصیل سے جواب دیا کہ وہ مستقل کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔ حافظ صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مشہور حنفی عالم مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی، بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی، ایک اور حنفی عالم مولانا سراج احمد اور دیگر بہت سے اصحابِ علم کی کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں یہی فرماتے ہیں کہ رفع یدین کرنے اور آمین بالجہر پکارنے کے ثبوت بالکل واضح ہیں۔

26۔ ریڈیو اور رؤیت ہلال

اس موضوع سے متعلق ابتدا میں یہ مضامین (یا استفتاء) ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' کی جلد اول اور جلد دوم میں چھپے۔ یہ قیام پاکستان سے قبل کی بات ہے۔ اس زمانے میں ریڈیو، برقی تار اور ٹیلی فون کے ذریعے رؤیت ہلال کا مسئلہ موضوع بحث بنا ہوا تھا۔ ان مضامین کو کتابی شکل دی گئی تو اس کے 85 صفحات ہو گئے۔

قیامِ پاکستان کے کئی سال بعد تک بھی اس مسئلے پر بحثوں کا سلسلہ جاری رہا اور حضرت حافظ صاحب نے اس میں حصہ لیا اور مضامین لکھے۔ یہ مضامین بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔ حافظ صاحب روپڑی ریڈیو، تار اور ٹیلی فون کے ذریعہ رؤیت ہلال کی خبر کو صحیح قرار دیتے تھے۔

27۔ سماعِ موتی

یہ کتاب 132 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اس مسئلے پر بحث کی گئی ہے کہ کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مردے قبر میں سنتے ہیں اور کیا ان سے مدد مانگی جا سکتی ہے؟ بزرگانِ دین کے مزاروں اور ان کی قبروں پر حاضر ہو کر لوگ جو کچھ ان سے مانگتے ہیں، وہ انھیں مل جاتا ہے؟ اور کیا اصحابِ قبور کچھ دینے کی طاقت رکھتے ہیں؟ اس موضوع کی یہ ایک اہم کتاب ہے۔

28۔ طلاق ثلاثہ

طلاق کا مسئلہ نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ ایک ہی وقت میں دی گئی تین طلاقیں تین شمار ہوں گی یا انھیں ایک شمار کیا جائے گا؟ یہ ایک سوال ہے۔ حضرت حافظ صاحب نے اس کتاب میں اس مسئلے پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث کی ہے، کتاب مطبوع ہے اور مارکیٹ میں دست یاب ہے۔

29۔ طیور ابراہیمی

یہ حضرت مرحوم کی کوئی کتاب نہیں ہے، بلکہ یہ ایک مطبوعہ اشتہار تھا جو قیام پاکستان سے بہت پہلے شائع کیا گیا تھا۔ لیکن اب وہ دست یاب نہیں ہے۔ ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' (روپڑ) کے مینجر نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

''طیور ابراہیمی ایک لمبا اشتہار ہے۔ اخبار ''اہل حدیث'' (امرتسر) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرندوں کے ذبح ہونے کے متعلق مذاکرہ علمیہ جاری ہوا تھا۔ بہت سے علماء نے اپنے اپنے ذوق اور تحقیق کے مطابق مضامین لکھے تھے۔ اس اشتہار میں ان مضامین کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ کون سا مضمون صحیح ہے؟

30۔ الکتاب المستطاب فی جواب فصل الخطاب

مولانا محمد انور شاہ کشمیری مشہور دیوبندی عالم و مدرس تھے۔ 1928ء کے پس وپیش کی بات ہے کہ انھوں نے دورانِ تدریس میں بزبانِ عربی طلبا کو نوٹس لکھوائے کہ امام کی اقتدا میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے۔ اس موضوع کی صحیح احادیث پر بھی انھوں نے گفتگو کی۔ مولانا نے یہ نوٹس بہ زبانِ عربی کتابی صورت میں ''فصل الخطاب'' کے نام سے شائع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرائے۔ حضرت حافظ صاحب روپڑی کو لوگوں نے اس کی اطلاع دی تو انھوں نے خیال کیا کہ اگر یہ کتاب قابلِ جواب ہے تو کسی صاحب نے اس کا جواب دے دیا ہوگا۔ لیکن جب مختلف لوگوں نے ان کو بتایا کہ یہ کتاب علمی حلقوں میں پھیل گئی ہے اور کسی نے اس کا جواب نہیں لکھا تو انھوں نے کتاب حاصل کی اور ''الکتاب المستطاب'' کے نام سے عربی زبان میں اس طرح اس کا جواب لکھا کہ حاشیے میں کتاب ''فصل الخطاب'' بھی لکھ دی تاکہ قارئین بہ یک وقت دونوں کتابوں کا مطالعہ کر سکیں اور اصل حقیقت ان کے سامنے واضح ہو جائے۔

دونوں کتابیں عربی زبان میں ہیں، مولانا انور شاہ کی بھی اور حافظ صاحب کی بھی۔

''الکتاب المستطاب فی جواب فصل الخطاب'' پہلی مرتبہ 1929ء میں اور دوسری دفعہ 1976ء میں چھپی۔ حافظ صاحب نے صحیح احادیث کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ ''الکتاب المستطاب'' میں حضرت حافظ صاحب نے مولانا انور شاہ کی عربی گرامر کی غلطیوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔ کتاب 320 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا جواب نہ مولانا انور شاہ صاحب دے سکے، نہ کسی اور عالمِ دین نے دیا۔

31۔ کلمہ توحید

یہ ایک بڑے سائز کا اشتہار ہے، جس کو بعد میں کتابی شکل میں طبع کیا گیا۔ اس کے شائع کرنے کا پس منظر یہ ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم و مغفور نے ایک مرتبہ اخبار میں لکھا تھا کہ ''اگر کوئی لا اِلٰہَ اِلا اللہ پڑھے اور محمد رسول اللہ کا قائل نہ ہو تو امیدوار نجات ہے۔'' اس کے جواب میں حضرت حافظ صاحب نے یہ اشتہار شائع کیا، جس میں اس مسئلے کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔

32۔ مجھے مذہب اہل حدیث کیوں پیارا ہے

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ (یا کتاب) بھی نایاب ہے۔ البتہ اخبار ''تنظیم اہل حدیث'' (روپڑ) میں اس کے متعلق حسب ذیل الفاظ لکھے گئے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مجھے مذہب اہل حدیث کیوں پیارا ہے'' اس کی موجودہ وقت میں جو ضرورت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ مذہب کی جانچ پڑتال کے طریقے بیان کرتے ہوئے ان سے مذہب اہل حدیث کا مقابلہ کیا گیا ہے، جس سے مذہب اہل حدیث کے اصول اور خیالات کی خوبیاں واضح ہو جاتی ہیں۔ مخالفین نے جو الزامات اہل حدیث پر عائد کیے ہیں، ان کا اس کے مطالعہ سے ازالہ ہو جاتا ہے۔

33۔ مرزائیت اور اسلام

64 صفحات کی یہ کتاب 1953ء میں اس وقت لکھی گئی تھی جب تحریک تحفظ ختم نبوت شروع تھی۔ اپنے موضوع کی یہ نہایت معلوماتی کتاب ہے۔ اس میں مسئلہ ختم نبوت اور لفظ خاتم النبیین پر خوب صورت انداز میں بحث کی گئی ہے۔ نیز اس میں مسلمان اور مرتد اور راعی اور رعیت سے متعلق مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

34۔ المرشد والامام

یہ ایک چھوٹا سا رسالہ روپڑ میں عربی زبان میں لکھا گیا تھا اور وہیں چھپا تھا۔ اس میں مسئلہ امامت و بیعت اور پیری مریدی پر بحث کی گئی ہے۔

35۔ مسئلہ تکبیرات العیدین

یہ 40 صفحات کا رسالہ ہے جو مکتبہ تنظیم اہل حدیث چوک دالگراں لاہور کی طرف سے شائع ہوا۔ ایک شخص سراج الدین ظفر نے حافظ صاحب سے سوال کیا کہ عید کی نماز میں کتنی تکبیریں کہنی چاہئیں۔ حافظ صاحب نے صحیح احادیث کے حوالے سے تفصیل سے جواب دیا کہ بارہ تکبیریں کہنی چاہئیں۔ سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور خلفائے اربعہ کا یہی عمل تھا۔

36۔ مسئلہ زیارت قبر نبوی

اس اہم ترین مسئلے کی تفصیل 32 صفحات کی اس کتاب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ البتہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث آئی ہے۔

لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد المسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی هذا

یعنی خاص اہتمام کے ساتھ صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کیا جائے۔ وہ مسجدیں ہیں، مسجد حرام (یعنی بیت اللہ شریف)، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد یعنی مسجد نبوی۔

اس مسئلے سے متعلق یہ کتاب لائق مطالعہ۔

37۔ مسئلہ شرکیہ دم جھاڑا

یہ 32 صفحات کی کتاب ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے شرکیہ الفاظ کے ساتھ دم جھاڑا کرنا جائز نہیں۔ اس سلسلے کی تفصیل کے لیے اس کتاب سے رجوع کیا جائے۔

38۔ مسئلہ عرس اور گیارھویں

یہ کتاب 56 صفحات پر مشتمل ہے جو حضرت حافظ صاحب نے مولوی محمد شریف نوری کے رسالہ ''مسئلہ گیارھویں'' کے جواب میں لکھی۔ اسے مکتبہ تنظیم اہل حدیث چوک دالگراں لاہور نے شائع کیا۔

39۔ مظہر النکات شرح مشکوٰۃ

یہ حضرت حافظ صاحب کی نامکمل اور غیر مطبوعہ تصنیف ہے جو ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' میں شائع شدہ چند مضامین پر مشتمل ہے۔ اس کے متعلق ان کے فاضل شاگرد شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی لکھتے ہیں:

زیر نظر مضمون شیخی المکرم حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طویل وعریض تحریر کا جز ہے جس میں حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' پر مختلف جہات سے نہایت محققانہ، محدثانہ، عالمانہ، فاضلانہ انداز میں علمی نکات اٹھائے گئے ہیں، جس کی نظیر قریباً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معدوم ہے۔ ماہِ اگست میں حضرت الشیخ کی رحلت کو پچیس سال پورے ہو چکے ہیں۔ ❶ افسوس کہ یہ قیمتی بحث آج تک کسی بھی شکل میں منظر عام پر نہ آسکی، جب کہ علم کی پیاسی دنیا اور متلاشیانِ حق ہر لحہ اس قسم کے علمی جواہر پاروں کے محتاج ہیں جو مومن کے لیے روح کی غذا کے علاوہ گوہر نایاب سمجھے جاتے ہیں۔ ❷

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے، اس لیے حضرت محدث روپڑی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات، قبول اسلام کا واقعہ، زمین و آسمان پر ان کے اسلام کی خوشی، ان کے علم و فضل اور ان کی مرویات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد حدیث کے مشکل الفاظ کی صرفی ونحوی تشریح، حدیث کی اہمیت، حدیث کی سند اور نیت کے معنے کا ذکر فرمایا ہے۔ لفظ ''بالنیات'' پر بحث چار صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن افسوس ہے اس سے زیادہ کا مواد حاصل نہ ہو سکا۔ اگر یہ شرح مکمل ہو جاتی تو بہت بڑے علمی خزانے کی حامل قرار پاتی۔

یاد رہے اس کی کمپوزنگ ہو چکی ہے اور ان شاء اللہ جلد شائع ہو گی۔

40۔ مودودیت اور احادیث نبویہ

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے نظریے کو بہت سے علمائے کرام نے محلِ تنقید ٹھہرایا ہے۔ اس موضوع پر ان کا نقطۂ نظر جادۂ صواب سے ہٹا ہوا ہے، جس کی نشان دہی خود جماعت اسلامی کے بعض اصحابِ علم نے بھی کی۔ حضرت حافظ صاحب روپڑی نے خالص محدثانہ طریقے سے اس پر بحث فرمائی ہے۔ حضرت کی یہ تصنیف 124 صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں خود مولانا مودودی کی عبارتیں نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ حدیث کے بارے میں ان کا موقف صحیح نہیں۔

❶ حضرت کی تاریخ وفات 20۔ اگست 1964ء ہے۔

❷ ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' (لاہور) مورخہ 2۔ اکتوبر 1989ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

41۔ مودودیت اور اسلامی داڑھی

یہ 36 صفحات کا رسالہ ہے، جس میں مولانا مودودی کے داڑھی کے متعلق افکار کا تجزیہ کیا گیا ہے اور احادیث اور عمل سلف صالحین کی روشنی میں اس کی تغلیط کی گئی ہے۔

42۔ نبی معصوم

یہ ایک مختصر رسالہ 8 صفحات پر مشتمل ہے جو 1339ھ میں شائع ہوا، اب نایاب ہے۔ اس کا تعارف ''تنظیم اہل حدیث'' میں ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

''یہ ایک مختصر رسالہ عیسائیوں کے ایک رسالے کے جواب میں ہے، جس میں عیسائیوں نے قرآن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہ گار ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا پاک دامن ہونا ثابت کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی شفیع بننے کے قابل ہیں نہ کہ کوئی اور۔ اس رسالے میں عیسائیوں کی اس بات کا جواب دے کر آخر میں دس سوال کیے ہیں، جن کا جواب عیسائیوں کے پاس نہیں۔ ❶

43۔ نکاح شغار

یہ رسالہ بھی نایاب ہے۔ لیکن اس کا تذکرہ مولانا محمد صدیق صاحب مرحوم نے اپنے اس مضمون میں کیا ہے جو ''حضرت حافظ روپڑی اور ان کے خاندان کے مختصر حالات'' کے عنوان سے ''فتاویٰ اہل حدیث'' کی جلد اول کے شروع میں تحریر فرمایا ہے۔ اس کا موضوع وٹہ سٹہ کا نکاح ہے۔ حضرت حافظ صاحب اس نکاح کو حرام قرار دیتے تھے۔

44۔ نکاح ونسوانیت

اس کتاب کا اصل نام لڑکی شادی کیوں کرتی ہے۔ اس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ شادی کا مقصد صرف اولاد پیدا کرنا نہیں، بلکہ عبادت الٰہی میں معاونت ہے۔ اور یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ ہو چکی ہے۔

❶ مقالہ حافظ عبداللہ روپڑی قلمی صفحہ 122

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

45۔ نورِ محمدی کی پیدائش

یہ 61 صفحات کی کتاب ہے، جس میں بعض حضرات کے اس عقیدے کو غلط ٹھہرایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اللہ کے نور سے ہوئی۔ اس سلسلے میں حضرت حافظ صاحب نے کتاب میں بے حد علمی بحث کی ہے۔ مولانا عبدالحی حنفی فرنگی محلی لکھنوی کی تصنیف ''الآثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ'' کے صفحہ 272 سے عربی عبارت بھی تحریر فرمائی ہے، جس کا اردو ترجمہ یہ ہے جو خود حافظ صاحب نے کیا ہے۔

> ''موضوعات میں سے وہ روایت بھی ہے جس کا میلادِ نبوی کے بارے میں اہل بدعت ذکر کیا کرتے ہیں کہ نورِ محمدی اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہے۔ یعنی ذاتِ الٰہی نورِ محمدی کے لیے بمنزلہ مادہ کے ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے اپنی ذات مبارک سے ایک مٹھی نور لے کر اس سے نورِ محمدی پیدا کیا۔ یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی شے کے لیے مادہ بننے سے منزہ ہے۔ خدا تعالیٰ کا اپنے نور سے مٹھی لے کر نورِ محمدی پیدا کرنے کا یہ مطلب ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنی ذات کا جز لے کر نورِ محمدی بنایا۔ اس سے خدا کا معاذاللہ ٹکڑے ٹکڑے ہونا لازم آتا ہے۔''

بہرکیف حضرت حافظ صاحب کی یہ کتاب بھی دیگر کتابوں کی طرح خالص علمی نوعیت کی ہے۔

46۔ وراثت اسلامی

یہ کتاب وراثت کے موضوع پر ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ 70 صفحات پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ 86 صفحات پر۔ خالص فنی قسم کی کتاب ہے۔ وراثت کی تمام شرعی اصطلاحیں اس میں آگئی ہیں اور جو لوگ وراثت کے حق دار ہیں ان کی تفصیل بیان کی گئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں:

''میت نے جو مال چھوڑا ہے اسے ترکہ کہتے ہیں، وہ جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ موجود ہو یا کسی کے ذمے قرض ہو۔ اس قرض میں عورت کا مہر بھی شامل ہے جو خاوند نے ادا نہ کیا ہو۔ مہر کے علاوہ عورت کو خاوند کی طرف سے بطور ہبہ وغیرہ یا ماں باپ کی طرف سے جہیز وغیرہ میں کچھ ملا ہو، اس سے جو موجود ہو وہ بھی عورت کے لیے ترکہ میں شامل ہے۔''

وراثت کی تقسیم کا سلسلہ بے حد نازک ہے۔ اس کی اصطلاحیں یاد کرنا اور یاد رکھنا بھی انتہائی مشکل ہے۔ اس موضوع کی یہ نہایت اہم کتاب ہے۔

47۔ اربعین

اس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کی ان چالیس تفسیری غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے جو حضرت حافظ صاحب کی نظر میں آئیں۔

48۔ صحیح بخاری کی شرح

اس کتاب کے متعلق ملک بشیر احمد (آف چھانگا مانگا پاکیزہ شہد والے) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ حضرت محدث روپڑی ایک دفعہ 2 بلاک جنگل چھانگا مانگا میں تشریف لائے تو انھوں نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میں نے صحیح بخاری پر حاشیہ تقریباً مکمل کر لیا تھا کہ ملک کی تقسیم ہوگئی۔ ہجرت کے وقت، وہ مسودہ اپنی بیٹی رضیہ (زوجہ حافظ محمد اسماعیل روپڑی) کے سپرد کیا تاکہ وہ اسے بحفاظت پاکستان لے جائے لیکن وہ دوران ہجرت شہادت پا گئیں اور وہ علمی خزانہ ضائع ہوگیا گویا کہ حضرت محدث روپڑی کو دوہرا صدمہ ہوا۔ ایک بیٹی کی شہادت کا اور دوسری علمی خزانے کے ضیاع کا۔

(تنظیم اہل حدیث لاہور 22۔ مئی 2009ء جلد 52 شمارہ 18)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

49۔ حاشیہ مشکوۃ المصابیح عربی

یہ حاشیہ حضرت محدث روپڑی نے کتاب القدر تک ہی لکھا تھا کہ پیغام اجل آ گیا اور وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

(جماعت اہل حدیث کی خدمات ص 59)

50۔ توحید الرحمان بجواب استمداد از عباد الرحمن

یہ محدث روپڑی کا قلمی نسخہ تھا جو 1959ء میں انجمن حزب الاحناف لاہور کی طرف سے شائع شدہ استمداد از عباد الرحمن کا جواب ہے اور یہ قلمی نسخہ شیخ الحدیث مولانا پھر مفتی ثناء اللہ مدنی کے پاس موجود تھا جو پہلے تنظیم اہل حدیث میں مختلف قسطوں میں شائع ہوا اور 2001ء میں حافظ عبدالوہاب روپڑی کی تبویب کے ساتھ کتابی صورت میں شائع ہوا۔

51۔ مسئلہ ختم نبوت اور موجودہ تحریک

اس میں محدث روپڑی رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ ختم نبوت کوئی فروعی یا جزوی مسئلہ نہیں بلکہ یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اس میں ادلہ قاطعہ کے ساتھ مرزائیوں کو کافر ثابت کیا ہے، یہ رسالہ 24 صفحات پر مشتمل ہے۔ 1954ء میں طبع ہوا۔

52۔ مسائل علمیہ میں محدثین اور علمائے امت کی تحقیق اور محدث روپڑی کی مجتہدانہ نظر

یہ کتاب 1977ء میں طبع ہوئی جو 95 صفحات پر مشتمل ہے۔

53۔ حق و باطل کا معیار۔۔۔تشتت وافتراق کا صحیح علاج

یہ رسالہ 1933ء میں طبع ہوا۔

54۔ پردہ، مانگ، داڑھی اور ختنہ کی فلاسفی

یہ 160 صفحات مشتمل ہے جو یکم فروری 1934ء کو طبع ہوا۔

55۔ سینما اور گراموفون

یہ رسالہ 38 صفحات پر مشتمل ہے۔ 8 فروری 1935ء کو طبع ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

56۔ امامت مشرک

8۔فروری 1935ء کو یہ رسالہ شائع ہوا تھا۔

57۔ اسقاط میت

یہ رسالہ تقریباً 12 صفحات پر مشتمل ہے۔1938ء میں طبع ہوا۔

58۔ مسیح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ رسالہ عیسائیوں کے رسالہ حقائق القرآن کا جواب ہے جو کہ 12 صفحات پر مشتمل ہے۔30۔جنوری 1942ء کو طبع ہوا۔

یہ حضرت ممدوح کی کل 58 تصانیف ہوئیں، لیکن حافظ عبدالوہاب روپڑی کا فرمان ہے کہ ان کی چھوٹی بڑی کل تصانیف کی تعداد 80 ہے۔تقسیم ملک کے زمانے میں جو حالات پیدا ہوئے، وہ انتہائی اذیت ناک تھے۔اس زمانے میں جہاں بے حساب انسانی اور جانی نقصان ہوا، وہاں اہل علم کے کتب خانے بھی ضائع ہو گئے۔حضرت حافظ صاحب کی کتابیں بھی اسی تباہی کی زد میں آئیں۔ان کے بہت سی مسودے بھی دست بردِ زمانہ سے ختم ہو گئے، لیکن بعض موضوعات پر انھوں نے تقسیم ملک کے بعد بھی کتابیں لکھیں، جن میں کچھ چھپ گئیں اور کچھ نہیں چھپیں۔جو نہیں چھپیں وہ مذکورہ فہرست میں شامل نہیں کی گئیں۔ان میں سے بھی بعض ضائع ہو گئیں۔

علاوہ ازیں ان کے مطبوعہ فتاوے بھی اس فہرست میں شامل نہیں ہیں۔وہ ہزاروں صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور بڑی تحقیق اور بہ درجہ غایت احتیاط سے ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں، ان کا ذکر ہم نے علیحدہ (ساتویں) باب میں کیا ہے جو ابھی خوانندگانِ محترم کے علم میں آئے گا۔حضرت ممدوح کے منحنی سے جسم میں علم و تحقیق کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ اس قسم کے اصحابِ تحقیق روز روز پیدا نہیں ہوتے۔انھوں نے جس دور میں جنم لیا، وہ دور مدت ہوئی ختم ہو گیا اور جن اساتذہ سے استفادہ کیا، وہ علم و عمل میں مثالی حیثیت رکھتے تھے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان جیسے اساتذہ اب پیدا نہیں ہوں گے۔

ان کے طرزِ تدریس میں طلبا کے لیے ایک خاص جاذبیت پائی جاتی تھی اور طلبا انتہائی اشتیاق کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے کسبِ فیض کرتے۔

تدریس کی طرح ان کی تصانیف بھی محققانہ شان کی حامل ہیں۔ انھوں نے جس مسئلے پر بحث کی اور جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کے ہر گوشے کی وضاحت کر دی۔

☆......☆......☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتواں باب

فتاویٰ اہل حدیث

حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے افقِ علمی پر نگاہ ڈالیں تو اس کی روشنی دور تک پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ وہ درسیات پر بھی عمیق نگاہ رکھتے ہیں، قرآن وحدیث کے بھی ہر پہلو پر ان کی محققانہ نظر ہے اور فقہ وفتاویٰ کے مختلف گوشوں پر بھی انھیں عبور حاصل ہے۔ ان کے فتوے نہایت مدلل ہیں اور اس باب میں ان کا طرزِ تحریر بڑا صاف اور نکھرا ہوا ہے۔ وہ جس فقہی مسئلے پر بحث کرتے ہیں، اس کی پوری تفصیل سے قارئین کو آگاہ فرما دیتے ہیں۔ ان کے علم کی فراوانی ہر مقام پر اپنا جلوہ دکھاتی ہے اور ان کی مجتہدانہ بصیرت ان کی تمام تحریروں میں کارفرما ہے۔

مولانا محمد حنیف ندوی جلیل القدر عالم اور رفیع المرتبت مفسرِ قرآن تھے۔ یوں تو وہ حضرت حافظ صاحب روپڑی کی علمی منزلت کے ہر پہلو کے معترف تھے اور ان کے زاویۂ تحقیق کو لائقِ ستائش قرار دیتے تھے، لیکن خاص طور سے ان کی دو علمی مساعی کو بے حد اہمیت دیتے تھے، ایک ان کی تصنیف ''الکتاب المستطاب فی جواب فصل الخطاب'' کو اور دوسرے ان کے فتاوے کو!

''الکتاب المستطاب'' انھوں نے مشہور دیوبندی عالم مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری کی تصنیف ''فصل الخطاب'' کے جواب میں لکھی اور ان کی زندگی میں لکھی، لیکن اس کا جواب نہ خود مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کی طرف سے دیا گیا اور نہ ان کے کسی عالم فاضل دیوبندی معاصر اور شاگرد کی طرف سے آج تک معرضِ تصنیف میں آیا۔

اس کتاب کا تذکرہ مناسب الفاظ میں حضرت حافظ صاحب کی تصانیف کے باب میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ چکا ہے۔ ان سطور میں ان کے فتاوے کے متعلق چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔

ان کے مجموعۂ فتاوی کا نام ''فتاوی اہل حدیث'' ہے۔ یہ تمام فتوے کتابی صورت میں تین جلدوں پر مشتمل تھے، جنھیں دو جلدوں میں سمو دیا گیا ہے۔ فتاوے کی ترتیب کی خدمت حضرت حافظ صاحب کے فاضل شاگرد مولانا ابوالسلام محمد صدیق مرحوم و مغفور نے سرانجام دی۔ [1]

یہ نہایت محنت طلب اور دقتِ نظر کا متقاضی کام تھا جو مولانا محمد صدیق مرحوم کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا۔ ان میں وہ فتوے بھی شامل ہیں جو اخبار ''تنظیم اہل حدیث'' کے اجرا (1932ئ) سے پہلے مختلف حضرات نے بذریعہ خطوط ان سے پوچھے اور انھوں نے بذریعہ خطوط ہی ان کے جواب دیے، اور وہ تمام فتوے بھی شامل ہیں جو اخبار کے اجرا کے بعد پوچھے گئے اور اخبار میں ان کے جواب دیے گئے۔ دونوں ادوار کے فتوے کثیر تعداد میں تھے جو بے شمار مسائل پر مشتمل تھے اور مختلف مقامات میں بکھرے ہوئے تھے۔ انھیں جمع کرنا اور مضمون وار فقہی صورت میں ترتیب دینا انتہائی مشکل کام تھا۔ یہ مشکل اور نازک تریں کام کوئی عالم فاضل اور دینی مسائل سے بہ درجۂ غایت دلچسپی رکھنے والا ہی کر سکتا تھا اور مولانا محمد صدیق مرحوم ان اوصاف سے متصف تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق بخشی اور انھوں نے نہایت حسن وخوبی سے یہ کام مکمل کر دیا، جس سے لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ فتاوے کی ترتیب کا یہ سلسلہ کب شروع ہوا؟ کیسے شروع ہوا اور کس طرح مکمل ہوا؟

اس کا جواب خود اس کے فاضل مرتب مولانا ابوالسلام محمد صدیق مرحوم کی زبان سے سنیے۔ وہ اس کی جلد اول کے ''حرفِ اول'' میں لکھتے ہیں:

''وفات سے چند برس پہلے کی بات ہے کہ محدث روپڑیؒ نے راقم الحروف

[1] مولانا کے حالات حضرت حافظ صاحب کے شاگردوں میں بیان کیے گئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ارشاد فرمایا کہ اخبار ''تنظیم اہل حدیث'' میں مطبوعہ فتاویٰ اور جو میرے پاس غیر مطبوعہ پڑے ہیں، فقہی ترتیب کے ساتھ ان کو شائع کرنے کا اہتمام کریں۔ ان میں جن مسائل کی کمی محسوس ہو، ان کا جواب لکھوا لیا جائے۔ مگر افسوس کہ یہ کام تغافل کی نذر ہو گیا اور آپ کی زندگی میں اس کا آغاز نہ ہو سکا۔''

اس سے آگے مولانا ممدوح تحریر فرماتے ہیں:

''1965ء میں (مجھے) حج بیت اللہ نصیب ہوا۔ حرم شریف میں آرام کی غرض سے لیٹا ہوا تھا کہ نیند آ گئی۔ خواب میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اشاعتِ دین میں سستی کیسی؟ آنکھ کھلی تو آپ کے الفاظ کا دل پر ایک اثر تھا اور فتاویٰ کے شائع کرنے کا عزم بالجزم کیا۔

''الحمد للہ اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس ناچیز کو توفیق عطا فرمائی کہ علم و تحقیق کے اس بہت بڑے ذخیرے کو فقہی ترتیب کے ساتھ ''فتاوی اہل حدیث'' کے نام سے شائع کر کے دین کی ایک ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو رہا ہے۔''

اس کا نام ''فتاوی اہل حدیث'' کیوں رکھا گیا؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولانا محمد صدیق لکھتے ہیں:

''ہمارے سابق اکابر علما کے فتاویٰ ان کے اپنے نام یا وطن سے منسوب ہیں، چنانچہ فتاویٰ نذیریہ کی نسبت شیخ الکل میاں سید نذیر حسین اور فتاویٰ ثنائیہ کی نسبت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نام کی طرف ہے۔ فتاویٰ غزنویہ کی نسبت حضرت امام عبدالجبار صاحب کے آبائی وطن غزنی کی طرف ہے، مگر زیر نظر فتاویٰ کو محدث روپڑی کے نام یا وطن کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ نام اور وطن کے بجائے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ کو ''فتاوی اہل حدیث'' کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے تا کہ یہ ظاہر ہو کہ فتاویٰ کا اکثر ماخذ قرآن وحدیث ہے۔''

حضرت حافظ صاحب کی مجتہدانہ بصیرت کے متعلق مولانا ممدوح رقم طراز ہیں:

''یہ حقیقت ہے کہ محدث روپڑی یکتائے روزگار محقق، اپنے دور کے مجتہد اور علم وفضل کے مینار تھے۔ تفسیر اور حدیث میں آپ کو جامع بصیرت حاصل تھی۔ احکام ومسائل اور ان کے اسباب وعلل پر گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ کا اجتہاد واستنباط علماء کے لیے وجہِ اطمینان اور طلبا کے لیے علم میں اضافے کا موجب ہوتا ہے۔''

اس سے اگلی چند سطریں ملاحظہ ہوں۔ رقم فرماتے ہیں:

''اس صورتِ حال کے باوجود کسی عالم یا بزرگ کے متعلق یہ گمان رکھنا اور یہ دعویٰ کرنا ناممکن ہے کہ وہ معصوم عن الخطاء ہے۔ مشہور ہے المجتهد یصیب ویخطئ ۔ یعنی مجتہد جہاں اصابت رائے سے ہم کنار ہوتا ہے وہاں اس سے غلطی کا بھی امکان ہے۔ البتہ مجتہد اپنے اجتہاد میں حسنِ نیت کی بنا پر اجر سے محروم نہیں رہتا، جب کہ وہ اصابتِ رائے کی صورت میں دوگنا اجر کا مستحق ہے۔ ہاں وہ لوگ عنداللہ مجرم ہیں جو دیدہ دانستہ کتاب وسنت کو ترک کر کے غلط رائے اور غلط اجتہاد پر اصرار کرتے ہیں۔''[1]

جلد اول

فتاویٰ اہل حدیث کی جلد اول فہرست مضامین اور مقدمے سمیت (جو ''حضرت محدث روپڑی اور ان کے خاندان کے مختصر حالات'' کے عنوان سے مرقوم ہے) 725 صفحات پر محیط ہے۔ فہرست مضامین سولہ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ فتاویٰ میں سیکڑوں مسائل بیان کیے

[1] فتاوی اہل حدیث جلد اول۔ حرف اول صفحہ 17، 18

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے ہیں۔ بعض مسائل چند سطور میں اور بعض تفصیل سے ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

فتاویٰ کی اس جلد کے زیر بحث مسائل میں روایت اور درایت، سدِّ سکندری، دجال، یاجوج ماجوج، اختلاف ائمہ اربعہ اور اختلاف صحابہ، نیز مذہب اہل حدیث، مسئلہ تقدیر، مولانا مودودی کے افکار وغیرہ شامل ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب الطہارت، غسل کا بیان، وضو کا بیان، اذان کا بیان، نمازِ تہجد، نمازِ وتر، نماز تراویح وغیرہ بے شمار مسائل اس جلد میں مذکور ہیں۔

بعض ایسے مسائل بھی ہیں کہ جو حضرت حافظ صاحب نے سائل کے جواب میں اخبار میں شائع کیے، لیکن کسی اہل علم نے ان پر تعاقب کیا، جس میں حضرت حافظ صاحب کی تحقیق سے مختلف موقف اختیار کیا اور پھر حافظ صاحب نے اس تعاقب کا جواب تحریر فرمایا۔ اس طرح ایک ہی مسئلہ کئی صفحات میں پھیل گیا اور قارئین کو اس سے بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔

بیانِ مسائل میں حضرت حافظ صاحب نے قرآن وحدیث سے تو استدلال کیا ہی ہے، حنفی فقہ اور دیگر فقہی مسالک کی کتابوں کے بھی متعدد مقامات پر حوالے دیے گئے ہیں اور ان کتابوں کی عربی عبارتیں درج کر کے اردو میں ان کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ کئی مقامات پر کتبِ لغت کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ بعض معاملات میں اردو کتابوں اور اردو اخباروں کے حوالے بھی موجود ہیں۔

جلد دوم

فتاوی اہل حدیث کی دوسری جلد کی فہرست مضامین 20 صفحات پر محیط ہے اور اس سے آگے فتاویٰ کی پوری جلد 744 صفحات پر مشتمل ہے۔ یعنی فہرستِ مضامین سمیت یہ جلد 764 صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس جلد میں بھی جلد اول کی طرح سیکڑوں مسائل (بہ صورتِ سوال وجواب) بیان کیے گئے ہیں۔ بعض مسائل اتنے مختصر ہیں کہ ایک ہی صفحے میں دو دو تین تین معرضِ بیان میں آگئے ہیں اور ایسا بھی ہے کہ ایک ہی مسئلے کا جواب کئی کئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحات میں پھیلتا چلا گیا ہے۔ پھر تعاقب کا سلسلہ اس میں بھی موجود ہے۔

اس جلد کے چند عنوان یہ ہیں: (1) جمعہ کا بیان۔ (2) نماز عیدین کا بیان۔ (3) صدقہ فطر کا بیان۔ (4) قربانی کا بیان۔ (5) جنازے کا بیان۔ (6) زکوٰۃ کا بیان۔ (7) مصارف زکوٰۃ۔ (8) روزے کا بیان۔ (9) اعتکاف۔ (10) حج کا بیان۔ (11) عمرے کے اوقات۔ (12) تجارت کا بیان۔ (13) اجرت کا بیان۔ (14) سود کا بیان۔ (15) بیمے کا بیان۔ (16) وقف کا بیان۔ (17) مزارعت کا بیان۔ (18) رہن کا بیان۔ (19) وراثت کا بیان۔ (20) وصیت کا بیان۔ (21) نکاح کا بیان۔ (22) ولی کا بیان۔ (23) رضاعت کا بیان۔ (24) نکاح کے متفرق مسائل۔ (25) عشرۃ النساء کا بیان۔ (26) پردے کا بیان۔ (27) طلاق کا بیان۔ (28) عدت کا بیان۔ (29) قسم کا بیان۔ (30) عقیقے کا بیان۔ (31) تصاویر کا بیان۔ (32) ضبط تولید کا بیان۔ (33) یتیموں کا بیان۔ (34) متفرق علمی مسائل۔

غرض فتاوے کی یہ جلد بھی پہلی جلد کی طرح بہت سے معاشرتی، دینی اور تہذیبی وتمدنی مسائل پر مشتمل ہے۔ ان دونوں جلدوں کو دینی مسائل کے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت حاصل ہے۔ ہر بڑے عنوان کے تحت متعدد ضمنی عنوانات درج ہیں۔

اس جلد کی دوسری طباعت پیش نگاہ ہے جو ربیع الاول 1404ھ (دسمبر 1983ء) میں شائع ہوئی۔

فتاوئ اہل حدیث جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، نہایت محنت سے حضرت حافظ صاحب کے شاگرد رشید مولانا محمد صدیق مرحوم نے مرتب کیا اور انہی نے اپنے قائم کردہ اشاعتی ادارے ''ادارہ احیاء السنۃ النبویہ، ڈی بلاک سٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا'' کی طرف سے شائع کیا۔ جس طرح فتاوے اس کی تصنیف کو حضرت حافظ صاحب کا بہت بڑا علمی وتحقیقی شاہ کار قرار دیا جاتا ہے، اسی طرح اس کی ترتیب وتدوین مولانا محمد صدیق کا نہایت قابل قدر کارنامہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزانہ مختلف مسائل کے جواب کے لیے تفسیر وحدیث اور کتب فقہ کا مطالعہ کرنا اور ان کے حوالوں سے متعلقہ سوالات کے جواب دینا بے حد مشکل کام ہے۔ جو حضرات علمائے کرام یہ خدمات سرانجام دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی انھیں اس کی جزا دینے والا ہے۔ ہم میں سے ایسے لوگ بھی بہت بڑی تعداد میں ہیں جو ایک خط کا جواب نہیں دے سکتے، لیکن علمائے کرام بڑی بڑی کتابوں سے تلاش کر کے کتنے ہی مسائل روزانہ تحریر کرتے اور سائلین کو پوری تحقیق سے جواب دیتے ہیں۔

یہاں حضرت حافظ صاحب کا ایک فتویٰ درج کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ فتویٰ نمازِ فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے سے متعلق ہے۔ کچھ عرصے سے بعض نمازیوں نے دعا کرنا تقریباً ترک کر دیا ہے۔ وہ نماز پڑھتے ہیں اور سلام پھیر کر فوراً بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ان کے نزدیک عملاً ممنوع قرار پا گیا ہے۔ حضرت حافظ صاحب نے اس مسئلے کی اچھی طرح وضاحت فرما دی ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت حافظ صاحب کے نزدیک کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ان دونوں مسئلوں کے متعلق حافظ صاحب کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمایئے۔

سوال: فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جو امام فرض نماز پڑھ کر دعا نہ مانگے اور فوراً چلا جائے تو اس کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ شرعاً درست ہے۔ بعض روایات میں اس کی تصریح بھی پائی جاتی ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ابو اسود عامری سے مروی ہے۔

عن ابی الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا۔ الحدیث۔ رواہ ابن ابی شیبه فی مصنفه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ابواسود عامریؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے فجر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی تو آپ نے سلام کے بعد ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔

یہ حدیث ضعیف ہے مگر اور روایاتِ عامہ فی الدعاء سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے، اس لیے جوازِ رفع یدین فی الدعاء بعد الصلوٰۃ المفروضہ میں کسی کو کلام نہیں۔ ہاں جو لوگ بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں یہ ضرور بدعت کے مرتکب ہیں، کیوں کہ شرع میں جس امر کا وجوب وضروری ہونا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو اور اس کو ضروری امر قرار دیا جائے تو وہ ضرور بدعت ہوتا ہے۔ فرض نماز کے بعد ضروری طور سے ہاتھ اٹھانا کسی روایت مرفوع صحیح، حسن سے ثابت نہیں۔ پس فی زمانہ جب کہ عام لوگ رفع الیدین فی الدعاء کو بعد نماز فرض ضروری سمجھتے ہیں تو نہ اٹھانا ہی افضل ہے، ورنہ جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اس لیے علامہ حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

واما الذی بعدالسلام من الصلوٰۃ مستقبل القبلۃ اوالی المقتدین فلم یکن من هدیه صلی اللہ علیه وسلم اصلاولا رواه عنه باسناد صحیح ولا حسن (زادالمعاد جلد1)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ (مستمرہ) نہ تھا کہ آپ بعد سلام کے دعا قبلہ کی طرف یا مقتدیوں کی طرف منہ کر کے کرتے ہوں اور نہ ایسا کسی صحیح حسن حدیث میں آیا۔ واللہ اعلم

ابو محمد عبدالجبار مدرس مدرسہ دارالحدیث کھنڈیلہ جے پور

یہ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے شاگرد مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی کا جواب تھا۔ اب حضرت حافظ صاحب کا جواب ملاحظہ ہو:

محدث روپڑیؒ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے کے متعلق اخبار تنظیم اہل حدیث میں کئی بار مضمون شائع ہو چکا ہے اور تعدد طرق کی بنا پر بعد نماز ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی حدیث کو ہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے حسن ثابت کیا ہے بلکہ بعض اسانید حسن لذاتہ ہیں، اس لیے ہاتھ اٹھانے میں کوئی خدشہ نہیں بلکہ استحباب ہے، ہاں لازمی سمجھنا بری بات اور بدعت ہے۔ اصلاحی طور پر انسان کو ایسا کرنا چاہیے کہ کبھی اٹھالے اور کبھی نہ اٹھائے تاکہ لوگوں کو عملی رنگ میں تبلیغ ہوتی رہے اور اس کے ضروری ہونے کا خیال ان کے دلوں سے نکل جائے، کیوں کہ عوام الناس ذرا سختی سے اس کی پابندی کرتے ہیں اور نہ اٹھانے والے پر اعتراض کرتے ہیں بلکہ دوسرے بعض خواص بھی اس میں مبتلا ہیں اس لیے دوام میں نقصان ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

23۔ جمادی الاولیٰ 1360ھ

سوال: نماز کے بعد ہاتھ اٹھانے کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہیں تو پھر جو لوگ دعا مانگتے ہیں، کیا وہ بدعت کے مرتکب نہیں ہیں؟

جواب: مشکوٰۃ میں ہے۔

عن ابی امامة قيل ای الدعاء افضل قال جوف الليل الاخر، ودبر الصلوٰة المكتوبات (رواه الترمذی)

یعنی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی دعا زیادہ فضیلت والی ہے؟ فرمایا: جو اخیر رات میں کی جائے اور فرض نمازوں کے بعد کی جائے۔

اس حدیث میں فرضوں کے بعد دعا مانگنے کا ذکر ہے اور اسے خاص قبولیت کے اوقات میں شمار کیا گیا ہے، رہا ہاتھ اٹھانا۔ سو اس کی بابت سیوطیؒ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں چالیس سے اوپر حدیثیں دعا میں ہاتھ اٹھانے کی بابت لائے ہیں۔ وہ رسالہ سبل السلام شرح بلوغ المرام کے آخر میں ملحق ہو کر طبع ہو چکا ہے اور منتقی کے اوپر بھی ایک رسالہ چڑھا ہوا ہے جو اس سوال کا تسلی بخش جواب ہے۔ یہ رسالہ سید علامہ محمد عبدالرحمن بن سلیمان زبیدی یمانی کا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کی بابت عام حدیثیں بھی آئی ہیں اور خاص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی۔ عام حدیثوں سے ایک یہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ شرم کرتا ہے کہ انھیں خالی موڑے۔

اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا اور حاکم نے بخاری، مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری باب رفع الیدین فی الدعاء میں اس حدیث کی بابت کہا ہے کہ اس کی اسناد جید یعنی کھری ہے اور اس طرح کی حدیث حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس کو بھی حاکم نے صحیح کہا ہے۔ مسند احمد اور ابوداؤد میں مالک بن یسارؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کے اندر سے سوال کرو نہ کہ پیٹھوں سے اور جب فارغ ہو تو ہاتھ منہ پر مل لیا کرو۔ اور ترمذی میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو ان کو نیچا نہ کرتے جب تک منہ پر نہ مل لیتے۔ اور خاص حدیثوں سے ایک حدیث یہ ہے جسے ابن سنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلة میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر مندرجہ ذیل دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو نامراد واپس نہیں کرے گا۔

اللهم الهي واله ابراهيم واسحاق ويعقوب واله جبريل وميكائيل واسرافيل اسئلك ان تستجيب دعوتي فاني مضطر وتعصمني في ديني فاني مبتلي وتنالني برحمتك فاني مذنب وتنفي عني الفقرفاني متمسكن

اے اللہ! میرے معبود اور ابراہیم، اسحٰق، یعقوب کے معبود اور جبریل، میکائیل اور اسرافیل کے معبود! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دعا قبول کر۔ کیوں کہ میں لاچار ہوں۔ دین میں مجھے سایۂ رحمت میں لے لے کیوں کہ میں گناہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گار ہوں۔ مجھ سے محتاجی دور کر کیوں کہ میں مسکین ہوں۔

اس حدیث کی اسناد میں عبدالعزیز بن عبدالرحمن ایک راوی ہے جس میں کچھ کلام ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف غیر موضوع اور غیر متروک پر عمل درست ہے۔ چنانچہ ابن الہمام نے فتح القدیر کتاب الجنائز میں اس کی تصریح کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے نکت علی ابن صلاح میں لکھا ہے کہ ابن ماجہ کے شاگرد ابوالحسان قطان جو اہلِ غرب کے حفاظ محدثین سے ہیں، بیان وہم والہام میں فرماتے ہیں کہ ضعیف حدیث کے ساتھ فضائلِ اعمال میں عمل کیا جاتا ہے۔ اور امام نوویؒ نے اذکار میں کہا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث کے ساتھ عمل جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور امام نوویؒ نے اپنی اربعین میں کہا ہے کہ سب کا اس پر اتفاق ہے الامن شذ مثل ابن العربی اس کے علاوہ ایک اور حدیث اس کو تقویت دیتی ہے جو ابوبکر بن شیبہ نے اپنی مصنف میں اسود عامری کے باپ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو ہماری طرف پھرے اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔ اور آئمہ حدیث نے ذکر کیا ہے کہ ضعیف کے ساتھ ضعیف حدیث مل کر معتبر ہو جاتی ہے اور امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء میں بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ کہا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے پہلے دعا مانگ رہا ہے۔ جب وہ دعا سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوتے۔ راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں۔

یہ اس رسالے کا خلاصہ ہے، اس طرح ایک فتویٰ وہ بھی ہے جو مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اور علمائے دہلی مولانا نذیر حسین صاحب اور ان کے صاحب زادے مولانا شریف حسین صاحب، مولانا حفیظ اللہ صاحب، مولانا عبدالرب صاحب اور مولانا احمد حسن صاحب مصنف احسن التفاسیر سب کا متفقہ فتویٰ ہے جو رسالہ جرح وتعدیل تصنیف مولوی عبدالحی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب لکھنوی کے آخر میں ملحق ہے۔ غرض اس خصوص میں کئی علماء نے رسائل اور کئی فتاوی لکھے ہیں، جن کا خلاصہ دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ضعیف سے استحباب ثابت ہوسکتا ہے اور اس پر عمل درست ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کی موید اور احادیث بھی ہوں تو پھر حدیثِ ضعیف ہر طرح سے لائق اعتبار ہو جاتی ہے۔ پس اب فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھانے میں کوئی شبہ نہ رہا۔ ہاں اتنی بات ضروری ہے کہ کبھی کبھی ترک کر دینا مناسب ہے، کیوں کہ آج کل بعض لوگ اسے لازم سمجھے بیٹھے ہیں اور جب تک امام دعا نہیں مانگتا اس کے منہ کی طرف بیٹھے دیکھتے رہتے ہیں، اور اگر بغیر دعا مانگے کھڑا ہوا تو اس کو بُرا مناتے ہیں بلکہ اعتراض کرتے ہیں، خاص کر احناف میں تو اس کی بڑی پابندی ہے، خواہ خالی ہاتھ اٹھا کر منہ پر مل لیں، مگر ملتے ضرور ہیں اور ختم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ حالاں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ دعا ختم آمین کے ساتھ کرنی چاہیے۔ چنانچہ یہ احادیث سے ثابت ہے۔ اس سے کم وبیش بالکل نہ کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اللہ کی رضا رسول کی اتباع میں ہے نہ غیر کی اتباع میں۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (الآیۃ)

عبداللہ امرتسری روپڑی

21۔محرم 1380ھ۔22۔جولائی 1960ء

(فتاویٰ اہل حدیث جلد اول صفحہ 530 تا 533)

{☆☆☆}

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں باب

حضرت حافظ صاحب کے چند فتوے

برصغیر میں فقہی نوعیت کے سوالات وجوابات اور فتویٰ نویسی کا سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ یہ سلسلہ عربی اور فارسی میں چلتا تھا اور لوگ اس کا دلچسپی سے مطالعہ کرتے تھے۔ اس فقیر نے اس موضوع سے متعلق ایک مستقل کتاب ''برصغیر میں علم فقہ'' کے نام سے لکھی ہے، جس میں برصغیر کی گیارہ مشہور (عربی اور فارسی) کتابوں اور ان کے مصنفوں کا تذکرہ کیا ہے اور بہت سے فقہی مسائل (جو معاملات سے تعلق رکھتے ہیں) بہ صورتِ سوال وجواب عربی یا فارسی میں درج کیے ہیں اور ساتھ ہی اصل عبارتوں کا اردو ترجمہ کردیا ہے۔ ان گیارہ فقہی نوعیت کی کتابوں میں سے دو مطبوعہ ہیں اور نو غیر مطبوعہ۔! یہ سیکڑوں سال قبل کا فقہی ذخیرہ ہے جو ہندوستان کے مختلف مسلمان حکمرانوں کے ادوار میں علمائے کرام نے مدوّن کیا۔ میری یہ کتاب پہلے ادارہ ثقافت اسلامیہ نے شائع کی تھی، اب خوب صورت انداز میں کتاب سرائے الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور کی طرف سے معرضِ اشاعت میں آئی ہے۔

اس کتاب کے علاوہ میری ایک کتاب کا نام ''فقہائے ہند'' ہے جو دس جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں برصغیر کے ہزاروں علما وفقہا اور ان کے فقہی کارناموں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب پہلی صدی ہجری سے لے کر تیرھویں صدی ہجری تک کے اصحاب علم کے واقعات کی تفصیل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

ان دو کتابوں (برصغیر میں علم فقہ اور فقہائے ہند) کا ذکر کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں اس موضوع سے تھوڑی بہت دلچسپی رکھتا ہوں۔ میں خود مفتی نہیں ہوں، نہ کسی مسئلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں کوئی فتویٰ دیتا ہوں اور نہ اس کی اہلیت رکھتا ہوں، لیکن اس موضوع کی کتابوں کا (اگرچہ وہ کسی زبان میں ہوں) بے حد شوق اور دلجمعی سے مطالعہ کرتا ہوں۔

آج کل (بالخصوص اہل حدیث کے) ہر ہفت روزے اور ماہنامے میں کسی نہ کسی عالم دین کے فتوے شائع ہوتے ہیں۔ لوگ ان سے مسئلے پوچھتے ہیں اور وہ ان کے جواب دیتے ہیں، میں ان رسائل وجرائد کے مندرجات میں سے اور کچھ پڑھوں یا نہ پڑھوں، لیکن فتوے ضرور پڑھتا ہوں اور ان سے مستفید ہوتا ہوں۔ بعض لائق احترام مفتی حضرات کے اندازِ تحریر اور کسی مسئلے سے متعلق ان کے جواب سے مجھے اتفاق نہیں ہوتا، لیکن میں نہ مفتی صاحب سے اس کا ذکر کرتا ہوں، نہ کسی اور سے۔ مجھے خیال گزرتا ہے کہ مفتی صاحب کی بات تو صحیح ہوگی، شاید میں ہی اصل مسئلے کی تہ تک نہیں پہنچ سکا ہوں۔

عام طور پر لوگ ہر فتویٰ نویس (اور مفتی) کی تحریر میں چار چیزیں دیکھتے ہیں:

1۔ مفتی صاحب کی اردو زبان کیسی ہے؟ کیا قاری اس سے متاثر ہوتا ہے اور ان کی بات آسانی سے سمجھ لیتا ہے؟

2۔ وہ ہر مسئلے کے جواب میں صحیح حوالے دیتے ہیں؟

3۔ ضرورت کے وقت وہ کسی فقہ کی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں؟

4۔ کسی متنازعہ (یا دوسرے مسلک کی) شخصیت کے متعلق اظہارِ رائے میں ان کا کیا انداز ہے؟

میرا خیال ہے حضرت حافظ عبداللہ صاحب روپڑی مرحوم نے اپنی اردو زبان میں نکھار پیدا کرنے کے لیے کبھی اردو کے کسی بڑے شاعر اور ادیب کی کوئی کتاب نہیں پڑھی ہوگی، نہ انھوں نے کبھی غالب کو پڑھا ہوگا، نہ راشد الخیری کو پڑھا ہوگا، نہ اپنے ہم مسلک ادیب ڈپٹی نذیر احمد کو تفصیل سے پڑھا ہوگا، نہ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی کے مشہور اہل حدیث شاگرد اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' کے اولیں اردو مترجم، عبدالحلیم شرر کا کوئی ناول یا مضمون پڑھا ہوگا، نہ اپنے اردو ادب میں اضافے کے لیے کسی اور بڑے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادیب کی کسی کتاب کا مطالعہ کیا ہوگا، لیکن ان کے فتاویٰ کی اردو زبان اتنی صاف اور واضح ہے کہ اسے پڑھ کر تعجب ہوتا ہے۔ ان کے فتوے کے سلسلے میں مولانا محمد حنیف ندوی کا حوالہ مَیں پہلے دے چکا ہوں، وہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے فتوے ہر اعتبار سے بے حد اہمیت کے حامل ہیں، زبان کے اعتبار سے بھی اور بیانِ مسئلہ کے اعتبار سے بھی۔

وہ حوالے میں کسی قسم کی تشنگی نہیں رہنے دیتے۔

ضرورت کے وقت وہ فقہ کی کتابوں کے حوالے بھی دیتے ہیں۔

متنازعہ شخصیات کے بارے میں ان کا قلم ہمیشہ احتیاط کے دائرے میں رہتا ہے۔ وہ ابن عربی اور مولانا روم سے متعلق سوال کے جواب میں بھی بہت محتاط ہیں۔

اب ذیل میں چند امور سے متعلق حضرت محدث مرحوم کے فتوے (اور جواب) ملاحظہ فرمایے جو انتہائی واضح ہیں اور ایسے عمدہ اسلوب میں لکھے گئے ہیں کہ ہر شخص (عالم ہو یا کم علم) انھیں اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

1......سوال: کیا شاہ عبدالقادر جیلانی حنبلی مقلد تھے؟

جواب: شاہ عبدالقادر کو حنبلی کہنا غلطی ہے۔ امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ ولی مقلد نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں وہ دو اماموں کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ تقلید شخصی کے قائل نہیں تھے، بلکہ دلیل کی رو سے جس کا مذہب راجح پاتے اس پر فتویٰ دیتے اور امام احمد کے مذہب پر خاتمے کا یہ مطلب ہے کہ اہل حدیث کے مذہب پر خاتمہ۔ کیوں کہ امام احمد کا مذہب دوسروں کی نسبت قرآن وحدیث کے زیادہ قریب ہے۔ نیز وہ اصل اہل حدیث تھے۔ اسی لیے شاہ ولی اللہ نے انصاف میں ان کو محقق اہل سنت شمار کیا ہے۔

عبداللہ امرتسری 18۔ رجب 1359ء

(فتاویٰ اہل حدیث جلد اول صفحہ 41)

ائمہ احناف کے متعلق ایک سوال کا جواب ملاحظہ ہو:

2......سوال: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں میں اختلاف کے وقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجیح کس کو ہوگی؟

جواب: عبادات میں ہمیشہ فتویٰ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہوگا اور مسائل ذوی الارحام میں امام محمدؒ کے قول پر۔ مسائل وقف، قضا اور شہادات میں امام ابویوسف کے قول پر اور سترہ (17) مسئلوں میں امام زفر کے قول پر، چنانچہ ردالمختار جلد 1 ص 71 اور جلد 3 ص 405 میں اس کی تصریح موجود ہے۔ مگر صباغیؒ اس کے خلاف ہیں۔ وہ نماز میں صرف امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ باقی مسائل خواہ عبادات ہوں یا غیر عبادات سب میں امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ ملاحظہ ہو ردالمختار جلد 1 ص 71

عبداللہ امرتسری روپڑی 11۔ رجب المرجب 1380ء

(فتاویٰ مذکور صفحہ 43)

3..... **سوال:** ابنِ عربی کے اچھا ہونے کی نسبت علماء میں اختلاف ہے۔ فیصلہ کن بات کیا ہے؟

جواب: جب مسائل میں علما کا اختلاف ہو جاتا ہے تو کسی کی نسبت فتویٰ لگانے میں بھی اختلاف رائے ہو جاتا ہے، جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان کی حالت ہمیشہ ایک سی نہیں رہتی۔ ایک وقت انسان سے لغزش ہو جاتی ہے تو دوسرے وقت رجوع کر لیتا ہے۔ کسی کو رجوع کا پتا لگتا ہے کسی کو نہیں لگتا، جس کو لگ گیا، اس نے اس پر نیک گمان کیا اور دوسرا بہ دستور بدگمان رہا۔ کبھی غلطی پر اطلاع نہیں ہوتی تو انسان اسی طرح غلطی پر گزر جاتا ہے۔ جن کو حالات کا پورا علم نہیں ہوتا، وہ تو صرف غلطی دیکھ کر بدگمان ہو جاتے ہیں اور جو پورے واقف ہوتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ یہ دیدہ دانستہ اس غلطی پر نہیں تھا، بلکہ اس کا باعث بے خبری تھی۔ اور کبھی ایک بات ایک کی نظر میں گمراہی ہوتی ہے، دوسرے کی نظر میں گمراہی نہیں ہوتی، اس لیے بھی فتوے میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ غرض اس قسم کے وجوہات پیدا ہو کر اختلاف رائے کا باعث بن جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ہٹ دھرمی کے طور پر بھی کسی کو اچھا برا کہا جاتا ہے۔ مگر خیر امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ یا علامہ شوکانیؒ وغیرہ تو ایسے شخص نہ تھے کہ ان کے فتوے اس قسم کے ہوں۔ ان کے فتوے کے وجوہات تو وہی پہلے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ہمیں اس موقعے پر کیا کرنا چاہیے؟ جو بات ان کی غلط ہے، اس کو غلط کہنا چاہیے اور ان کی ذات کی نسبت اس آیت پر عمل کرنا چاہیے۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٤﴾ (سورہ بقرہ: 134)

یہ امت تحقیق گزر چکی، اس کے لیے ہے جو کچھ اس نے کمایا اور تمھارے لیے ہے جو کچھ تم نے کمایا اور تم ان کے عمل کے بارے میں نہیں پوچھے جاؤ گے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی 9۔فروری 1960ء

(کتاب مذکور صفحہ 43، 44)

حضرت حافظ صاحب کا یہ فتویٰ درج کر کے ''فتاویٰ اہل حدیث'' کے مرتب مولانا ابوالسلام محمد صدیق مرحوم حاشیے میں لکھتے ہیں:

''محدث روپڑی کی یہ اپنی رائے ہے، ورنہ بعض علماء نے اعتقاد کی بنا پر ابن عربی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔''

مولانا محی الدین لکھوی مرحوم و مغفور کا ایک سوال پڑھیے اور پھر حضرت حافظ صاحب کا جواب ملاحظہ فرمایے۔

4......**سوال:** حدیث من قال لا الہ الا اللہ کے کیا معنی ہیں؟ کلمہ گو بے نماز اور بے زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

محی الدین بن محمد علی لکھوی

جواب: جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ بے شک جنت میں داخل ہوگا۔ مگر مراد اس سے یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ اس کا آخری کلام ہو مثلاً مرنے کے وقت اس کی زبان پر لا الٰہ الا اللہ جاری ہو۔ اس کے بعد اس نے کوئی کلام نہ کیا اور لا الٰہ الا اللہ پر خاتمہ ہوگیا۔ وہ ضرور کسی نہ کسی وقت جنت میں جائے گا۔ کیوں کہ اس وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھنا یا تو نئے سرے سے ایمان لانا ہے یا پہلے ایمان کو تازہ کرنا ہے۔ پس دونوں صورتوں میں وہ دنیا سے بہتر حالت پر رخصت ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جولوگ بے نماز اور بے زکوۃ ہیں اور ان کو نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کی ترغیب دی جاتی ہے لیکن وہ اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پروانہیں کرتے، ان سے قطع تعلق ضروری ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل نافرمانیوں میں مبتلا ہوئے، ان کے علما نے ان کو روکا، جب وہ باز نہ آئے تو علما نے ان سے قطع تعلق نہ کیا بلکہ بہ دستور ان کے ساتھ بیٹھتے اٹھتے، کھاتے پیتے رہے، پس خدا نے سب کے دلوں کو یکساں بنا کر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت کردی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا خدا کی قسم یا تو تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے اور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور اس کو ظلم سے روکو گے ورنہ خدا تمھارے دل بھی یکساں بنا کر انہی کی طرح تمھیں لعنتی کرے گا۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ

18۔شعبان 1359ھ مطابق 21۔ستمبر 1940ء

(کتاب مذکور صفحہ 129)

5......**سوال:** لوح محفوظ کون سے آسمان پر ہے اور کس چیز کی بنی ہوئی ہے؟ عرش عظیم کے اوپر ہے یا نیچے ہے؟

جواب: بخاری باب قول اللہ تعالیٰ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما قضی اللہ الخلق کتب کتابا عندہ غلبت اوقال سبقت رحمتی غضبی وھو عندہ فوق العرش

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے کا فیصلہ کیا تو ایک کتاب لکھی کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آگئی۔ وہ کتاب اللہ تعالیٰ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس عرش کے اوپر ہے۔

فتح الباری میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

والعرش منه الاشارة الى ان اللوح المحفوظ فوق العرش

(فتح الباری جز 3 ص 795)

یعنی اس حدیث سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ یہ کتاب لوح محفوظ ہے اور عرش کے اوپر ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوح محفوظ سفید موتی ہے، جس کا طول آسمان وزمین کے فاصلے کے برابر ہے اور عرض مشرق اور مغرب کے فاصلے کے برابر ہے۔ اس کے کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں۔ اس کے پٹھے (گتے) کے ساتھ بند ہیں اور اس کا اصل فرشتے کے آگے ہے۔ مقاتلؒ سے روایت ہے کہ عرش کے دائیں طرف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ لوح محفوظ سفید موتی کی ہے۔ اس کے صفحات سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا قلم اور اس کا نوشتہ نور ہے۔ ہر دن اللہ تعالیٰ اس میں چھتیس مرتبہ نظر کرتا ہے۔ کسی کو پیدا کرتا ہے، کسی کو رزق دیتا ہے، کسی کو مارتا ہے، کسی کو زندہ کرتا ہے، کسی کو غربت دیتا ہے، کسی کو ذلت، جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (ابن کثیر جلد 10 ص 201 یمحو الله مایشاء ویثبت ابن کثیر جلد 5 ص 271۔)

عبداللہ امرتسری روپڑ 20۔ ربیع الثانی 1353ھ مطابق 2۔ اگست 1934ء

(حوالہ مذکور صفحہ 160، 161)

6......**سوال:** کیا آدم علیہ السلام بہ وجہ خطا کرنے کے آسمان سے اتارے گئے تھے یا زمین پر کسی باغ میں تھے؟

(ابوسعید عبدالرحیم متعلم مدرسہ شمیہ عربیہ ویرووال ضلع امرتسر۔ 28۔ فروری 1936ء)

جواب: مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ میدانِ محشر میں اولین وآخرین جب آدم علیہ السلام کے پاس آکر شفاعت کی درخواست کریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے لیے جنت کا دروازہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھلوایئے، تو آدم علیہ السلام عذر کریں گے کہ میرے ہی گناہ نے تو تمھیں جنت سے نکالا ہے تو اب میں دخول جنت کے لیے کس طرح سفارش کر سکتا ہوں۔ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آدم علیہ السلام اسی جنت میں تھے جس میں اہل ایمان جانے والے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے ولکم فی الارض مستقر یعنی جنت سے اترنے کا حکم دے کر فرمایا کہ تمھارا زمین میں ٹھکانا ہے۔ یہ آیت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آدم علیہ السلام اسی جنت میں تھے۔ اگر پہلے ہی سے زمین پر ہوتے تو یوں کہتے ولکم فی موضع آخر مستقر یعنی تمھارا ٹھکانا اب دوسری جگہ ہے۔ اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ آدم علیہ السلام اسی جنت میں تھے۔ معتزلہ ایک گمراہ فرقہ گزرا ہے، اس کا خیال ہے کہ آدم علیہ السلام جس جنت میں تھے، وہ زمین پر کوئی باغ تھا۔ اب نیچریوں اور مرزائیوں کا بھی یہی خیال ہے۔

عبداللہ امرتسری 4۔ ذی الحجہ 1354ھ

(حوالہ مذکور صفحہ 162، 163)

7......سوال: کیا اللہ تعالیٰ کی عبادت افضل ہے یا مخلوق کی خدمت؟

ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کا بھوکا نہیں ہے، مخلوق ہماری خدمت کی بھوکی اور حاجت مند ہے۔ خدا کی عبادت روزہ، حج، زکوٰۃ، خیر خیرات سب ایک کونے میں رکھ دیں اور مخلوق کی خدمت شروع کریں۔

(عبداللہ بن محمد سلیمان از بنگلور سٹی)

جواب: اللہ تعالیٰ بے شک ہماری عبادت کا بھوکا نہیں، لیکن ہم تو اس کی عبادت کے بھوکے ہیں۔ جیسے کھائے پیے بغیر ہماری جسمانی حیات قائم نہیں رہ سکتی، اسی طرح ہماری روحانی بقا عبادت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ روحانی بقا وصالِ الٰہی سے ہے اور وصال الٰہی عبادت الٰہی سے ہے۔ پس اس حیثیت سے عبادت الٰہی کی ہمیں زیادہ ضرورت ہے۔ مگر حقیقتِ امر یہ ہے کہ مخلوق کی خدمت عبادت الٰہی سے الگ شے نہیں۔ کیوں کہ قرآن مجید میں ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴿٥٦﴾ یعنی میں نے جنوں اور انسانوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوصرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اگر خدمت مخلوق کو عبادت الٰہی سے خارج کر دیا جائے تو لازم آتا ہے کہ انسان ہمدردی کے لیے پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ اگر انسان کی پیدائش ہمدردی کے لیے نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ انسان کو اس کا حکم کیوں دیتا؟ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدمتِ مخلوق بھی عبادت الٰہی میں داخل ہے۔ ہاں اگر سوال میں عبادت سے مراد بدنی عبادت ہو تو اس صورت میں بے شک خدمتِ مخلوق عبادتِ الٰہی سے الگ شمار ہو سکتی ہے۔ مگر جب پیدائش انسان کی دونوں کے لیے ہے تو دونوں ضروری ہوئیں۔ ایک کو غیر ضروری کہنا غلط ہے۔ اور مندرجہ ذیل شہادت سے بھی دونوں کا ضروری ہونا ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ہے

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَۨا ۝ (سورہ النساء :26)

یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ ماں باپ اور قرابتی کے ساتھ احسان کرو۔ نیز یتیموں، مسکینوں کے ساتھ بہتر سلوک کرو۔ نیز ہمسایہ قرابتی، ہمسایہ بیگانہ، اپنے پہلو کا ساتھی، مسافر، مملوک ان سب کے ساتھ احسان کرو۔ تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو خدا بالکل دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا کی عبادت بھی ضروری ہے اور مخلوق کے ساتھ احسان وسلوک کرنا بھی ضروری ہے۔ دونوں پر عمل کرنا چاہیے۔ صرف ایک کو افضل سمجھ کر دوسرے میں سستی کرنا جائز نہیں۔

عبداللہ امرتسری 18۔ رجب 1354ھ مطابق 18۔ اکتوبر 1935ء

(حوالہ مذکور صفحہ 168، 169)

8......**سوال:** مسجد کی عمارت گر جائے تو کیا اس مسجد کا سامان اور زمین کسی دوسری جگہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت کے لیے استعمال ہوسکتی ہے؟

(فضل عظیم قریشی)

جواب: مسجد وقف کی قسم سے ہے اور وقف عقد لازم ہے، یہ فسخ نہیں ہوسکتی۔ حدیث میں ہے لایباع اصلها ولایوهب ولا یورث یعنی وقف چیز نہ فروخت ہوسکتی ہے، نہ ہبہ کی جاسکتی ہے اور نہ وراثت میں لی جاسکتی ہے۔ اس بنا پر مسجد کی عمارت خواہ بالکل خراب ہوجائے، وہ چٹیل میدان وقف ہی رہے گا۔ لیکن اب دیکھنا چاہیے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کی صورت کیا ہے۔ اگر مسجد کی صورت میں اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے تو یہ اول نمبر ہے۔ اگر وہاں مسجد بننے کی کوئی صورت نہیں، مثلاً وہ کسی وجہ سے مسجد کے قابل نہیں رہی یا اسے بنانے کے لیے پیسوں کا انتظام ہونا مشکل ہے اور نماز کے لیے دوسری مسجد موجود ہے یا کوئی اور وجہ ہے تو اس مسجد کو کسی اور وقف میں تبدیل کردیا جائے جس سے دوسری مسجد کو فائدہ پہنچے مثلاً یہ جگہ کرایہ پر یا ٹھیکے پر دے دی جائے یا اس میں کھیتی باڑی کی جائے یا کوئی شخص اپنے پیسوں سے یہاں دکان یا مکان بنائے اور اس کے کرایہ سے اپنا قرض پورا کرکے اس کو چھوڑ دے یا کرایہ ادا کرتا رہے۔

اگر وقف رہنے کی صورت میں دوسری مسجد کو فائدہ نہیں تو پھر فروخت کرکے اس کی قیمت دوسری مسجد پر خرچ کردی جائے۔ اگر دوسری مسجد پر ضرورت نہ ہو تو درس وتدریس یا کسی اور نیک مصرف میں لگا دی جائے۔ بہرصورت جو شے خدا کی ہوچکی حتیٰ الوسع کسی نہ کسی طرح اس کو اسی راہ میں صرف کرنا چاہیے، ضائع نہ ہونے دے۔ اگر کوئی اور صورت نہ ہو تو قبرستان ہی سہی۔ کیوں کہ یہ بھی مسلمانوں کے عام فائدے کی شے ہے۔ ہاں اگر معاملہ طاقت سے باہر ہوجائے تو جدھر جاتی ہے جانے دے۔

منتقی باب مایصنع بفاضل مال الکعبه میں ہے: عن عائشة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لولا ان قومك حديثو عهد بجا هلية او قال بكفرلا نفقت كنزالكعبة في

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبیل اللہ ولجعلت بابھا بالارض ولادخلت فیھا من الحجر

(رواہ مسلم)

یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، اگر تیری قوم جاہلیت کے ساتھ نئے زمانے والی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کا خزانہ نکال کر فی سبیل اللہ تقسیم کر دیتا اور بیت اللہ کا دروازہ زمین کے ساتھ ملا دیتا اور حجر کا کچھ حصہ بیت اللہ میں داخل کر دیتا۔

بیت اللہ کے خزانے سے مراد وہ مال ہے جو لوگ بیت اللہ کی خاطر نذر دیا کرتے تھے جیسے مساجد میں لوگ دیتے ہیں۔ یہ خزانہ بیت اللہ میں اسی طرح دفن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم نے جب دیکھا کہ یہ بیت اللہ کی حاجت سے زائد بے کار ہے تو خیال ہوا کہ اس کو فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا جائے، لیکن کفار چوں کہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، خطرہ تھا کہ کہیں وہ بدظن نہ ہو جائیں، اس لیے چھوڑ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب وقف کی حالت ایسی ہو جائے کہ ضائع جاتی نظر آئے تو اس کی کوئی ایسی صورت بنانی چاہیے جس سے وہ ضائع نہ ہو۔

کشف القناع عن متن الاقناع جلد 2 ص 471 میں ہے

واحتج الامام بان ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد حول المسجد الجامع من التمارین ای بالکوفۃ۔

یعنی امام احمدؒ نے تبدیل وقف پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے جامع مسجد کھجوروں کے تاجروں سے بدل دی یعنی بدل کر کوفہ میں دوسری جگہ لے گئے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ شارع عام تنگ ہو گیا تو انھوں نے مسجد کا کچھ حصہ راستے میں ڈال دیا۔ ملاحظہ ہو فتاوی ابن تیمیہؒ کتاب الوقف جلد 31 ص 252۔ غرض اس قسم کے تصرفات اوقاف اور خیرات میں درست ہیں جن سے وہ ضائع نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو بلکہ بڑھے یا محفوظ ہو جائے۔ بلکہ حنفیہ کا بھی آخری فتویٰ اس پر ہے، چنانچہ ردالمختار جلد 3 ص 407 میں اس کی تصریح کی گئی ہے، اور امام محمد نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر وقف بے کار ہو جائے تو اس کے اصل مالک یا وارثوں کے ملک میں چلا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ وقف کی غرض پر مدار ہے۔ حتیٰ الوسع اس کو ضائع نہ ہونے دے ورنہ حوالۂ خدا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی 9۔ دسمبر 1938ء

(حوالہ مذکور صفحہ 322 تا 324)

10......**سوال:** مولانا روم کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا ان کی تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق ہے؟

جواب: کچھ مطابق ہے کچھ خلاف بھی ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ ہر شے میں (حق) ہے۔ یعنی خدا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ کیوں کہ قرآن وحدیث میں ہے کہ اللہ عرش پر ہے۔ ہاں اگر حق سے مراد یہ ہو جس کی طرف مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ ہے تو پھر ہر شے میں حق کا ہونا ٹھیک ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ (سورہ الحجر: 85)

ہم نے آسمان، زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کو صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

یعنی ان اشیاء کی پیدائش لغو نہیں بلکہ کسی فائدے کے لیے ہے یا یہ اشیاء وہم اور خیال نہیں جیسے ایک گمراہ فرقے (سوفسطائیہ) کا مذہب ہے بلکہ یہ سچ مچ ہیں اور ہر شے اپنے اندر ایک حقیقت رکھتی ہے۔

(فتاویٰ جلد اول صفحہ 105، 106)

11......**سوال:** کیا شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیز مقلد تھے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: شاہ ولی اللہؒ آخر میں میں ادھر ہی مائل ہو گئے (یعنی غیر مقلدیت کی طرف) شاہ عبدالعزیزؒ نے چار مصلوں کی مذمت کی ہے جو بیت اللہ میں قائم کیے گئے تھے۔ ملاحظہ ہو تفسیر عزیزی زیر آیت کریمہ وما اللہ بغافل عما تعملون نیز شاہ ولی اللہ کا وصیت نامہ دیکھیے۔ انھوں نے اپنی اولاد کو تقلید سے روکا ہے۔

عبداللہ امرتسری 12۔ ذی قعدہ 1353ھ

(فتاویٰ۔ صفحہ 108)

12 ......**سوال:** مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اپنے آپ کو حنفی اہل حدیث کہلاتے تھے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا مولانا نذیر حسین محدث دہلوی بھی تقلید شخصی کو صحیح سمجھتے تھے؟

جواب: مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم جس معنی سے حنفی اہل حدیث کہلاتے تھے، اس معنی سے تقلید شخصی کی شرعی حیثیت کچھ نہیں رہتی۔ کیوں کہ اہل حدیث کے ساتھ حنفیت کے اضافے کا صرف یہ مطلب ہے کہ جو مسئلہ قرآن وحدیث سے نہ ملے اس میں اپنی رائے سے کسی امام کا قول لینا بہتر ہے اور ہندوستان میں چوں کہ حنفی مذہب زیادہ مروّج ہے، اس لیے انھی کی موافقت ان کو انسب معلوم ہوئی۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی اور زیادہ مذہب مروّج ہوتا تو اس کی موافقت کرتے، گویا تقلید شخصی شرعاً کوئی شے نہیں، صرف رواجی شے ہے اور وہ بھی صرف اس وقت جب کہ قرآن وحدیث سے کوئی مسئلہ نہ ملے، اگرچہ ہم اس میں بھی مولانا محمد حسین مرحوم کو غلطی پر سمجھتے ہیں، کیوں کہ رواج سے متاثر ہونا عالم کی شان نہیں۔ بلکہ جس امام کا قول کسی وجہ سے راجح اور انسب معلوم ہو، اسے لے لیا جائے۔ نیز ہمیشہ ایک قول لینے میں عوام کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ شاید ہر مسئلے میں یہی مذہب حق ہے۔ چنانچہ تقلید شخصی دنیا میں اس طرح پھلی پھولی، اور آپ کو بھی مولوی محمد حسین مرحوم کی حنفیت کے اضافے سے دھوکا لگا ہے، اس لیے ہمارا کہنا تو یہی ہے کہ مولوی محمد حسین مرحوم نے غلطی کی۔ لیکن اگر آپ یا دیگر حنفی مولوی محمد حسین مرحوم کی روش اختیار کر لیں تو قریباً سارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرحلے طے ہو جائیں اور صرف انیس بیس کا فرق رہ جائے۔

عبداللہ امرتسری

(فتاویٰ صفحہ 108، 109)

13......سوال: کوئی ہندو مسجد کے کنوئیں میں یا مسجد میں مال صَرف کرنے کو بہ خوشی کچھ رقم دے دے تو اسے از روئے شریعت کنوئیں یا مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

جواب: مال کے متعلق دریافت کر لینا چاہیے۔ اگر بالکل حلال ہو تو اسے قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں اور مسجد وغیرہ پر بھی وہ لگ سکتا ہے۔ بیت اللہ شریف کفار ہی کا بنا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ صرف اتنا کہا کہ انھوں نے بیت اللہ شریف کو چھوٹا کر دیا اور دروازے کو اونچا کر دیا۔ اگر یہ قوم نومسلم نہ ہوتی تو میں بیت اللہ شریف کو اصلی بنیادوں پر بنا دیتا اور دروازہ زمین کے ساتھ ملا دیتا۔ اور دو دروازے بنا دیتا۔ ایک داخل ہونے کا اور ایک نکلنے کا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کفار کا روپیہ مسجد پر خرچ ہو سکتا ہے، بشرطے کہ حلال کمائی کا ہو۔ چنانچہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ کفار نے حلال روپیہ جمع کر کے بیت اللہ شریف پر لگایا تھا، مگر حلال روپیہ چوں کہ کم ہو گیا اس لیے انھوں نے بیت اللہ شریف کو چھوٹا کر دیا۔

کفار کا روپیہ مسجد میں لگانے میں اور تو کوئی خرابی نہیں، صرف بدنامی کا باعث اور اعتراض کا ذریعہ ہے کہ مسلمان ایسے بے حمیت ہو گئے ہیں کہ اپنے عبادت خانے بھی آباد نہیں کر سکتے، جب تک کہ غیروں کی امداد نہ لیں۔ اس بدنامی اور اعتراض سے بچنے کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ روپیہ کفار سے لے کر کسی غریب اور مسکین کو دے دیا جائے۔ بیت اللہ شریف بے شک کفار نے اپنی حلال کمائی سے بنوایا تھا مگر اس وقت بیت اللہ شریف پر انہی کا قبضہ تھا، بلکہ اس امت کے اہلِ اسلام کا اس وقت وجود ہی نہ تھا، کیوں کہ یہ نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت بارہ تیرہ سال کی تھی۔ موجودہ مساجد پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت مسلمانوں کا قبضہ ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ مسلمان انھیں اپنی حلال کمائی سے آباد کریں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

(فتاویٰ اہل حدیث جلد اول صفحہ 325)

حضرت حافظ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے بعض حضرات نے شاید نہیں پڑھے ہوں گے۔ قارئین کرام ان چند فتاویٰ سے جو گزشتہ صفحات میں درج کیے گئے ہیں، اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ کس قدر حاضر جواب، صاف گفتار اور معتدل مزاج ہیں اور کس درجہ خوب صورت اسلوب میں ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے جس کا انھیں بارگاہِ الٰہی سے مستحق قرار دیا گیا۔ بے شک وہ مرتبۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

{OOO}

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواں باب

اخبار ''تنظیم اہل حدیث'' کا اجرا

اب آیئے حضرت حافظ صاحب کی صحافت کی طرف۔ لیکن اس سے پہلے اہل حدیث کے قدیم دور کے چند رسائل و جرائد کا تذکرہ ضروری ہے۔ حتمی طور سے تو نہیں کہا جا سکتا، لیکن میرا خیال ہے کہ متحدہ ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کا پہلا مجلہ (یا جریدہ) ''اشاعۃ السنہ'' تھا جو مولانا محمد حسین بٹالوی نے جاری کیا۔ پھر رسائل وجرائد کی اشاعت کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ مولانا عبدالغفار حسن مرحوم کے جدِ امجد مولانا عبدالجبار عمر پوری نے 1902ء میں کلکتہ سے ماہنامہ ''ضیاء السنہ'' جاری کیا، 1903ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے امرتسر سے ہفت روزہ ''اہل حدیث'' جاری کیا، 1922ء میں مولانا عبدالوہاب دہلوی نے دہلی سے ''صحیفہ اہل حدیث'' جاری کیا۔ اسی اثنا میں دہلی سے دارالحدیث رحمانیہ کی طرف سے ماہنامہ ''محدث'' جاری کیا گیا۔ یہ اخبار دراصل مدرسہ رحمانیہ کے طلبا کو تحریری تربیت دینے کے لیے جاری کیا گیا تھا۔ لیکن اس میں اس دور کے مشہور علمائے کرام بھی لکھتے تھے اور یہ ایک علمی رسالہ تھا۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے سیالکوٹ سے ''ہادی'' جار فرمایا۔ مولانا عبداللہ ویروالوی نے اپنے گاؤں ویرو وال افغاناں (ضلع امرتسر) سے بھی اشاعۃ السنۃ کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا تھا جو قیامِ پاکستان تک کئی سال جاری رہا۔ مولانا عبدالحنان علوی نے دہلی سے ہفت روزہ ''اہل حدیث گزٹ'' جاری کیا، مولانا اسماعیل غزنوی نے امرتسر سے ''خدام کعبہ'' کے نام سے ایک ہفت روزہ جاری کیا، مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے امرتسر ہی سے 1927ء میں ہفت روزہ ''توحید'' جاری فرمایا۔ سوہدرہ (ضلع گوجراں والا) سے مولانا عبدالمجید سوہدروی نے ہفت روزہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مسلمان" جاری کیا۔ اس طرح برصغیر کے بہت سے مقامات سے متعدد رسائل وجرائد کا اجراعمل میں آیا، جن کے ذریعے سے مسلک اہل حدیث کی ترویج واشاعت کا دائرہ روز بروز وسیع ہونے لگا۔

5۔ فروری 1932ء (26۔ رمضان المبارک 1350ء) کو روپڑ سے حضرت حافظ عبداللہ روپڑی نے اخبار "تنظیم اہل حدیث" جاری کیا۔ ابتدا میں یہ پندرہ روزہ تھا اور حضرت حافظ صاحب اس کے مدیر تھے۔ اس کے اجرا کا پس منظر یہ ہے کہ 1932ء میں جماعت اہل حدیث پنجاب کی ایک تنظیم قائم کی گئی تھی، جس کے امیر حضرت شاہ محمد شریف گھڑیالوی کو بنایا گیا تھا۔ اس وقت حضرت حافظ صاحب روپڑ میں سکونت پذیر تھے اور وہاں مدرسہ دارالحدیث کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے۔ اس تنظیم کے قیام میں حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی کو بڑا دخل تھا۔ تنظیم کی تشہیر اور جماعت اہل حدیث کی نشر واشاعت کے لیے ان کی ادارت میں اس اخبار کا اجراعمل میں آیا۔ اس وقت شہر روپڑ ضلع انبالہ کی ایک تحصیل تھا اور صوبہ پنجاب میں داخل تھا۔ تقسیم ملک کے بعد حکومتِ ہند نے اسے ضلعے کا درجہ دے کر ہماچل پردیش میں شامل کر دیا۔

تنظیم اہل حدیث کے اغراض مقاصد یہ تھے:

1۔ توحید وسنت کی اشاعت، بدعات ورسوم سے پاک سلف صالح کے طریق پر اسلام پیش کرنا۔

2۔ اتفاق بین المسلمین کے لیے بہترین طریق پیش کرنا۔

3۔ تنظیم جماعت اہل حدیث کے اغراض ومقاصد کی وسیع طور پر اشاعت کرنا۔

4۔ مخالفین اسلام کا احسن طریق سے جواب دینا۔

5۔ ادق علمی مسائل کو آسان پیرائے میں واضح کرنا۔

6۔ عہد حاضر کی تمام قومی وملی ضروریات کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرنا۔

جس زمانے میں اخبار "تنظیم اہل حدیث" جاری ہوا، اس وقت ہندوستان پر انگریزوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حکومت تھی اور ملک میں بہت سے مذاہب تھے جن کے ماننے والے ان مذاہب کی تبلیغ میں سرگرم تھے، تصنیفی صورت میں بھی، اخبارات کی شکل میں بھی اور تقریری رنگ میں بھی۔

عیسائی پادری عیسائیت پھیلانے کے لیے کوشاں تھے، آریہ سماجی اور سناتن دھرمی ہندو مذہب کی اشاعت کے لیے جدو جہد کر رہے تھے، مرزائیت کی تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری تھا اور اس کے مبلغ لوگوں کو گمراہ کرنے میں پوری طرح متحرک تھے۔

اس اخبار کے پہلے اداریے کا عنوان تھا: ''تنظیم اہل حدیث کا اجرا اور اس کی ضرورت'' اداریے کی فوٹو کاپی ہمارے دوست حکیم محمد یحییٰ ڈاہروی نے ہمیں عنایت کی ہے، لیکن اس کا پڑھنا کچھ دشوار ہے اور الفاظ کٹے ہوئے ہیں۔

''تنظیم اہل حدیث'' اس وقت اسلام کی تبلیغ اور مسلک اہل حدیث کی ترویج کا مؤثر ذریعہ تھا۔ اس میں مرزائیت کا مقابلہ کیا جاتا تھا اور جو لوگ مسلک اہل حدیث پر حملہ آور ہوتے اور اسے نشانۂ تنقید بناتے، ان کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل کی پوری قوت سے دیا جاتا تھا۔

پھر اس اخبار میں حضرت حافظ صاحب کے فتوے شائع ہوتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب چوں کہ وسیع المطالعہ عالم تھے، تفسیر، حدیث، فقہ، لغت اور اصول پر گہری نظر رکھتے تھے اور ہر فتوے کا جواب آسان انداز میں وضاحت سے دیتے تھے، اس لیے کثیر تعداد میں لوگ ان سے مسائل پوچھتے اور ان کے جواب سے انھیں اطمینان ہو جاتا۔

فتوے کا مستقل عنوان ''الاحکام والشرائع'' تھا اور تفسیر قرآن کا عنوان تھا، ''معارف القرآن''۔

مسلک اہل حدیث کے بعض پہلوؤں پر احناف اور شیعہ اہل علم بھی اعتراض کرتے ہیں اور بعض اوقات اس معاملے کو بڑا طول دیتے ہیں، تنظیم اہل حدیث میں ان کے اعتراضات کا جواب دیا جاتا تھا۔ پھر منکرین حدیث بھی میدان میں تھے، ان سے بھی پنجہ آزمائی کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ ''تنظیم اہل حدیث'' کی حیثیت کتاب وسنت کے ایک عظیم مبلغ کی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن دوسری جنگ کے زمانے میں جو ستمبر 1939ء سے جولائی 1945ء تک (چھ سال) جاری رہی، حالات بالکل بدل گئے۔ اس وقت کاغذ یورپی ملکوں سے بذریعہ سمندری جہاز آتا تھا اور جنگ کی وجہ سے راستے بند تھے، اس لیے اخباری کاغذ بہت مہنگا ہو گیا تھا بلکہ اس کا حصول ناممکن ہو گیا تھا، ان حالات میں مجبوراً 1943ء میں اخبار بند کرنا پڑا۔ تقریباً گیارہ سال یہ اخبار کتاب وسنت کی تبلیغ کرتا رہا اور اس کی آواز ہندوستان کے علاوہ برما، لنکا اور سعودی عرب تک پہنچی اور لوگوں نے اس کے مضامین ومندرجات سے استفادہ کیا۔

1945ء میں جنگ ختم ہوئی تو مطالبۂ پاکستان کی تحریک نے زور پکڑ لیا اور اخبار کا جاری کرنا مشکل ہو گیا۔ تقسیم ملک کے زمانے میں حضرت حافظ صاحب کے خاندان کے انیس افراد شہید کر دیے گئے اور وقت کی رفتار بالکل بدل گئی۔ یہ خاندان انتہائی کٹھن حالات کا مقابلہ کرتا ہوا پاکستان پہنچا اور کئی سال نہایت پریشانی کی حالت میں گزرے۔

پھر ایک دور آیا کہ لاہور کے ریلوے روڈ اور برانڈرتھ روڈ کے درمیان چوک دالگراں میں ایک وسیع جگہ حاصل کی گئی اور جامع قدس کے نام سے وہاں مسجد تعمیر کی گئی، وہیں 7۔ جولائی 1959ء (10۔ محرم الحرام 1379ھ) کو دوبارہ اخبار ''تنظیم اہل حدیث'' کا اجرا عمل میں آیا۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا، ابتدا میں یہ پندرہ روزہ تھا۔ پھر حکومت کی طرف سے ہفت روزہ کا ڈیکلریشن حاصل ہو گیا اور باقاعدگی کے ساتھ ہر جمعے کو شائع ہونے لگا۔ اس کے سرپرست خود حضرت حافظ محدث روپڑی تھے۔ انھوں نے موجودہ دور میں اخبار کی اہمیت وضرورت کی وضاحت بہ صورت تحریر حسب ذیل الفاظ میں فرمائی۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله: امابعد

یوں تو اللہ تعالیٰ کے احسان واکرام بے انتہا اور بے شمار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے جن عظیم احسانات کا قرآن مجید میں تذکرہ کیا ہے ان میں زبان سے نطق اور قلم سے تحریر کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے، چنانچہ قلم کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝۵

یعنی پڑھ، تیرا رب بہت کرم والا ہے، جس نے انسان کو قلم کے ساتھ علم سکھایا اور وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

''اب نئی روشنی کا زمانہ ہے۔ صنعتوں اور ایجادوں کا زور ہے۔ مادیات کی ترقی ہے۔ سائنس کا دور دورہ ہے۔ جہاں رب العالمین کی مہربانی سے سفر کی سہولتیں میسر ہیں وہاں افکار اور خیالات کے اظہار کا طریقہ بھی آسان کر دیا گیا ہے۔ ٹیلی فون کے ذریعے سے دور تک آواز پہنچ سکتی ہے۔ ٹیلی گراف کے ذریعے زبان کے بغیر آواز پیدا ہوسکتی ہے۔ لاسلکی کے ذریعے سے دور سے دور کی باتیں دریافت کر سکتے ہیں۔ دور بین سے میلوں تک دیکھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ریل یا جہاز کا خرچ برداشت کر سکتا ہو اور باوجود اس کے گھوڑے پر حج کرنے کی نذر مانے تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسا پہلے زمانے میں باوجود اونٹ گھوڑے پر قدرت رکھنے کے بعض لوگ پیدل حج کرنے کی نذر مانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ایسے لوگوں کو فرماتے کہ ''اللہ تعالیٰ کو ایسی عبادت کی ضرورت نہیں جس میں ناحق اپنے نفس کو عذاب دیا گیا ہو''۔ اس طرح اگر کوئی شخص دو تین پیسے خط پر خرچ کر کے دور کی خبر منگوا سکتا ہو، لیکن وہ ایلچی یا قاصد کا بوجھ اٹھائے یا فوری خبر کی ضرورت ہو اور باوجود اسباب مہیا ہونے کے اس کو توقف میں ڈال دے تو یہ سراسر بے وقوفی ہے۔ بلکہ انسان کو چاہیے کہ جوں جوں اللہ کی طرف سے سہولتیں میسر ہوں، حسب ضرورت ان سے فائدہ اٹھائے۔

''آج کل تبلیغ کا بہترین ذریعہ اخبار اور رسائل ہیں، درس وتدریس اگرچہ اصل چیز ہے مگر یہ تدریج چاہتی ہے، وعظ ونصیحت سے عموماً مقامی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ایک اخبار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ایسی چیز ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں جلد جلد شائع ہو کر بندگانِ خدا کی رہبری کرتا ہے۔ بچھڑے ہوؤں کو ملاتا ہے۔ قابل عمل امور کے متعلق مشورہ دیتا ہے۔ قوم کی اصلاح اور بہبود کی تجاویز پیش کرتا ہے۔ جماعتی نظام میں شیرازہ بندھی کا کام دیتا ہے۔ لوگوں کے سوالات حل کرتا ہے۔ ان کے استفتا کے حسب موقع جواب دیتا ہے۔ ہر وقت دین کی حفاظت کرتا ہے۔ مخالفین کے اعتراضات کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا ہے۔ پھر بڑی بات اس میں یہ ہے کہ جو شخص تھوڑا بہت تحریری مادہ رکھتا ہو وہ اس میں مضمون دے کر اپنی آواز کو اونچا کر سکتا ہے۔ بڑی آسانی سے وسیع پیمانے پر تبلیغ کر سکتا ہے۔ پس ان وجوہ کی بنا پر اخبار کا دوبارہ اجرا مناسب سمجھا گیا ہے۔ امید ہے کہ جماعت اس کی قدر کرتی ہوئی ہماری حوصلہ افزائی کرے گی اور اس کی اشاعت میں غیر معمولی حصہ لے گی۔ واللہ الموفق۔''

اخبار کے دوبارہ اجرا کا بہت سے اہل علم نے بذریعہ خطوط خیر مقدم کیا۔ خیر مقدم کرنے والوں میں ہندوستان کے مشہور عالم حضرت مولانا ابوالقاسم بنارسی کے برادر صغیر مولانا ابومسعود قمر بنارسی بھی شامل تھے۔ ان کے علاوہ اس فہرست میں مولانا ابوالسلام محمد صدیق (سرگودھا) حکیم محمد صادق سیالکوٹی اور مولانا محی الدین لکھوی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ یہ سب حضرات وفات پا چکے ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اب 1959ء سے 1978ء تک مسلسل انیس برس یہ اخبار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف رہا۔ لیکن پھر حکومت نے اس کی اشاعت پر پابندی عائد کردی جو تقریباً پانچ سال تک رہی پھر صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں دوبارہ اس کی اشاعت کی اجازت ملی چنانچہ پانچ سال اخبار بند رہا۔

پھر حالات کچھ سازگار ہوئے تو پانچ سال کے تعطل کے بعد 15۔ اپریل 1983ء (یکم رجب 1403ھ) کو اخبار جاری کیا گیا۔ اب اس کے سرپرستِ اعلیٰ حافظ عبدالقادر روپڑی تھے اور مدیر مسؤل حضرت عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی حافظ محمد جاوید روپڑی کو بنایا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سطور 6۔مئی 2011ء کو لکھی جا رہی ہیں۔اس حساب سے بہ فضل خدا تقریباً گزشتہ اٹھائیس برس سے "تنظیم اہل حدیث" ایک خاص انداز اور تسلسل کے ساتھ کتاب و سنت کی نشر و اشاعت کا فریضہ سر انجام دے رہا ہے۔اس وقت اس کے مدیر مسؤل حافظ محمد جاوید روپڑی ہیں اور نگرانِ اعلیٰ ہیں حضرت حافظ عبدالقادر روپڑی کے فرزندِ ارجمند صاحب زادہ عارف سلمان روپڑی۔

اس کی مجلس ادارت اس طرح ہے:

مدیر اعلیٰ: شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی۔

مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید۔

مدیر انتظامی: حافظ عبدالوہاب روپڑی۔

معاون مدیر: حافظ عبدالجبار مدنی۔

نائب مدیر انتظامی: مولانا عبداللطیف حلیم۔

اخبار میں باقاعدہ فتوے بھی شائع ہوتے ہیں، تفسیر قرآن کی اشاعت کا سلسلہ بھی خاص ترتیب کے ساتھ جاری ہے۔شخصیات پر بھی مضامین چھپتے ہیں، کتابوں پر تبصرے بھی کیے جاتے ہیں۔دیگر ضروری موضوعات سے متعلق بھی، مقالات معرضِ طباعت میں آتے ہیں۔

اداریہ بالعموم پروفیسر میاں عبدالمجید لکھتے ہیں۔

تفسیر قرآن لکھنے کی ذمہ داری حافظ عبدالوہاب روپڑی نے لے رکھی ہے۔یہ سلسلہ سورہ فاتحہ سے شروع کیا گیا تھا اور سورہ آل عمران قریب الاختتام ہے۔یہ نہایت اہم کام ہے جو حافظ عبدالوہاب روپڑی ہر ذی محنت سے کر رہے ہیں۔

فتاوے کبھی حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے شائع کیے جاتے ہیں، کبھی مفتی عبیداللہ خاں عفیف صاحب کے اور کبھی حافظ عبدالوہاب روپڑی صاحب کے۔

کئی سال پہلے اخبار "تنظیم اہل حدیث" میں حکیم محمد یحییٰ صاحب ڈاہروی نے انٹرویوز کا سلسلہ شروع کیا تھا۔وہ کسی نہ کسی عالم دین سے انٹرویو کرتے ہیں اور پھر وہ انٹریو اخبار میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائع ہوتا ہے۔ اس طرح علمائے کرام کے حالات اخبار میں چھپ جاتے ہیں۔

حکیم محمد یحییٰ کچھ عرصہ معاون مدیر اور جماعت اہل حدیث کے ترجمان کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

جماعت اہل حدیث کے اخبار میں انٹرویوز کا یہ اولیں سلسلہ ہے، جس کا آغاز ہمارے دوست حکیم صاحب ممدوح نے کیا۔ یہ لائق مطالعہ اخبار ہے اور حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی یادگار۔!

O...O...O

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسواں باب

چند معاصرین

حضرت حافظ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین کو گنتی شمار میں لانا ممکن نہیں۔ جس طرح وہ خود رفیع المنزلت عالم دین تھے، اسی طرح ان کے معاصرین علم وفضل اور عمل وکردار میں بلند مرتبے پر فائز تھے۔ ان حضرات میں سے یہاں مختصر الفاظ میں چند بزرگانِ کرام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری

حافظ صاحب کے ایک نہایت قابل ذکر معاصر مولانا ثناء اللہ امرتسری تھے، وہ متحدہ ہندوستان کے مشہور عالم اور بہت بڑے مناظر تھے۔ سو سے زائد کتابوں کے مصنف اور اسلام کے ممتاز مبلغ۔ انھوں نے تفسیر، حدیث، فقہ وفتویٰ ہر موضوع پر لکھا اور خوب لکھا۔ ان کے عہد کا ہندوستان بہت سے مذاہب کا گہوارہ تھا اور ہر مذہب کے علما ومبلغین خاص شہرت رکھتے تھے۔ ہندوؤں میں آریہ سماجی اور سناتن دھرمی اپنے مذہب کی تبلیغ میں ہر وقت کوشاں رہتے اور مسلمانوں کے مذہبی افکار پر سخت تنقید کرتے تھے، عیسائی پادری جگہ جگہ گھومتے پھرتے اور اسلام کو ہدف اعتراض ٹھہراتے تھے۔ مرزائیت کا فتنہ بھی پورے ملک میں پھیل چکا تھا۔ ان کے علاوہ شیعہ، حنفی (دیوبندی اور بریلوی) اصحابِ علم تھے، جن سے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مناظرات ومباحث کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

حضرت حافظ صاحب کے یہ معاصر 1868ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے اور انھوں نے 15۔ مارچ 1948ء کو سرگودھا میں وفات پائی۔

2۔ مولانا محمد جوناگڑھی دہلوی

حضرت حافظ صاحب مرحوم کے معاصرین کی وسیع فہرست میں ایک عالم شہیر مولانا محمد جوناگڑھی دہلوی تھے جو 1890ء میں ہندوستان کے صوبہ گجرات کے شہر جوناگڑھ میں پیدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔ جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، ان میں مولانا عبداللہ جونا گڑھی، مولانا عبدالوہاب دہلوی اور مولانا محمد اسحاق منطقی دہلوی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد انھوں نے دہلی ہی کو اپنا مسکن بنالیا اور تبلیغ اسلام کے لیے بہ یک وقت مندرجہ ذیل تین طریقے اختیار کیے۔

ایک تدریس کا طریقہ جس کے لیے انھوں نے مدرسہ محمدیہ جاری کیا اور بہت سے علما و طلبا نے اس مدرسے میں ان سے تحصیل علم کی۔

دوسرا طریقہ تھا تصنیف وتالیف کا۔ اس سلسلے میں انھوں نے پندرہ روزہ ''اخبار محمدی'' جاری کیا، جس کے ذریعے ان کا آوازۂ حق دور دور تک پہنچا۔ اخبار کے علاوہ انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، جن میں صلاۃ محمدی، زکوٰۃ محمدی، صیام محمدی، حج محمدی، توحید محمدی، فضائل محمدی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ کتابیں بہت چھپیں، بہت پڑھی گئیں اور لوگ ان کے مندرجات سے بہت متاثر ہوئے۔

پھر انھوں نے ترجمے کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ ترجمے میں ان کا بہت بڑا کارنامہ تفسیر ابن کثیر کا اردو ترجمہ ہے جو سلیس اور شگفتہ ترجمہ ہے۔ متن قرآن کا ترجمہ ان کا اپنا ہے جو بہترین ترجمہ ہے۔ علاوہ ازیں مولانا محمد جونا گڑھی نے امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی ضخیم عربی کتاب اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ کیا۔ اس ترجمے کی مولانا ابوالکلام آزاد نے بڑی تعریف کی۔

تبلیغ اسلام کا تیسرا طریقہ مولانا ممدوح نے تقریر وخطابت کا شروع کیا۔ وہ بہت بڑے خطیب اور بہت بڑے مناظر تھے۔

حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے اس نامور معاصر نے یکم مارچ 1941ء کو وفات پائی۔

3۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اپنے عہد کے ممتاز فضلا میں سے تھے۔ وہ 1874ء میں بمقام سیالکوٹ پیدا ہوئے۔ قرآن مجید گھر میں پڑھا۔ اس کے بعد سیالکوٹ کے مشن ہائی سکول میں داخل ہوئے۔ 1895ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ سکول کے زمانۂ تعلیم میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا غلام حسن سیالکوٹی سے علومِ دینیہ حاصل کرتے رہے۔

میٹرک پاس کرنے کے بعد سیالکوٹ کے مرے کالج میں داخلہ لیا۔ اس کالج میں علامہ اقبال ان کے ہم جماعت تھے۔ کالج کے دنوں میں دونوں نے مولانا میر حسن سے بھی استفادہ کیا۔ اس وقت وزیرآباد میں حضرت حافظ عبدالمنان کا سلسلۂ درس جاری تھا، مولانا کے والد مکرم قادر بخش میر نے بیٹے کو حضرت حافظ صاحب وزیرآبادی کی خدمت میں بھیج دیا۔ وہاں انھوں نے تفسیر، حدیث، فقہ واصول اور دیگر تمام مروجہ علوم کی تحصیل کی۔

حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی سے حصول علم کے بعد دہلی کا عزم کیا اور حضرت میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور ان کی سند واجازہ سے بہرہ مند ہوئے۔ حضرت میاں صاحب کے یہ آخری دور کے شاگردوں میں سے تھے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے وطن سیالکوٹ آئے اور درس وتدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے۔ انھوں نے پچاسی (85) کتابیں تصنیف کیں۔ 1906ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا قیام عمل میں آیا تو اس کی تنظیم کے لیے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور مختلف مقامات میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی شاخیں قائم کیں۔ غرض حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے اس نامور معاصر نے تقریر وتحریر اور درس وتدریس میں بے حد شہرت پائی۔

مولانا سیالکوٹی بیاسی (82) برس کی عمر پاکر 12۔ جنوری 1956ء (26۔ جمادی الاولیٰ 1375ھ) کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ اس سے اگلے روز 13۔ جنوری 1956ء کو بعد نماز جمعہ ان کا جنازہ پڑھا گیا۔ ہزاروں لوگ جنازے میں شریک تھے۔ ان سطور کا راقم بھی جنازے میں شامل تھا۔ جنازہ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔

4۔ حضرت حافظ محمد گوندلوی

حافظ صاحب گوندلوی 1897ء کو موضع گوندلاں والا (ضلع گوجراں والا) میں پیدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔ والد کا اسم گرامی مولوی فضل الدین تھا۔ حافظ صاحب نہایت ذہین تھے۔ عمر کی چند منزلیں طے کی تھیں کہ والد عین عالمِ جوانی میں وفات پا گئے۔ والدہ انتہائی صالحہ خاتون تھیں۔ انھوں نے بیٹے کو عالمِ دین بنانے کا عزم کیا، چنانچہ کچھ عرصہ وہ گوجراں والا میں مولانا علاء الدین مرحوم کے حلقۂ درس میں رہے۔ امرتسر کے مدرسہ غزنویہ کی اس زمانے میں بڑی شہرت تھی۔ والدہ نے فرماں بردار بیٹے کو اس مدرسے میں بھیج دیا اور وہاں انھوں نے جن اساتذہ گرامی کے حضور زانوئے شاگردی تہ کیے، وہ تھے حضرت امام عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالاول غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا محمد حسین ہزاروی۔

ان حضرات عالی قدر سے مروجہ علوم کی تکمیل کے بعد محدثِ پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے مستفید ہوئے۔

پھر دہلی کا قصد کیا اور وہاں کے مدرسہ طبیہ میں داخلہ لیا۔ یہاں ان کے استاذ مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں تھے۔ ان سے علم طب پڑھا۔ دہلی کے زمانۂ قیام میں مولانا احمد اللہ دہلوی، مولانا عبدالرحمن پنجابی، مولانا محمد اسحاق منطقی دہلوی اور مولانا عبدالرزاق پشاوری سے استفادے کا موقع ملا۔ اسی زمانے میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ مولوی فاضل کو اب فاضل عربی اور منشی فاضل کو فاضل فارسی کہا جاتا ہے۔

علوم متداولہ سے فراغت کے بعد حضرت حافظ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور بہت سی کتابیں بھی تصنیف کیں جو نہایت اہم موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ان کے شاگردوں کی تعداد کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ گوجراں والا، گوندلاں والا، اوڈاں والا، مدراس، دہلی، مدینہ یونیورسٹی، جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) وغیرہ مختلف مقامات میں ان کے درس وتدریس کے سلسلے جاری رہے اور کئی ہزار طالبان علوم نے ان سے حصول فیض کیا۔

20۔ اگست 1964ء کو حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے تو ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازِ جنازہ حضرت حافظ محمد گوندلوی نے پڑھائی۔ اس سے تقریباً اکیس برس بعد 4۔جون 1985ء (14۔رمضان المبارک 1405ھ) کو 90 برس کی عمر میں حضرت حافظ محمد گوندلوی نے وفات پائی۔ میں ان دونوں بزرگوں کے جنازے میں شامل تھا۔

5۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی

کسی زمانے میں ضلع گجرات (پنجاب) کے قصبہ کنجاہ میں ایک ہندو کھتری خاندان آباد تھا۔ اس خاندان کا ایک شخص کھڑک سنگھ تھا، جسے اپنے خاندان اور دوسرے لوگوں میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کے ایک بیٹے کا نام مول سنگھ تھا جو گوجراں والا میں پوسٹ ماسٹر تھا۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ مول سنگھ نے اسلام قبول کرلیا، اور وہ محمد سعید کے نام سے موسوم ہوا۔ پھر وہ گھر سے نکلا اور مختلف مقامات سے ہوتا ہوا حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری کے حلقۂ درس میں پہنچ گیا اور ان سے تحصیل علم کی۔ بعد ازاں دہلی جا کر حضرت میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر اور حدیث کا درس لیا اور ان سے سند حاصل کی۔ اب ان کا شمار برصغیر کے عظیم القدر علمائے کرام میں ہوا اور انھوں نے صوبہ یوپی کے شہر بنارس کو اپنا مسکن بنا لیا، اور وہ مولانا محمد سعید بنارسی کے نام سے مشہور ہوئے۔

مولانا محمد سعید بنارسی کے ایک فرزند گرامی مولانا ابوالقاسم بنارسی تھے، جو 21۔مئی 1890ء (یکم شوال 1307ھ) کو بنارس میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنے والد گرامی سمیت متعدد اساتذہ سے تحصیل علم کی، جن میں مولانا شمس الحق ڈیانوی، شیخ حسین بن محسن یمنی، حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی کے اسمائے گرامی بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی نے خدمتِ تدریس بھی سرانجام دی اور تصنیف وتالیف، مناظرہ وخطابت اور ملکی سیاسیات میں بڑی شہرت پائی۔ آزادیٔ وطن کے لیے وہ کئی مرتبہ گرفتار ہوئے۔ ان کی زندگی کا ایک عرصہ انگریزی حکومت کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیلوں میں گزرا۔ یہ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے نہایت قابلِ قدر معاصر تھے۔

انھوں نے 5۔نومبر 1949ء (3۔صفر 1369ھ) کو جمعۃ المبارک کے روز اپنے وطن بنارس میں وطن پائی۔

6۔ مولانا عبدالقادر قصوری

مولانا عبدالقادر قصوری 1862ء کے لگ بھگ ضلع گوجراں والا کے ایک قصبے دلاور چیمہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ پھر اورنٹیئل کالج لاہور میں داخلہ لیا اور امتحان دیا تو پورے کالج میں اول آئے۔ آئندہ چل کر ان کا شمار مشہور وکلا میں ہونے لگا۔ انھوں نے مستقل طور پر قصور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ 1919ء میں ہندوستان میں تحریک ترکِ موالات شروع ہوئی تو انھوں نے وکالت چھوڑ دی۔ وہ نہایت فیاض اور بے حد ایثار پیشہ بزرگ تھے۔ انھوں نے آزادیٔ وطن کے لیے بڑی جدوجہد کی اور انگریزی حکومت کی مخالفت کے جرم میں جیلوں میں رہے۔ ملک کے سیاست دانوں میں بھی انھیں انتہائی تکریم کا مقام حاصل تھا اور علمی حلقوں میں بھی انھیں نہایت محترم گردانا جاتا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد سے ان کے بہت ہی قریبی مراسم تھے۔ ان کے بیٹوں مولانا محی الدین احمد قصوری، مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب اور میاں محمود علی قصوری بار ایٹ لا نے بھی بڑی خدمات سرانجام دیں۔

حافظ عبداللہ روپڑی کے اس معاصر نے 16۔دسمبر 1942ء (6۔ذیقعدہ 1361ھ) کو لاہور میں وفات پائی اور دوسرے دن انھیں قصور میں دفن کیا گیا۔

7۔ سید محمد شریف شاہ گھڑیالوی

تقسیم ملک سے پہلے سید محمد شریف گھڑیالوی کا قصبہ گھڑیالا ضلع لاہور میں شامل تھا، تقسیم ملک کے بعد یہ قصبہ ہندوستان کے حصے میں آیا اور ضلع امرتسر میں شامل ہوا۔ شاہ صاحب کی ولادت 1866ء میں ہوئی۔ ان کے والد سید اصغر علی شاہ سکول میں مدرس تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحب نہایت متقی اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ان کے عہد کے تمام علمائے کرام ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ شاہ صاحب سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ نرم کلام اور ہمدردِ خلائق بزرگ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حلقۂ علماء میں انھیں انتہائی لائقِ تکریم سمجھا جاتا تھا۔ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ ایک مرتبہ ضلع امرتسر کی تحصیل اجنالا کے ایک گاؤں کمیر پور میں پنجاب کے اہل حدیث علمائے کرام کا اجتماع ہوا، جس میں یہ فیصلہ کرنا مقصود تھا کہ پنجاب کی جماعت اہل حدیث کا امیر کسے منتخب کیا جائے۔ اس کے لیے تین نام سامنے آئے، وہ تھے سید محمد شریف شاہ گھڑیالوی، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ ان تینوں بزرگانِ دین کے متعلق مشاورت ہوئی، لیکن جماعت کے منصبِ امارت پر شاہ صاحب کو فائز کیا گیا۔

شاہ صاحب مالی پٹواری تھے۔ نہ کسی سے رشوت لیتے اور نہ دیتے تھے۔ ان کو تبدیل کروانے کے لیے افسران بالا کو کچھ لوگوں نے شکایت کی کہ شاہ صاحب (تحصیل دار کے کہنے پر) ہم سے رشوت طلب کرتے ہیں۔ جب انکوائری ہوئی تو کچھ لوگوں نے شاہ صاحب کے خلاف جھوٹی گواہی بھی دے دی۔ لیکن شاہ صاحب نے اپنی صفائی میں فرمایا میرے گھوڑے کو چوری کا چارہ ڈال کر دیکھ لیا جائے، اگر یہ جانور چوری کا چارہ یعنی حرام مال کھالے تو پھر محمد شریف بھی حرام کھاتا ہے۔ اگر میرا جانور حرام مال نہ کھائے پھر محمد شریف کیسے کھا سکتا ہے؟ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب گھوڑے کو چوری کا چارہ ڈالا گیا تو اس نے اسے سونگھ کر منہ اس سے دور کر لیا۔ لیکن جب شاہ صاحب کی جیب سے خریدا گیا چارہ ڈالا گیا تو گھوڑے نے کھانا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر انکوائری آفیسر نے شاہ صاحب کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے مخالفین کو جب سزا دینا چاہی تو وہ تمام افراد شاہ سے معافی کے طالب ہوئے۔ شاہ صاحب نے ان کو رضائے الٰہی کے لیے معاف کر دیا۔

مسلمان تو ان کا احترام کرتے ہی تھے، ان کی نیکی اور ایثار کی بنا پر ہندو اور سکھ بھی ان کی بے حد تکریم کرتے تھے اور انھیں دیوتا قرار دیتے تھے۔ اس پیکر صالحیت نے جمعرات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے روز 25۔مئی 1944ء کو نمازِ فجر کے وقت وفات پائی اور ان کی وصیت کے مطابق حضرت مولانا نیک محمد نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، جس میں مختلف مقامات کے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

8۔ مولانا محمد سورتی

مولانا سعید احمد اکبر آبادی فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان میں عربی کے تین بڑے ادیب پیدا ہوئے اور تینوں وہابی۔ وہ تھے علامہ عبدالعزیز میمنی، مولانا عبدالمجید حریری اور مولانا محمد سورتی۔

مولانا محمد سورتی ہندوستان کے صوبہ گجرات کے موضع سامرود میں 1890ء (1307ھ) کو پیدا ہوئے، چوں کہ ان کا زیادہ قیام سورت میں رہا، اس لیے "سامرودی" کی نسبت کے بجائے، "سورتی" کی نسبت سے شہرت پائی۔

ابتدائی تعلیم موضع سامرود کے بعض اساتذہ سے حاصل کی۔ پھر مزید تعلیم کے لیے سورت چلے گئے اور کچھ عرصہ وہاں اقامت گزیں رہے۔ بعدازاں عازمِ بمبئی ہوئے اور وہاں کے چند مشہور اہل علم سے استفادہ کیا۔ بمبئی سے دہلی گئے اور وہاں حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی کے پوتے سید عبدالسلام دہلوی، مولانا عبدالوہاب دہلوی، مولانا شرف الدین دہلوی مولانا یوسف حسین خان پوری اور بعض دیگر حضرات سے مختلف علوم کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حیدر آباد (دکن) تشریف لے گئے اور وہاں بعض علمائے عصر سے استفادہ کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد جامعہ ملیہ (دہلی)، جامعہ رحمانیہ (بنارس)، دارالحدیث رحمانیہ (دہلی)، جامعہ اعظم (دہلی) اور دارالحدیث (بمبئی) میں ان کا سلسلۂ درس جاری رہا۔ نہایت ذہین تھے اور حافظہ بہت مضبوط تھا۔ عربی ادب سے بے حد شغف رکھتے تھے۔ ہزاروں عربی اشعار ان کے خزانۂ ذہن میں محفوظ تھے۔ حضرت حافظ صاحب کے اس معاصر کا لہجہ خالص حجازی تھا۔ حدیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بے پناہ محبت تھی اور اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق ان کے احساسات نہایت نازک تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر عمل پیرا ہونے کے لیے کوشاں رہے۔ مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ان کا سینہ حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گنجینہ اور دماغ لسانِ پیغمبر کا مرکز تھا۔ غالباً 1941ء میں گوجراں والا تشریف لائے تھے۔ ایک مجلس میں مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی موجود تھے۔ حاضرین مولانا سورتی کی گفتگو سے بے حد متاثر تھے۔ سر بڑا، بدن گداز اور کھلے ہاتھ پاؤں، نہایت روانی سے گفتگو کرتے تھے۔

مولانا سورتی کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ انھوں نے 7۔ اگست 1942ء کو وفات پائی۔

9۔ مولانا نیک محمد

حضرت حافظ صاحب روپڑی کے ایک صالح تریں اور بہ درجہ غایت متقی معاصر حضرت مولانا نیک محمد تھے۔ مولانا مرحوم موجودہ (آزاد کشمیر) کے موضع ''سگیاں والا'' (ضلع میرپور) میں تقریباً 1880ء میں پیدا ہوئے۔ اس وقت علمی اور مالی اعتبار سے یہ نہایت پسماندہ علاقہ تھا۔ مولانا نیک محمد نے ابتدائی تعلیم مختلف علمائے کرام سے حاصل کی، پھر امرتسر جا کر مدرسہ غزنویہ میں حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی اور مولانا عبدالاوّل غزنوی سے کتب حدیث کی تکمیل کی۔ معقولات میں مدرسہ غزنویہ کے ایک استاذ مولانا محمد معصوم ہزاروی سے استفادہ کیا۔ سندِ حدیث امام سید عبدالجبار غزنوی سے حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا نیک محمد نے مدرسہ غزنویہ ہی میں خدمت تدریس سرانجام دینا شروع کر دی۔ ان سے بے شمار حضرات نے تحصیل علم کی۔ تقسیم ملک (اگست 1947ء) تک وہ مدرسہ غزنویہ سے وابستہ رہے۔

تقسیم ملک کے زمانے میں جن حالات سے وہ امرتسر سے روانہ ہوئے اور پاکستان پہنچے وہ نہایت ہولناک اور انتہائی اذیت ناک حالات تھے۔ انھوں نے اپنے اہل وعیال سمیت راولپنڈی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس متبحر عالمِ دین اور جلیل القدر معلم قرآن وحدیث نے 6۔ جنوری 1954ء (29۔ ربیع الاول 1373ھ) کو راولپنڈی میں وفات پائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی

مولانا غزنوی جولائی 1895ء کے آخری ہفتے یا اگست 1895ء کے پہلے ہفتے میں بمقام امرتسر پیدا ہوئے۔ والد مکرم کا اسمِ گرامی حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی اور جدِ امجد کا حضرت سید عبداللہ غزنوی تھا۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد اور مولانا عبدالاوّل غزنوی سے حاصل کی۔ اردو اور حساب وغیرہ کے لیے مولانا گل محمد کے حضور زانوئے شاگردی تہ کیے۔ اس کے بعد دہلی جا کر حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری سے کتبِ حدیث پڑھیں اور مولانا سیف الرحمن کابلی سے علومِ عقلیہ کی تعلیم حاصل کی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد واپس امرتسر آئے اور اپنے آبائی مدرسے ''مدرسہ غزنویہ'' میں درس وتدریس کا آغاز کیا۔ تمام علوم متداولہ کی تحصیل کر چکے تھے۔ آباو اجداد کی طرح نہایت ذہین تھے اور ہر علم پر عبور حاصل تھا۔ قرآن وحدیث اور فقہ و ادب میں بالخصوص مہارت رکھتے تھے۔ ایک عرصے تک سلسلۂ تدریس جاری رہا۔ اس زمانے میں انگریزی حکومت کی مخالف جماعتیں بڑی سرگرم عمل تھیں، مولانا داؤد غزنوی بھی میدانِ عمل میں اترے اور انگریزی حکومت کے خلاف تقریریں کرنے لگے۔ بہت جلد ان کا شمار اونچے مرتبے کے سیاسی رہنماؤں میں ہونے لگا۔ طویل عرصہ ملک کی مختلف جیلوں میں رہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد سے بالخصوص قریبی تعلقات قائم تھے۔

مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے 16۔ دسمبر 1963ء کو وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین کی فہرست بہت وسیع ہے، لیکن یہاں ان کے صرف دس معاصرین کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جو درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے، نیز تقریر وخطابت میں بھی انھیں خاص شہرت حاصل تھی۔ پھر جماعتی اور غیر جماعتی حلقوں میں ان کا بے حد اثر تھا اور ان کی آواز نہایت توجہ سے سنی جاتی تھی۔

حضرت حافظ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ ان کے اقران ومعاصرین ان کا بے حد احترام کرتے تھے اور جس مجلس میں وہ تشریف لے جاتے، انھیں کامل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادب واکرام کے مستحق قرار دیا جاتا۔ ان سے اہم دینی مسائل پوچھے جاتے اور ان کی تحقیق کو خاص طور سے اہمیت دی جاتی۔ ان کے ہم عصر علماء مؤدب ہو کر ان کے سامنے بیٹھتے۔

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے ان کی خدمت میں تشریف لے جانے کا پروگرام بنایا تو از راہ تکرم مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے، میں نے دیکھا کہ مولانا بڑے ادب سے ان کی مجلس میں بیٹھتے اور نرم لہجے میں ان سے گفتگو فرماتے۔

ان کے جن دس معاصرین کا گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے بعض حضرات ان سے عمر میں کچھ چھوٹے ہیں، بعض بڑے اور بعض تقریباً ہم عمر۔ یہ تمام حضرات ان کا انتہائی اکرام فرماتے تھے۔ یہ سب بزرگانِ گرامی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

کسی شخص کی پہچان جہاں اس کی ذاتی نیکی اور علم وعمل ہے، وہاں اس کی پہچان کا سہارا اس کے اقصاد معاصرین بھی ہیں۔ حضرت حافظ صاحب کے یہ وہ معاصرین تھے، جن کے فضل وکمال اور ملی وملکی خدمات پورے برصغیر میں دھوم تھی اور جس مجلس میں وہ شرکت کرتے تھے، اس مجلس کے لوگ اسے اپنے وقار کی علامت قرار دیتے تھے۔ وہ بوقلموں ملا جہتوں کے مالک اور نہایت بلند کردار لوگ تھے۔ حضرت حافظ صاحب اپنے اوصافِ علمی کی بنا پر ان بزرگانِ دین کے بہترین افق تھے۔ افسوس ہے اس عالم آب وگل میں ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ ہم عاجز بندوں کی دعا ہے کہ اللہ ان سب کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہم گناہ گاروں کی بھی جو ان کے حالات بیان کر رہے ہیں، مغفرت فرمائے۔

☆O☆O☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارھواں باب

معمولات و عادات اور علمی فضیلت

1934ء میں مجھے پہلی دفعہ حضرت محدث روپڑی کی زیارت کا شرف اپنے وطن کوٹ کپورہ میں حاصل ہوا۔ اس وقت ان کی عمر پینتالیس پچاس کے درمیان ہوگی۔ میانہ قد، لاغر اندام، تیز آنکھیں، کھلی پیشانی، گھنی اور لمبی داڑھی جس کے سیاہ بالوں میں سفیدی کی دھاریاں دکھائی دے رہی تھیں، سرخی مائل گندمی رنگ، خاموش طبع اور نیچی نگاہ...... یہ تھے اس زمانے کے حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ۔

اس سے چار سال بعد 1938ء میں دوسری دفعہ فیروز پور کی انجمن اہل حدیث کے جلسے میں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح قیامِ پاکستان سے پہلے صرف دو دفعہ ان کے دیدار کا موقع ملا۔ قیامِ پاکستان کے بعد تو لاہور میں متعدد مرتبہ ان کی خدمت میں حاضری اور ان کی مجلس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، تنہا بھی اور حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے ساتھ بھی۔!

حضرت حافظ صاحب روپڑی پیکرِ علم، سراپا تحقیق اور مجسمۂ عبادت تھے۔ نہایت پرہیز گار۔ تقوے کی چلتی پھرتی تصویر اور خشیتِ الٰہی کا متحرک وجود۔

ان کے شاگردِ رشید مولانا ابوالسلام محمد صدیق مرحوم نے ''فتاویٰ اہل حدیث'' کے مقدمے کے آخری صفحے میں ان کی ''عادات وخصائل'' کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب بے مقصد گفتگو سے پرہیز کرتے۔ اگر ہنسنے کی کوئی بات ہوتی تو صرف مسکراتے، قہقہہ نہ لگاتے۔ غصے کی بات پر غصے کا اظہار کرتے، لیکن کسی کو برا بھلا نہ کہتے۔ سادہ لباس پہنتے، غذا جو ملتی کھا لیتے، البتہ کسی بیماری کی وجہ سے سرخ مرچ سے پرہیز کرتے۔ کسی طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے احکام دین کی مخالفت کی جاتی تو سخت خفگی کا اظہار فرماتے ۔ بدعتی کو برا سمجھتے، اسے سلام کہنے اور اس سے مصافحہ کرنے سے گریز کرتے ۔ بدعتی کی اقتدا میں نماز نہ پڑھتے ۔ اگر لاعلمی یا کسی مجبوری کی بنا پر اس کی اقتدا میں نماز پڑھی جاتی تو بعد میں نماز دہراتے ۔

وضو کے وقت ہمیشہ مسواک کرتے، کھانا ایک وقت کھاتے، داؤدی روزہ رکھتے، یعنی ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے، جس دن روزہ نہ رکھتے، کھانا اس دن بھی ایک وقت کھاتے ۔

سفر میں ہوتے یا گھر میں ہمیشہ تہجد پڑھتے اور روزانہ ایک پارے کی تلاوت فرماتے، نماز باجماعت پڑھتے، مولانا محمد صدیق فرماتے ہیں: ''ہمارے علم میں ایک بھی فرض نماز ایسی نہیں جو آپ نے جماعت کے بغیر پڑھی ہو۔''

حتی الوسع بیٹھ کر نماز نہ پڑھتے ۔ بیماری کے آخری دنوں میں بہت کمزور ہو گئے تھے، اس لیے مجبوراً چند نمازیں بیٹھ کر پڑھیں ۔

فتویٰ اور تعویذ کے سلسلے میں لوگ جو آپ کی خدمت کرتے، وہ بہت کم اپنے ذاتی مصرف میں لاتے، اس کا بیشتر حصہ نیک جگہوں پر خرچ کرتے ۔ ایسی دوا اور علاج سے پرہیز کرتے، جس کے ناجائز ہونے کا شبہ ہوتا ۔ جو وعدہ کرتے اس کا ایفا کرتے ۔

مولانا محمد صدیق تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالے ''اشاعۃ السنہ'' میں لکھا ہے کہ

> ''حافظ عبداللہ روپڑی علم و فضل میں حافظ عبداللہ غازی پوری کے ہم پلہ ہیں۔''

مولانا محمد اشرف سندھو نے حضرت حافظ صاحب کی کتاب ''بکرادیوی'' کے دیباچے میں لکھا ہے:

> ''مولانا عبدالرحمن مبارک پوری ایک دفعہ لاہور تشریف لائے اور مسجد چینیاں والی میں رونق افروز ہوئے ۔ میری اور سید محمد کی حاضری میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ صاحب کی شان میں انھوں نے فرمایا کہ ہندوستان میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک طالب علم عبداللہ عرب نجدی الاصل حافظ صاحب کے پاس روپڑ میں پڑھتا تھا۔ روپڑ کے رہنے والے ایک شخص سے کسی معاملے میں اس کی نزاع ہوگئی۔ حافظ صاحب نے اور طلبا نے اسے درگزر کرنے کو کہا مگر وہ مصر رہا اور سیدھا مبارک پور میرے پاس پہنچا۔ میں نے اس سے تمام کیفیت دریافت کی اور کہا کہ تم واپس چلے جاؤ، حافظ عبداللہ جیسا ذی علم اور لائق استاذ تمام ہندوستان میں کہیں نہیں ملے گا۔''

بہرکیف حافظ صاحب جلیل القدر عالم اور اونچے مرتبے کے معلم تھے۔ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی اور حضرت مولانا عبدالرحمن مبارک پوری جیسے رفیع المنزلت علمائے دین ان کی علمی قابلیت کا اعتراف کرتے اور ان کے اسلوب تدریس کی تعریف فرماتے ہیں۔

اب حضرت حافظ صاحب کے علم وفضل کے بارے میں چند واقعات اور ملاحظہ فرمایئے۔

☆...... حضرت کے ایک مشہور شاگرد مولانا محمد اشرف سندھو بیان کرتے ہیں کہ میں نے 1936ء اور 1937ء میں شیخ عبداللہ بن بلید آل سلیمان (رئیس حائل) کو مکہ معظّمہ میں موسم حج کے موقع پر دیکھا کہ دوران گفتگو میں جب مسائل کا ذکر ہوتا تو وہ ہر مسئلے کے متعلق کئی کئی کتابوں کی زبانی عبارتیں پڑھ دیتے اور ہر صفحے کی سطر بھی بتا دیتے اور واضح فرما دیتے کہ یہ مسئلہ فلاں صفحے کی اتنی سطر سے شروع ہوتا اور اتنی پر ختم ہوتا ہے۔ ہمیں اس پر بڑا تعجب ہوا اور ان سے پوچھا کہ آپ کی طرح کے حافظے والا عرب میں کوئی اور عالم بھی ہے؟ انھوں نے بتایا میرا چھوٹا بیٹا بہت ذہین ہے لیکن وہ میرا مقابلہ نہیں کر پاتا...... یہ کہہ کر انھوں نے فرمایا کہ آپ کے ملک ہندوستان میں بھی ایک عالم حافظ عبداللہ روپڑی کی یادداشت اور حافظے کا یہی عالم ہے اور وہ علوم کتاب وسنت اور کتب فقہ پر عبور رکھتے ہیں۔ کئی مشکل ترین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ادق مسائل میں دیکھا گیا ہے کہ ہر مسئلے کا حوالہ فوراً کتاب سے نکال کر بتا دیتے ہیں۔

☆...... حافظ مسعود روپڑی بتاتے ہیں کہ 1977ء میں ان کی ملاقات سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ چند اکابر علما سے انھوں نے میرا تعارف کرایا اور پھر حضرت حافظ صاحب روپڑی رحمہ اللہ کے بارے میں گفتگو شروع کر دی۔ تقریباً دو گھنٹے اس موضوع پر ان کا سلسلۂ کلام جاری رہا۔ آخر میں انھوں نے فرمایا: هو جبل العلم۔ (حافظ عبداللہ روپڑی علم کا پہاڑ ہیں۔)

☆...... حضرت حافظ صاحب کے اردو ''فتاویٰ اہل حدیث'' کو انھوں نے حافظ صاحب کا بہت بڑا علمی شاہ کار قرار دیا اور فرمایا کہ اسے سرکاری خرچ پر چھپوا کر مفت تقسیم کیا جائے گا۔ [1]

عرب علمائے دین کا کسی غیر عرب عالم کے لیے اس قسم کے تعریفی الفاظ استعمال کرنا بہت بڑی بات ہے۔

☆...... حضرت حافظ صاحب روپڑی کے متعلق ایک سکھ کا اظہارِ عقیدت ملاحظہ ہو:

حافظ صاحب کے صاحب زادے حافظ محمد جاوید بیان کرتے ہیں کہ تقسیم ملک سے قبل روپڑ میں ایک مرتبہ ایک سکھ اپنی بیوی کے ساتھ حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک بچہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ سکھ نے اپنے بچے کو آواز دی ''عبداللہ ادھر آؤ''۔ حافظ محمد جاوید کہتے ہیں کہ میں ایک سکھ بچے کا یہ نام سن کر حیران ہوا اور ان میاں بیوی سے یہ نام رکھنے کی وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ ان کی شادی پر بیس برس کا طویل عرصہ گزر چکا تھا، لیکن وہ اولاد سے محروم تھے۔ پھر وہ حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دعا کی درخواست کی تو یہ بچہ پیدا ہوا اور ہم نے اظہارِ عقیدت کے طور پر اس کا نام انھی

---

[1] دیکھیے حافظ عبداللہ محدث روپڑی کی علمی خدمات ص 146۔ (مقالہ ایم اے اسلامیات غیر مطبوعہ) از محمد طاہر ضیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام پر عبداللہ رکھ دیا۔ ❶

☆...... بیان کیا جاتا ہے کہ جنات بھی حضرت حافظ صاحب سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ روپڑ کی مسجد عالی میں، جس میں حضرت ممدوح درس وخطابت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے، وہاں ایک قاری صاحب بھی بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے اور حفظ کراتے تھے۔ ایک دفعہ قاری صاحب نے ایک لڑکے کو سبق نہ یاد کرنے پر مارا۔ رات کو قاری صاحب مسجد کی چھت پر گنبد کے قریب چار پائی پر سوئے۔ صبح کو اٹھے تو اپنے آپ کو مسجد کے خیمے میں بڑے میدان میں پایا۔ خیال گزرا کہ شاید یہیں سوئے ہوں گے۔ اگلی رات پھر مسجد کی چھت پر سوئے تو صبح کو وہی معاملہ درپیش تھا یعنی مسجد کے خیمے میں بڑے میدان میں چار پائی پر بیٹھے تھے۔ اس صورت حال سے سب حیران تھے۔ بات حافظ صاحب تک پہنچی تو آپ نے قاری صاحب سے فرمایا، قرآن پڑھنے والے بچوں کو مارا نہ کرو۔ قاری صاحب کی چار پائی کو جو اوپر سے نیچے لایا، دراصل وہ جن طالب علم تھا، جو قاری صاحب سے قرآن پڑھتا تھا اور اسے قاری صاحب نے مارا تھا۔ ❷

☆...... حافظ مسعود احمد روپڑی بتاتے ہیں کہ جنات نکالنا حضرت حافظ صاحب کا معمول تھا۔ جن آپ کے کہنے پر چلا جاتا، بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ جن کو پیغام بھیجتے اور وہ نکل جاتا اور پھر کبھی نہ آتا۔ ❸

☆...... ایک مرتبہ تحصیل جڑاں والا کے چک نمبر 70 گ ب سے میرے ایک دوست محمد اسماعیل مرحوم میرے پاس لاہور آئے۔ ان کے بیٹے (محمد) کو جن کا عارضہ لاحق تھا اور وہ جن اپنے آپ کو حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کا شاگرد بتاتا تھا اور کہتا تھا کہ حافظ صاحب تعویذ

❶ حافظ عبداللہ محدث روپڑی کی علمی خدمات ص 150۔ (مقالہ ایم اے اسلامیات غیر مطبوعہ) از محمد طاہر ضیا۔

❷ مقالہ حافظ عبداللہ روپڑی کی علمی خدمات ص 150۔

❸ ایضاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں گے اور ان کی طرف سے چلے جانے کا حکم آئے گا تو وہ چلا جائے گا۔ میں محمد اسماعیل کو ماڈل ٹاؤن حافظ صاحب کی خدمت میں لے گیا۔ ان سے واقعہ بیان کیا تو انھوں نے اسی وقت تعویذ لکھ کر اسماعیل کو دیا اور فرمایا اسے مریض کے گلے میں ڈال دو اور میری طرف سے جن کو پیغام دو کہ وہ چلا جائے، چنانچہ محمد اسماعیل نے جنّ کو حافظ صاحب کا پیغام پہنچایا اور وہ چلا گیا۔

☆...... ایک بزرگ مولانا نور اللہ بتاتے ہیں کہ قیامِ پاکستان کے بعد ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب ان کے گاؤں (چک نمبر 66) تشریف لے گئے۔ کافی مدت سے وہاں بارش نہیں ہو رہی تھی اور لوگ سخت پریشان تھے۔ انھوں نے حافظ صاحب سے دعا کی درخواست کی تو گاؤں سے باہر نکل کر کھلے میدان میں نمازِ استسقا ادا فرمائی۔ ابھی لوگ نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک دم آسمان پر بادل چھائے اور دیکھتے ہی دیکھتے بارش کا سماں پیدا ہو گیا اور بارش ہونے لگی۔ لوگ بھیگتے ہوئے گھروں میں پہنچے۔ ❶

بلا شبہ حضرت حافظ صاحب کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا تھا اور وہ اپنے عہد کے مستجاب الدعوات عالم دین تھے۔

☆...... ایک مرتبہ روپڑ کے گردونواح کے دیہات میں وبا پھیل گئی، جس سے بیسیوں لوگ روزانہ مرنے لگے۔ یہ نہایت اذیت ناک معاملہ تھا۔ وہاں کے لوگ دعا کے لیے حافظ صاحب کی خدمت میں آئے۔ آپ نے بارگاہِ خداوندی میں نہایت خشوع وخضوع سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور اس علاقے سے وبا ختم ہو گئی۔ ❷

☆...... حضرت حافظ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رات کے پچھلے حصے میں نمازِ تہجد پڑھ کر لیٹ گیا اور نیند آ گئی۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے کمرے میں بیٹھے وعظ فرما رہے تھے۔ میں

❶ مقالہ حافظ عبداللہ روپڑی کی علمی خدمات ص 150۔

❷ مقالہ حافظ عبداللہ محدث روپڑی ص 155۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب بیٹھا تھا۔ اچانک دیکھا کہ باہر کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے جو لنگڑا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف خاص مشفقانہ توجہ فرماتے ہوئے، اشارہ فرمایا کہ دیکھو باہر دروازے پر جو شخص کھڑا ہے، وہ میری حدیث کا منکر ہے۔ یہ میری امت میں فتنہ پیدا کرے گا۔ اس کے فتنے سے خود بھی بچنا اور میری امت کو بھی بچانے کی کوشش کرنا۔

حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو غور سے دیکھا تو وہ عبداللہ چکڑالوی تھا جو کہ منکرین حدیث کے گروہ کا بانی تھا۔ ❶

☆ ...... روپڑ کے علاقے ملک پور کا ایک مشہور تاریخی واقعہ سنیے!

یہ 1928ء کی بات ہے۔ سر چھوٹو رام کا بھتیجا پنا لال وہاں کا ڈی سی تھا اور ملک خضر حیات ٹوانہ کا چچا اللہ بخش ٹوانہ ایس ڈی ایم تھا۔

ملک پور میں سکھوں نے عید الاضحیٰ سے قبل اعلان کر دیا کہ اس مرتبہ مسلمانوں کو گائے کی قربانی نہیں کرنے دیں گے، اگر انھوں نے قربانی کی تو ان کا قتل عام ہوگا۔ پنجاب بھر سے تقریباً دس ہزار سکھ ملک پور پہنچ گئے اور انھوں نے چاروں طرف کیمپ لگا دیے۔ انتظامیہ نے فساد کا خطرہ بھانپتے ہوئے مسلمانوں کو گائے کی قربانی سے روکنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت حافظ عبداللہ صاحب نے ان کے فیصلے کو رد کر دیا اور فرمایا کہ اگر اس مرتبہ قربانی نہ ہوئی تو زندگی بھر کے لیے یہ سلسلہ رک جائے گا۔ آپ نے اعلان کروا دیا کہ قربانی ہوگی اور جانور مذبح میں بھجوا دیے۔ آپ کے ایک معتقد نے چھ گائیں بھیج دیں۔ پہلا دن شش و پنج میں گزر گیا، لیکن دوسرے دن حضرت حافظ صاحب نے کسی کی پروا کیے بغیر فرمایا کہ میں تو قربانی کے لیے جا رہا ہوں جو میرے ساتھ جانا چاہتا ہے آ جائے۔

پندرہ جانباز آپ کے ساتھ مذبح پہنچ گئے۔ آپ نے اپنے شاگردوں مولانا شہاب الدین اور مولانا عبدالقادر کے تعاون سے ایک گائے اپنے دست مبارک سے ذبح کی اور باقی

❶ مقالہ حافظ عبداللہ محدث روپڑی ص 155۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے ساتھیوں کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ دریں اثنا جب مسلمانوں کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بھی جہاد کے جذبے سے لبریز ہو کر نکل آئے۔

محدث روپڑی نے دیکھا کہ مذبح کے پہلو سے ایک فوج سفید گھوڑوں پر سوار سفید لباس میں ملبوس چلی آرہی ہے۔ آپ کے جاننے والے بہت سے چہرے اس فوج میں شامل تھے۔ آپ حیران ہو رہے تھے کہ یہ لوگ کب فوج میں بھرتی ہوئے۔ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ دیکھا سامنے سکھوں کا پہلا جتھا جو تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ہوگا اس جتھے میں سفید لباس والی فوج نے حملہ کر دیا اور انھیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اسی اثنا میں تقریباً پانچ سو مسلمان ادھر سے آنے والے سکھوں کے ساتھ مقابلے کے لیے آ گئے۔

سکھوں کی تعداد جو میدان جنگ میں قتل ہوئے، سات ہزار سے کم نہ تھی۔ ایک مسلمان پولیس افسر کے ایما پر مسلمانوں نے ریڑھے اور بیل گاڑیوں پر ان کی لاشوں کو لاد کر دریا میں بہا دیا۔ پولیس دیدہ دانستہ موقع سے غائب تھی۔ دوسرے دن مقدمہ درج ہوا، دونوں طرف سے گرفتاریاں ہوئیں۔ مسلمانوں کی طرف سے گرفتار ہونے والوں میں حضرت حافظ صاحب روپڑی کے بھائی حافظ عبدالرحمن بھی شامل تھے۔ مقدمہ انگلینڈ تک پہنچا لیکن اس میں سکھوں نے یہ اعتراف کیا کہ ہمیں مسلمانوں نے نہیں مارا بلکہ ہمیں سفید گھڑ سوار فوج نے مارا ہے۔ سکھوں کے اس بیان پر بہت سے مسلمانوں کو بری کر دیا گیا، صرف بیس افراد کو چھ چھ ماہ کی سزا ہوئی لیکن عدالت بالا نے بعد میں ان کو بھی بری کر دیا۔ ❶

☆......رانا عبدالغفور ساکن سمندری ضلع فیصل آباد جو لڑائی کے وقت وہاں موجود تھے، بیان کرتے ہیں کہ لڑائی سے قبل حضرت محدث روپڑی نے دو رکعت نماز ادا کی اور سجدے میں گر کر رو رو کر اللہ سے نصرت کی دعا مانگی۔ نتیجتاً اللہ نے فرشتے نازل کر دیے، جنھوں نے سکھوں کا صفایا کر دیا۔

☆......یہی واقعہ چودھری محمد علی ساکن چک نمبر 447 گ ب (تحصیل سمندری ضلع

❶ ملخص مسعود احمد روپڑی، مشاہیر الاسلام ص305، 306۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصل آباد) نے بھی بیان کیا ہے۔

☆...... ایک اور واقعہ محدث روپڑی کے بیٹے حافظ مسعود احمد سے منقول ہے، جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی غیبی امداد فرماتا ہے اور تھوڑے میں برکت عطا کر دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ

''ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب روپڑی کو طلباء کے لنگر خانے سے باورچی نے آ کر بتایا کہ سٹور میں آٹا ختم ہو گیا ہے۔ آپ نے کہا کوئی بات نہیں اللہ مالک ہے۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ چند مزدور آٹے کی بوریاں لادے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ انھوں نے وہ بوریاں سٹور میں رکھ دیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ بوریاں کس نے بھیجی ہیں تو کہنے لگے کہ ہمیں بھیجنے والے کا کچھ علم نہیں، صرف یہ سامان یہاں پہنچانے کا حکم ہوا ہے۔ جب یہ بات فوری طور پر حافظ صاحب کے علم میں لائی گئی تو آپ نے فرمایا ان مزدوروں کو بلاؤ۔ مگر جب انھیں ڈھونڈا گیا تو جنات کی طرح فوراً غائب تھے۔''[1]

گائے کی قربانی کا یہ واقعہ ہم نے تقسیم ملک سے قبل بہت سے لوگوں سے سنا تھا اور اسی طرح سنا تھا، جس طرح یہاں بیان کیا گیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے لوگ اسے اللہ کی بہت بڑی مدد اور ایک معجزہ قرار دیتے تھے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے خوراک کا بندوبست کر کے اپنے بندوں کی مدد کی تھی، کیوں کہ جو لوگ اپنی نظریں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رکھتے ہیں، کسی اور کی طرف ان کا دھیان نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا ہے اور انھیں مشکلات سے نکال دیتا ہے۔ اللہ کے بندے کسی موقع پر پریشان نہیں ہوتے بلکہ مطمئن رہتے ہیں، جیسے محدث روپڑی نے یہ سننے کے بعد کہ آٹا بالکل ختم ہے، فرمایا کہ اللہ مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی ایمان والوں کا تذکرہ قرآن مجید میں کیا ہے۔

[1] مشاہیر الاسلام ج 1 ص 312۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَٰئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾

(سورہ حم السجدہ: آیت نمبر 30-31)

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمھیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمھاری ہوگی۔

☆......روپڑ میں عموماً یہ ہوتا کہ جب کسی طبقے کی طرف سے کسی کے لیے نفرت کا اظہار کیا جاتا تو اس کے بائی کاٹ کا اعلان کر دیا جاتا۔ ایسے لوگوں سے سب کا میل ملاپ ختم ہو جاتا۔ انھیں کھانے پینے کی چیزیں بھی میسر نہ آتیں اور نوبت فاقہ کشی تک پہنچ جاتی۔ اس کی اصطلاح ''حقہ پانی چھیکنا'' استعمال ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت محدث روپڑی نے علاقے کے کنجروں (طوائفوں) کا حقہ پانی چھیکنے کا فتویٰ دے دیا۔ ایس ڈی ایم کی ایک دوست طوائف نے اس سے شکایت کی کہ تمھارے ہوتے ہوئے ہمارے ساتھ ایسا سلوک ہو رہا ہے کہ ہمارا جینا دوبھر ہو گیا ہے اور فلاں مولوی صاحب کے کہنے پر ہمارا بائی کاٹ کیا گیا ہے۔ اس پر ایس ڈی ایم نے حضرت حافظ صاحب روپڑی کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیے۔

اس کے ایک اہل کار نے جو آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھا، اطلاع دی کہ آپ کے وارنٹ جاری ہو گئے ہیں۔ آپ مسکرائے اور فرمایا مجھے وارنٹ جاری کرنے والے کا انجام بھی معلوم ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”ایک بہت بڑا مجمع ہے۔لوگ میدان میں جمع ہیں، میں لوگوں کو وعظ نصیحت کر رہا ہوں۔ اس مجمعے میں وہ ایس ڈی ایم بھی بیٹھا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ پہاڑی پر سے ایک شیر مجمعے میں آ گیا ہے، وہ کسی کو کچھ نہیں کہتا، سیدھا ایس ڈی ایم کی طرف جا رہا ہے اور اچانک اس پر حملہ کر کے اسے دبوچ لیتا ہے۔“

پتا چلا کہ دوسرے دن ایس ڈی ایم کی گردن پر خناق کا گولا نکلا اور وہ چل بسا۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ وہ طوائف بھی کسی بیماری کی وجہ سے کیفرِ کردار کو پہنچ گئی۔

☆...... بے شک حضرت عبداللہ روپڑی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ زاہدو عابد، شب زندہ دار، ان کی راتیں تہجد پڑھنے میں گزرتیں اور دن کو روزہ رکھتے۔ کھانے پینے میں احتیاط برتتے اور لوگوں سے ہمیشہ بہتر سلوک روا رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعائیں قبول فرمائیں۔ ملک پور میں گائے کی قربانی سے متعلق ان کی دعا کو اللہ نے شرف قبولیت بخشا۔ ایک سکھ کے لیے بیٹے کی دعا کی تو اللہ نے قبول فرمائی۔ اسی طرح انھوں نے اور بھی بہت سی دعائیں کیں، جو بارگاہِ الٰہی میں مرتبہ قبولیت کو پہنچیں۔

حضرت مرحوم نہایت صابر و شاکر اور متوکل علی اللہ تھے۔ تقسیم ملک کے زمانے میں ان کے پانچ بچوں سمیت خاندان کے انیس افراد شہید کیے گئے۔ یہ بہت بڑا صدمہ تھا جو انھیں پہنچا، لیکن انھوں نے صبر و شکر سے کام لیا۔ یقیناً اللہ نے انھیں اس کا اجر عطا فرمایا ہوگا۔

{☆O☆}

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارھواں باب

پہلا حج اور سلطان ابن سعود سے ملاقات ومراسلت

حافظ عبدالوہاب روپڑی کی روایت کے مطابق حضرت حافظ صاحب روپڑی نے زندگی میں پانچ مرتبہ ارضِ حجاز کا سفر کیا اور پانچ حج کیے۔ ❶

پہلی مرتبہ 1936ء میں سفر حجاز پر روانہ ہوئے اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ اس سفر کا پس منظر یہ تھا کہ 35-1934ء میں جب سعودی عرب میں تیل وغیرہ کی تلاش کے لیے سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے امریکی کمپنی سے معاہدے کیے تو ہندوستان کی بعض سیاسی جماعتوں نے جن میں مجلس احرار بھی شامل تھی، اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اس معاہدے کے نتیجے میں امریکہ کو سعودی عرب میں قدم جمانے کے مواقع مل جائیں گے اور اس طرح امریکی تہذیب بھی وہاں آجائے گی اور اس کے سیاسی اثرات بھی پھیلیں گے۔ اس زمانے میں مجلس احرار کا روزنامہ اخبار ''مجاہد'' لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ اس میں اس موضوع سے متعلق مضامین اور خبروں کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ دوسری طرف حضرت حافظ صاحب کا ہفت روزہ اخبار ''تنظیم اہل حدیث'' تھا اور اس اخبار کی معاون ''جمعیت تنظیم اہل حدیث'' تھی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ جب سعودی عرب کی سرزمین میں تیل وغیرہ کے ذخائر موجود ہیں اور ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے تو کسی غیر مسلم حکومت یا کمپنی کو اس کے ٹھیکے دینے میں شرعی اعتبار سے کوئی حرج نہیں۔ اس بحث نے سیاسی حیثیت بھی اختیار کرلی تھی اور دینی بھی۔ اس سلسلے میں 1936ء میں مجلس احرار کا ایک وفد سلطان ابن سعود سے گفتگو کرنے

❶ لیکن تفصیل تین حجوں کی ملتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے مکہ مکرمہ پہنچا۔ اسی اثنا میں حضرت حافظ صاحب کی قیادت میں بھی ایک وفد وہاں گیا۔ تیل وغیرہ ذخائر کے ٹھیکے دینے کے مسئلے پر سلطان کی مجلس میں شرعی نقطۂ نظر سے بحث ہوئی تو خود سلطان اور سعودی علمائے کرام حضرت حافظ صاحب کی دینی مہارت اور حدیث سے متعلق ان کی وسعتِ معلومات سے بہت متاثر ہوئے۔

قمری حساب سے یہ 1354ھ تھا۔ اب 1433ھ ہے۔ یعنی یہ آج سے تقریباً 80 سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اس سال حضرت حافظ صاحب نے حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کی اور سلطان عبدالعزیز (ابن سعود) سے ملاقات بھی کی۔ نیز انھوں نے سلطان کو عربی زبان میں ایک طویل خط لکھا، جس میں انھیں بارہ نصیحتیں کیں یا یوں کہیے کہ بارہ شرعی مسائل ان کی خدمت میں پیش کیے۔ عربی میں رقم فرمودہ ان کا یہ خط ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' کے اکتوبر 1964ء کے شمارے میں چھپا۔ خط کیا ہے، اس زمانے کے حالات کے مطابق نہایت جرأت مندانہ وعظ ہے جو انھوں نے سلطان ابن سعود کو کیا۔ اب کوئی ایسا عالم نظر نہیں آتا جو بادشاہ کو تو کیا کسی جمہوری ملک کے وزیر بلکہ چھوٹے سے اہل کار کو بھی اس قسم کے صاف الفاظ میں مخاطب ہو سکے۔ ذیل میں اس خط کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

بخدمت جلالۃ الملک ابنِ سعود ایدہ اللہ بنصرہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اے شاہِ ذی وقار! ہم چند باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ شاید اللہ ہمیں اور آپ کو ان سے نفع پہنچائے۔ اگر آپ ان پر عمل کریں تو اصل مقصد یہی ہے، ورنہ ہمارے ذمے صرف تبلیغ ہے اور ہم اس کا کچھ معاوضہ نہیں چاہتے۔ ہمارا اجر اللہ رب العالمین پر ہے۔

اے ہمارے بھائی! اس بات کو سمجھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے خدمت بیت الحرام اور حج کا معاملہ آپ کے سپرد کیا ہے۔ یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے جس کے متعلق قیامت کے دن سوال ہو گا اور اللہ تعالیٰ نے حکومت کی جو باگ دوڑ آپ کے ہاتھ میں دی ہے، یہ نہایت خطرناک شے ہے جس سے سوئے عاقبت کا اندیشہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دفتر تین ہیں۔ ایک دفتر کو اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نہیں بخشے گا، وہ شرک ہے۔ دوسرے حقوق العباد ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ بعض سے قصاص لے۔ تیسرے حقوق اللہ ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ پروا نہیں کرتا۔ خواہ اس کے بدلے میں عذاب دے یا معاف کردے۔

نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص دس انسانوں یا زیادہ کا والی ہو، وہ اللہ کے ہاں جکڑ کر پیش کیا جائے گا۔ آگے اس کی نیکی اس کو چھڑائے گی، یا اس کا گناہ اس کو ہلاک کرے گا۔ حکومت کی ابتدا ملامت ہے۔ اس کا درمیان ندامت ہے، اس کا انجام رسوائی ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ ''ہر دس انسانوں کا امیر اللہ تعالیٰ کے حضور جکڑ کر پیش کیا جائے گا۔ آگے اس کا عدل اسے چھڑائے گا یا اس کا ظلم اس کو برباد کردے گا۔ تم امارت کی حرص کرو گے مگر قیامت کے دن وہ ندامت ہوگی۔ دودھ پلانے والی اچھی ہے اور دودھ چھڑانے والی بری ہے''۔ (امارت کی یہی مثال ہے۔ دنیا میں انسان خوش ہوتا ہے مگر انجام میں تکلیف اٹھائے گا) امیروں کے لیے، اہل کاروں کے لیے، امینوں کے لیے خرابی ہے۔ کئی قومیں قیامت کے دن آرزو کریں گی کہ ان کی پیشانیوں کے بال ستاروں سے باندھے جاتے، وہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہوتے، مگر کسی قوم کے امیر نہ بنتے۔ جو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا، وہ بغیر چھری کے ذبح کردیا گیا۔ اگر تو امیر یا منشی یا نمبردار ہو کر نہ مرا تو خلاصی پا گیا۔

اے ہمارے بھائی! ان احادیث میں تامل کرو اور سوچو، یہ تجھے اطلاع دے رہی ہیں کہ تو خطرناک وادی میں ہے اور تیرا قدم گڑھے کے کنارے پر ہے۔ پس ہوشیار رہ اور اپنے لیے کوئی رہائی کی صورت پیدا کر، اپنے نفس کے لیے جدوجہد کر اور کسی پر اعتماد نہ رکھ، کیوں کہ ہر ایک کا اپنے عمل کے بدلے میں مواخذہ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اگر میں رات کو آرام کروں تو اپنے نفس کو ہلاک کردوں۔ اگر دن کو آرام کروں تو رعیت کو ہلاک کردوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو اللہ امیر بنائے، پھر وہ رعیت کی پوری خیر خواہی نہ کرے تو جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا...... اور امیر المومنین حضرت سلیمان بن عبدالملک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ابو حازم تابعیؒ سے جو اولیاء اللہ سے ہیں، کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے کوئی مختصر مگر جامع وصیت کرو۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تجھے اس جگہ غیر حاضر نہ پائے جہاں حاضر رہنے کا حکم ہے، اور اس جگہ حاضر نہ پائے، جہاں غیر حاضر رہنے کا حکم ہے۔ یہ مختصر سی وصیت بڑی جامع ہے جو تمام بھلائیوں پر مشتمل ہے۔ پس اس کو داڑھوں میں مضبوطی سے تھام لے۔ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی مرضیات کی توفیق دے''

اے ہمارے بھائی! یہ بات یاد رکھو کہ حکومت کا کام اللہ کے فضل اور رحمت کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا اور اللہ کی رحمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امیر اور وزیر نیک ملا دے جن کا شعار تقویٰ ہو اور ان کے چہروں پر خشیت الٰہی کے آثار ہوں۔ بادشاہ کو خیر کا مشورہ دیں، امر بالمعروف کریں اور برائی سے روکیں۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ امیر کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو نیک نیت وزیر دیتا ہے، جو بھول کے وقت یاددہانی کراتا ہے اور جو بات یاد ہو اس میں اس کی مدد کرتا ہے۔ اور جب اللہ امیر کی بھلائی نہیں چاہتا تو اس کو بدنیت وزیر دیتا ہے جو نہ تو بھول کے وقت یاددہانی کراتا ہے اور نہ یاد کے وقت مدد کرتا ہے......اور فرمایا کہ اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا، نہ کوئی خلیفہ بنایا مگر اس کے لیے دو صاحبِ راز ہوتے ہیں۔ ایک امر بالمعروف کرتا ہے، نیکی کی رغبت دیتا ہے، دوسرا بدی کی طرف بلاتا ہے اور برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ اور محفوظ وہی ہے جس کی اللہ حفاظت کرے۔

اے ہمارے بھائی! آپ اپنے امیروں، وزیروں، حاشیہ نشینوں میں غور کریں، کیا وہ متبع حق ہیں یا حرام سے دور ہیں یا اپنی خواہشات کے تابع، اور حدود اللہ سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اول شعار مسلم کا اس کی ہیئت اور اس کا لباس ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کا تہبند نصف ساق تک ہے، زیادہ سے زیادہ ساق اور ٹخنوں کے درمیان ہے۔ جو اس سے نیچے ہے، آگ میں ہے......اور فرمایا تہبند، قمیص، عمامہ ان تینوں میں اسبال (لٹکانا) ہے جو ان تینوں میں سے کسی کو تکبر سے کھینچے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرے گا...... اور فرمایا: داڑھیاں بڑھاؤ، لبیں کٹاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو...... اور فرمایا: جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ ان سے ہے، اور خلفائے راشدین ان امور میں بہت محتاط تھے، تاکہ تھوڑے سے بہت کی طرف نہ پہنچ جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے عمال کو کہیں بھیجتے تو ان پر شرط عائد کرتے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں، نشاستہ کی چپاتی نہ کھاؤ، نہ صاحبِ حاجات کے سامنے اپنے دروازے بند کرو۔ اگر تم نے کسی برے امر کا ارتکاب کیا تو اس کا خمیازہ بھگتو گے۔ یہ کہہ کر ان کو رخصت کرتے، نیز ان کو وصیت فرماتے کہ چادر اوڑھو اور تہبند باندھو۔ عربِ اول کی ہیئت بناؤ۔ اس سے غرض ان کی یہ تھی کہ کفار کی کسی شے کی طرف ان کو میلان اور رغبت نہ ہو، تاکہ آہستہ آہستہ کہیں ان کے لباس سے ان کے اخلاق کی طرف اور اخلاق سے ان کے دین کی طرف نہ پہنچ جائیں۔ یا کہیں اپنے دین میں سست نہ ہو جائیں۔ خدا ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

ہم یہاں چند امور اختصار کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، جن سے بعض کا ہم نے مشاہدہ کیا۔ بادشاہ کو چاہیے کہ ان کا خاص اہتمام کرے اور ان کی اصلاح کے لیے سعی کرے۔ اللہ آپ کو اس کی توفیق دے۔

1...... بہت سے معلم اور مطوف دین دار نہیں۔ ان پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے کہ وہ سنت کے مطابق حج کرائیں گے۔ بعض کو دیکھا گیا ہے کہ مناسکِ حج آگے پیچھے کراتے ہیں۔ طواف زیارت، عرفات میں جانے سے پہلے کرا دیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی طواف سے پہلے کرا دی۔ اس قسم کی بے احتیاطی بہت ہوتی ہے۔

2...... سگریٹ کثرت سے پیا جاتا ہے، خاص کر حدودِ حرم میں۔ ہم نے اپنے وطن میں سنا تھا کہ جلالۃ الملک نے ممانعت کر دی ہے۔ اس سے ہم بڑے خوش ہوئے، مگر یہاں آکر اس کے خلاف مشاہدہ کیا۔

3...... ماءِ زمزم مسجد حرام میں فروخت ہوتا ہے، حالانکہ نبی ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے اور مسجد حرام سب مساجد سے حرمت میں زیادہ ہے، تو اس میں بیع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس طرح مباح ہوگی اور اسی قسم سے بیت اللہ میں داخل ہونے پر پیسے لینا ہے۔

4......حکومت حجاج سے کوشان یا ٹیکس لیتی ہے۔ یہ شرعی طریق نہیں بلکہ یورپین طریق ہے۔ شرعی طریق زکوۃ، عشر، جزیہ وغیرہ ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ جیسے حدود شرعی جاری کی ہیں، اسی طرح مالیہ بھی قانون شرعی سے وصول کرے۔ مثلاً زنا، چوری وغیرہ کی سزا شریعت کے موافق دی جاتی ہے تو ٹیکس کیوں شرع کے موافق نہیں لیا جاتا؟ شرعی حیثیت سے دونوں برابر ہیں۔ جو مالیہ غیر شرعی طریق سے وصول کیا جاتا ہے، وہ خواہ کتنا ہی زیادہ ہو، اس میں خیر و برکت نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے پر حجت قائم نہ کرو اور مخالفوں کے لیے طعن کا دروازہ نہ کھولو۔ اگر آپ کو تنگی کا ڈر کا ہے تو اللہ غنی کر دے گا۔ اللہ علیم وحکیم ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: احکام الٰہی میں سے ایک حکم قائم کرنا، چالیس دن کی بارش (موقع بموقع) سے بہتر ہے۔ قرآن مجید سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے...... اللہ فرماتا ہے اگر وہ تورات، انجیل کو اور اس شے کو جو ان کی طرف ان کے رب سے اتاری گئی ہے، قائم رکھتے تو اوپر نیچے سے کھاتے، ان سے ایک جماعت کی حالت میانہ روی کی ہے اور زیادہ ان میں سے برے اعمال کے مرتکب ہیں۔ اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے، تو ہم آسمان اور زمین کی برکات ان کے لیے کھول دیتے۔ لیکن انھوں نے جھٹلا دیا، پس ہم نے ان کے (برے) کسب کے بدلے ان کو پکڑ لیا۔

اس کے علاوہ بہت سے حجاج خرچ کی کمی کی وجہ سے اس کوشان کو برداشت نہیں کر سکتے، اور اسی بنا پر حج سے رہ جاتے ہیں، تو وہ گناہ آپ لوگوں کے ذمے پڑتا ہے۔ پھر اس ''کوشان'' سے جو کچھ معلمین کو دیا جاتا ہے، اس میں حجاج کی رضامندی شامل نہیں، کیوں کہ بعض حاجی عالم ہوتے ہیں۔ بعض نے پہلے بھی حج کیا ہوتا ہے۔ ان کو معلم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کئی اس اجرت کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کی رضا نہیں پائی جاتی اور قرآن مجید میں ارشاد ہے: اے ایمان والو! آپس میں مال باطل کے ساتھ نہ کھاؤ، مگر یہ کہ رضامندی سے تجارت ہو۔ اور اسی قسم سے وہ ہے جو ہم نے سنا ہے کہ حکومت نے مدینہ منورہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدل جانے والوں کو روک دیا، اور اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ خاص کر حج کے مہینوں میں۔ اور یہ قرنطینہ کی طرح ہے جو حجاج کے ساتھ خاص ہے۔ حالانکہ حجاج اور غیر حجاج اس میں برابر ہیں۔ یہ کس قدر حیرت انگیز معاملہ ہے۔ گویا حجاج مجرم ہیں، ان کو قرنطینہ کے ساتھ سزا دی جاتی ہے۔ اللہ ان کو سمجھ دے تاکہ اس کی سزا سے بچا جا سکے۔

5...... بعض حاجی سعی کے وقت صفا و مروہ پر بعض غیر شرعی حرکات بھی کرتے ہیں۔ ایامِ حج میں پہرہ ہونا چاہیے، تاکہ یہاں کوئی غلط حرکت نہ ہو۔ اسی طرح منیٰ کی مسجد خیف اور عرفات کی مسجد نمرہ اور مسجد مزدلفہ، ان جگہوں میں اور ان کے گرد و نواح میں صفائی کا انتظام نہیں ہے۔ جبلِ رحمت اور مشعر الحرام، میں بھی صفائی کا فقدان ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ حج سے چند دن پہلے ان کی حفاظت کرے اور صفائی کرا دے تاکہ حجاج کو تکلیف نہ ہو۔

6...... بیت الحرام اور دیگر مواضع جن کے ساتھ مناسک کا تعلق ہے، ان میں یہاں کا باشندہ اور باہر کا باشندہ یکساں ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ''یہاں کے رہنے والے اور باہر کے رہنے والے اس میں برابر ہیں جو زیادتی کرے اس کو ہم دردناک سزا چکھائیں گے'' ...... اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منیٰ اس شخص کی جگہ ہے جو پہلے پہنچے'' لیکن ہم نے اس کے خلاف مشاہدہ کیا۔ ہم عید کے دن جمرہ وسطیٰ کو کنکر مار رہے تھے کہ ایک موٹر آئی۔ اس سے ایک مرد اور دو عورتیں اتریں۔ وہ کنکر مارنا چاہتے تھے۔ ہجوم بہت تھا۔ سپاہیوں نے لوگوں کو مار مار کر پیچھے ہٹانا شروع کر دیا۔ کئی لوگوں نے فریاد کی۔ مگر سپاہیوں نے کوئی پروا نہ کی، اور دھکے مار کر ہٹا دیا۔ اسی طرح صفا، مروہ کے موقع پر موٹریں آتی ہیں جن سے لوگوں پر تنگی ہوتی ہے۔

7...... منیٰ میں خیمے نصب کرتے وقت کسی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ اگر کوئی شخص اپنا خیمہ بھول جائے تو پھر اس کو اپنے خیمے کا راستہ نہیں مل سکتا۔ مناسب ہے کہ خیمے ایک ترتیب سے نصب کیے جائیں اور ان میں گزرنے کے لیے راستے ہوں تاکہ کسی کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

8...... موٹریں آپ لوگوں کے پاس بہت ہوگئی ہیں، ان کا استعمال صحیح طریق سے نہیں ہوتا۔ ہم نے یہاں تک سنا ہے کہ جب سودا سلف کی ضرورت ہوتی ہے،تو اس وقت بھی موٹر لے جاتے ہیں۔ یہ اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ کے مال میں بے جا تصرف ہے۔ پس حکومت کو چاہیے کہ ان کی حفاظت کرے اور تجارت اور دیگر ضروریات کے علاوہ ان کو استعمال نہ کرے۔

9...... نبی ﷺ نے دیواروں کو کپڑے پہنانے سے منع کیا ہے، لیکن قصر معلیٰ میں ضیافت کے دن ہم نے اس کے خلاف مشاہدہ کیا۔ سیڑھیوں پر نفیس لباس تھا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ پیسے لوگوں کی ضروریات میں صرف ہوں، کیوں کہ آپ کے ملک میں سائلین کی کثرت ہے، خاص کر جنگل اور حرم میں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر میں زندہ رہا تو بسر وحمیر میں چرواہے کے پاس اس کا حصہ پہنچے گا، اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہوگی۔''...... اللہ تعالیٰ آپ کو اتباعِ سلف کی توفیق بخشے، اور دین ودنیا میں ان کے قدم بقدم چلائے۔

10...... آپ نے ضیافت کے دن ایک خطبہ دیا اور اس پر ایک مصری نے تعریف کی۔ لوگوں نے تحسین کے لیے تالیاں بجائیں، اور آپ کا خطبہ ذکر اور نصائح پر مشتمل تھا، جو عبادت کی قسم سے ہے۔ اس سے دل میں رقت اور نرمی پیدا ہوتی ہے اور تالی بجانا اس کی ضد ہے، اس سے خشوع وخضوع جاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کفار کی عبادت بیت اللہ کے پاس صرف سیٹی اور تالی بجانا ہے۔''

11...... جس جہاز میں ہم آئے اس کا نام ''اکبر'' ہے۔ اس میں ہر طرح کی تکلیف ہے، کھانا بھی ٹھیک نہیں ملتا، جگہ کی بہت تنگی ہوتی ہے۔ لیٹرینیں موزوں نہیں، غسل خانوں کی قلت ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نماز کے لیے جگہ نہیں ملتی۔ اگر آپ کی کوشش اس میں کچھ مفید ہوسکتی ہے، تو ضرور کریں۔ کیوں کہ یہ امر حجاج کی زیادہ رغبت کا موجب ہوگا، ورنہ آپ پر اس کا کوئی اعتراض نہیں۔

12...... رسول اللہ ﷺ نے ڈھول سے منع کیا، اور فرمایا: ''میرے رب نے مجھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گانے بجانے کی اشیا اور بانسریوں کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔" لیکن آپ کی فوج میں یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ ناجائز کام کیوں ہورہا ہے۔ اس مسئلے پر حکومت کو غور کرنا چاہیے جو فوج کے سلسلے میں کیا جاتا ہے۔

اے بادشاہ! ہم نے یہ چند باتیں بطور خیرخواہی تجھ پر پیش کی ہیں، اور ہم جانتے ہیں کہ تو امام عادل ہے، تو نے حدود کو قائم کیا، سنت کو زندہ کیا اور احکامِ شرعیہ کو نافذ کیا اور نبی ﷺ نے فرمایا: "ہمیشہ ایک جماعت حق پر لڑتی رہے گی، جو لوگ ان سے دشمنی کریں گے، ان پر وہ غالب رہیں گے۔"

یہی بات ہے جس نے ہمیں حق کے اظہار پر دلیر کیا...... پس ہم امید کرتے ہیں کہ آپ حق کو قبول کریں گے اور اس کے موافق عمل کریں گے۔ کیوں کہ ہم اور آپ ایک ہی ہیں۔ جب آپ میں کوئی نقص پیدا ہوجاتا ہے تو لوگ ہم پر طعن کرتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ہم آپ تک یہ باتیں پہنچائیں۔ ہم آپ کے مخلص دوست ہیں۔ اللہ ہمیں صالحین سے کرے۔

اے ہمارے بھائی! اس بات کو جان لے کہ بادشاہی اور "خلافت بطریق نبوت" میں فرق ہے کہ خلیفہ براہِ راست لوگوں کے احوال کی جستجو کرتا ہے اور بادشاہ دوسرے آدمیوں پر اعتماد رکھتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر میں رات کو آرام کروں، تو اپنے نفس کو ہلاک کروں اور دن کو آرام کروں تو رعیت کو ہلاک کروں۔" اور بسا اوقات حضرت عمرؓ اندھیری راتوں میں دورہ کرتے اور لوگوں کے دروازوں پر کھڑے ہوکر حالات کی تفتیش کرتے۔ ایک رات ایک دروازے پر کھڑے ہوئے، تو اندر سے ایک عورت کے اشعار پڑھنے کی آواز آئی۔ اس عورت سے اصل معاملہ دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میرا خاوند اتنی مدت سے جنگ میں گیا ہوا ہے، اس کی جدائی میں یہ اشعار پڑھ رہی ہوں۔ فرمایا: تھوڑا صبر کر۔ صرف تیرے خاوند کے پاس آدمی کے آنے جانے کی دیر ہے۔ پھر اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس آئے اور دریافت کیا، اے بیٹی! عورت اپنے خاوند کے بغیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتنی مدت رہ سکتی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے بتاتے ہوئے شرم محسوس کی اور انگلیوں کے اشارے سے فرمایا: چار ماہ...... بس اسی وقت سے حضرت عمرؓ نے یہ حکم نافذ کر دیا کہ ''کوئی فوجی سرحد پر چار ماہ سے زیادہ نہ رہے۔'' ایسے واقعات اور بھی ہیں۔

جب حکمران دوسرے لوگوں پر اعتماد کر لیتا ہے، تو حقیقت میں حکمرانی دوسروں کی ہوتی ہے، کیوں کہ وہ جیسی چاہیں گے خبر پہنچائیں گے۔ یہیں سے سفارشوں اور رشوتوں، لحاظ، ملاحظوں کا دروازہ کھل جاتا ہے اور یہ مملکت کے لیے سخت مضر ہے۔ چنانچہ ہم دل سے چاہتے ہیں کہ آپ کی ولایت کو ''خلافت بطریق نبوت'' دیکھیں، جیسے خلفائے راشدین تھے۔ پس اس کے لیے کوشش کرو اور اس بات کو یاد رکھو کہ موت بار بار نہیں آتی۔ ایک ہی مرتبہ آئے گی۔ جب آئے گی، نہ گھڑی بھر آگے ہوگی نہ پیچھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے وفات کے وقت کہا تھا: ''اللہ بزدل کو ہلاک کرے، وہ موت سے ڈرتا ہے۔ میں کفر اور اسلام کی حالت میں ہمیشہ لڑائیوں میں رہا اور شہادت کی آرزو کرتا رہا۔ لیکن آج بستر پر مر رہا ہوں۔''

پس اے ہمارے دوست! اللہ پر توکل اور اعتماد آپ کی شان کے زیادہ لائق ہے اور آپ کی حالت کے لیے زیادہ اچھا ہے، اگرچہ احتیاط ضروری ہے، لیکن احتیاط حدِ شرعی میں ہونی چاہیے اور لوگوں سے حکمران کا حجاب میں رہنا اور ان سے میل ملاپ نہ رکھنا حدِ شرعی نہیں۔ خلفائے راشدین کا طرزِ عمل سامنے رکھو۔ ان میں سے اکثر شہید ہوئے۔ مگر انھوں نے اپنا رویہ نہیں بدلا اور آپ کے لیے انہی کے نقشِ قدم پر چلنا بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت کرے اور خلفائے راشدین کی اقتدا کی توفیق بخشے۔ آمین۔

رئیس الوفد

ابو احمد عبداللہ الامرتسری

مدیر جریدہ ''تنظیم اہل حدیث'' 24۔ ذی الحجہ 1354ھ

یہ حضرت حافظ صاحب نے موجودہ سعودی حکمران محترم المقام شاہ عبداللہ زید مجدہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والد مکرم شاہ عبدالعزیز (ابن سعود) کو آج سے 80-85 برس پہلے اس وقت خط لکھا تھا، جب ان کی حکومت کے قیام پر چند سال ہی گزرے تھے اور وہاں کے حالات بے حد نازک تھے۔ اب اللہ کے فضل سے حالات بالکل بدل گئے ہیں اور لاکھوں حجاج کرام ہر سال نہایت اطمینان سے حج کرتے ہیں اور عمرہ کرنے والے بھی کثیر تعداد میں وہاں جاتے ہیں۔ ہر قسم کی سہولت ہر شخص کو میسر ہے۔

اس خط سے اندازہ فرمایے حضرت حافظ صاحب نے کس قدر وضاحت سے ہر شرعی امر کی طرف مرحوم ومغفور سلطان کو توجہ دلائی جو کہ ایک بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے۔ کیا موجودہ جمہوری دور میں کوئی شخص کسی چھوٹے سے چھوٹے حکومتی اہل کار کو بھی اس قسم کا خط لکھ سکتا ہے؟

حافظ صاحب کی کنیت ابو احمد تھی، اس لیے انھوں نے خود کو ابو احمد عبداللہ لکھا۔ سلطان ابن سعود نے بھی اپنے جوابی خط میں ان کو ابو احمد عبداللہ کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکتوب گرامی کا جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز (ابن سعود) نے مندرجہ ذیل الفاظ میں جواب دیا۔ پہلے ان کے عربی الفاظ پڑھیے۔ پھر اردو ترجمہ ملاحظہ فرمایے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية ديوان جلالة الملك عدد ۲۲۳/۱/۷ فی ذی الحجه ۱۳۵۳ھ

حضرت المكرم الاستاذ ابواحمد عبدالله الامرتسری مدير جريده "تنظيم اهل حديث" سلمه الله۔

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

فانماعرفتمونا صار معلوم اما اقترا حكم فی الاثنی عشرة مسئلة فسننظر فيها وكلما منها فيه صلاح الدين والدنيا

www.KitaboSunnat.com

نعمله فاما مسئلة واحدة تقولون انه كان مزامير مع الجند فالجند ما اعلم ان معهم مزمارا واحدا ولن تقبل ان يكون معهم ذالك فافيدونا انكم رأيتموها باعينكم وان كان احد راها فيفيدنا عما رائ منهاونزيله ان شاء الله۔ والذى نعلمه مع الجند فهو الطبول لا جل الاشارة وهى جارية فى نجد من اول الزمان واخره ولا نعلم فيه تحريم حيث شعار العسكرى لاغير۔

الثانيه انه لا ناخذ من الحجاج الذى يدفعونه معاونة او زكوٰة رسوم الحج فتعلمون ان هذا هو شئى جزئى عندنا ولكنه عند العام العالم كبير... واما المبايعةفانا مستعد فى اى وقت ترون وعلى ان لم متوفى هٰذه المسئلة اولم تقوموا بهالان المحجة دينية خالصة لله۔ نرجوان الله يؤلف كلمة المسلمين ويد لهم على مايرضيه فى اتباع كتابه وسنة رسوله۔

دستخط سلطانی (۲۰)

(ترجمہ) حضرت مکرم استاد ابو احمد عبداللہ امرت سری مدیر جریدہ تنظیم اہل حدیث السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جو کچھ آپ نے بتلایا وہ معلوم ہوا۔ بارہ مسائل میں سے جن میں دین ودنیا کی اصلاح ہے، ہم اس پر عمل کریں گے۔ایک مسئلہ جس میں فوج کے ساتھ مزامیر (بانسری) کا ذکر ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ فوج کے ساتھ مزمار بھی ہے۔ہم اس کی کبھی اجازت نہیں دے سکتے، اگر آپ نے آنکھوں سے دیکھا، یا کسی اور کی شہادت ہوتو ہمیں اطلاع دیں، ہم فوراً اس کا ازالہ کر دیں گے ان شاء اللہ۔ ہاں فوج کے ساتھ طبلہ ہوتا ہے اور وہ بھی صرف پریکٹس کے وقت اشارے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے جو ہمارے ملک میں شروع زمانے سے اب تک جاری ہے اور ہمارے نزدیک فوجی شعار ہونے کی حیثیت سے اس میں کوئی حرمت کی وجہ نہیں۔ دوسری بات کہ حجاج سے کوشاں نہ لیں جو وہ اعانت کے طور پر یار سوم حج کی زکوٰۃ کے طور پر ادا کرتے ہیں، سو آپ جانتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ امر جزئی ہے یعنی وقتی ضرورت کے تحت انتظام کے لیے کیا جاتا ہے، جیسے کسی وقت ناگہاں کوئی تکلیف آجائے تو اس کی امداد ضروری ہو جاتی ہے۔ لیکن عام لوگوں کے نزدیک یہ بُری شے ہے۔ بہرحال بیعت جب آپ چاہیں کر سکتے ہیں، ہم ہر وقت تیار ہیں، خواہ اس مسئلے کا ایفا کریں یا نہ کریں، کیوں کہ محبت خالص دینی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کا کلمہ ایک کر دے، اتباع کتاب وسنت میں ان کو اپنی مرضیات کی رہبری کرے۔

(دستخط جلالۃ الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمن)

☆......☆......☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیرھواں باب

دوسرا حج اور سلطان ابن سعود سے ملاقات اور مراسلت

حضرت محدث روپڑی نے دوسرا حج 1355ھ (مطابق 1937ئ) میں کیا۔ اس حج میں ان کی خوش دامن اور دیگر رفقاء کے علاوہ مولانا محمد اشرف سندھو (بلوکی) بھی ان کے ہمراہ تھے۔ قصر عالی میں جلالۃ الملک ابن سعود سے ملاقات ہوئی۔

حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں ملاقات کے وقت میں جلالۃ الملک کے دائیں طرف بیٹھا تھا۔ میں نے ان کو مخاطب کر کے کہا:

"هؤلاء كلهم جماعة اهل الحديث يحبون لكم و مخلصون لكم و يحبون لقاء كم لا لانك ملك ولك شان عظيم بل لانك امام عادل مستجاب الدعوة فيما نعلم قال رسول الله ﷺ "ثلثة لا ترد دعوتهم الصائم حين يفطر والامام العادل ودعوة المظلوم يرفعها الله فوق الغمام"

''یعنی یہ جماعت اہل حدیث ہے جو آپ سے محبت رکھتے اور اخلاص کا دم بھرتے ہیں اور آپ کی ملاقات پر مسرت کا اظہار کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ آپ بادشاہ ہیں اور شانِ عظیم کے مالک ہیں، بلکہ اس لیے کہ ہمارے علم کے مطابق آپ امام عادل ہیں، مستجاب الدعوۃ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تین اشخاص کی دعا رد نہیں ہوتی، روزہ دار کی، جب روزہ افطار کرے، امام عادل کی اور مظلوم کی دعا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بادلوں کے اوپر اٹھا لیتا ہے۔

حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں پھر میں نے کہا:

"احب ان تلقوا عليهم كلمات يسيرة نصحالهم فانهم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يعظمون كلامك فيرجى عمل به منهم"

''یعنی میں چاہتا ہوں کہ آپ بطورِ نصیحت ان کو چند کلمات سنائیں، اس لیے کہ یہ لوگ آپ کے کلام کی قدر و تعظیم کرتے ہیں اور ان سے عمل کی بھی امید ہے''

پھر شاہ عبدالعزیز نے ان کو نصیحت فرمائی کہ

"ان الدنيا فان ينفعكم ما قدمتموه ماعند كم ينفدو وما عندالله باق"

''یعنی دنیا فانی ہے جو تم نے آگے بھیجا وہ نفع مند ہے، جو تمھارے پاس ہے وہ ختم ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔''

اس کے بعد حضرت حافظ صاحب کی سلطان سے علیحدگی میں ملاقات ہوئی اور بہت سے ملکی اور مذہبی مسائل زیرِ بحث آئے۔

حج کے بعد ایک اور ملاقات ہوئی جو اس حج کے موقعے پر تیسری ملاقات تھی۔ اس ملاقات میں حضرت حافظ صاحب نے اصلاحاتِ حج سے متعلق چھ مسائل پیش کیے اور چند مخلصانہ اور ہمدردانہ مشورے بھی دیے۔

محدث روپڑی نے یہ مسائل عربی زبان میں تحریری طور پر پیش کیے تھے۔ پہلی تحریر کی طرح یہ بھی طویل عربی تحریر ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔ اس زمانے کے حالات کے مطابق حضرت حافظ صاحب نے حج کے سلسلے میں جلالۃ الملک کی خدمت میں چند اصلاحی تجاویز پیش کی تھیں۔ اس وقت سعودی حکومت سے پہلی حکومت کے بعض اثرات باقی تھے جو حاجیوں کے لیے سخت پریشانی کا باعث تھے اور حج کرنا بہت مشکل تھا۔ لیکن پھر اللہ کے فضل سے بہت جلد حالات بدل گئے۔ سعودی حکومت کی طرف سے حجاج کے لیے بہت آسانیاں پیدا کر دی گئیں۔ اس وقت معلم وغیرہ بھی حاجیوں کے لیے پریشانی کا باعث تھے۔ اب حضرت حافظ صاحب کے عربی خط کا اردو ترجمہ پڑھیے۔

از طرف ابو احمد عبداللہ امرتسری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخدمت جلالۃ الملک ابن سعودؒ ایدہ اللہ بنصرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد؛

میں اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور لشکر کفار کو شکست دی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل عرب سے منصب حکومت کے لیے آپ کو منتخب کیا۔ حرمین شریفین کی خدمت اور ان کا نظام آپ کے سپرد فرمایا اور اپنے فضل وکرم سے اعداء کے مقابلے میں آپ کی مدد فرمائی۔ پس آپ نے خرابیوں کا انسداد اور مفاسد کا قلع قمع کیا اور احیائے سنن اور اقامتِ حدود کے ساتھ ارضِ حجاز کی اصلاح کی اور افراط وتفریط کو دور کیا۔ اللہ آپ کو اپنی مرضیات کی توفیق بخشے اور لوگوں کو آپ کی جاری کردہ اصلاحات سے فائدہ پہنچائے۔

چوں کہ حجاز اسلام کا وہ مرکز ہے جہاں سے چشمۂ ہدایت ابلا اور نورِ وحی چمکا، جس کی ضیا بار شعاعیں تمام اکناف عالم میں پھیلیں اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مرکز اسلام کے والی اور خادم کعبہ کی ہر ممکن طریق سے اعانت کرے اور اس کام میں جوارض مقدس کی اصلاح، اسلام کے استحکام اور باشندگانِ حجاز کی دینی ودنیوی بہبود سے متعلق ہو والیٔ حجاز کی مدد کرے۔

اے محترم بھائی! معلوم رہے کہ امت محمدیہ (علی صاحبھا الصلاۃ والسلام) خیر الامم ہے اور اس کے خیر ہونے کی اصل وجہ اس کی طرف سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی کوشش ہے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے: كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ یعنی تم صرف اس وجہ سے بہتر ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسا اہم فریضہ سرانجام دے رہے ہو اور اسی اہم فریضے کی ادائیگی اور تکمیل وعدم تکمیل سے ایمان کے مراتب میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت میں وتومنون باللہ سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ”جو شخص تم میں سے کوئی بُرا کام دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے۔ اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان سے منع کرے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہیں، تو اس سے نفرت کرے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ (صحیح مسلم)

دل سے بُرا جاننا یہ ہے کہ منکرات کے ارتکاب کرنے والوں پر ناراضی ظاہر کرے اور ان کے ساتھ کھانا پینا اور میل جول ترک کردے۔ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب بنی اسرائیل معاصی کے مرتکب ہو گئے تو ابتدا میں ان کے علماء نے انھیں روکا لیکن وہ باز نہ آئے تو آہستہ آہستہ ان کے علماء نے بھی ان سے ہر طرح کا میل جول، کھانا پینا، بیٹھنا اٹھنا بے دریغ شروع کر دیا یہاں تک کہ مانعین کی غیرت بھی ختم ہو گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانی کی وجہ سے حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی زبان پر انھیں لعنت کر دی اور یہ سب ان کی تعدی اور معصیت کا نتیجہ تھا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، اس بات کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا ''مجھے اس ذات کی قسم! تم بھی اگر منکر سے نہ روکو گے تو اس وعید کے تحت آجاؤ گے۔'' (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! یا تو تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دو گے اور ظالم کو ظلم سے روک کر حق ظاہر کرو گے یا تم سب کی غیرت جاتی رہے گی اور تم پر بھی بنی اسرائیل کی طرح اللہ کی طرف سے لعنت ہو جائے گی۔'' آپ ﷺ نے اس حدیث میں تصریح فرمادی کہ مرتکب گناہ جب روکنے سے باز نہ آئے تو اس سے نفرت اور اعراض کیا جائے، اور کوئی ایسا معاملہ نہ کیا جائے جو اس سے رضامندی پر دلالت کرے مثلاً اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا بند کر دیا جائے۔ اور جو شخص ان امور میں سستی کرے تو بلحاظ حدیث وہ ایمان سے یک سر خالی ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ اس میں رائی برابر بھی ایمان نہیں۔ (مسلم)

پس اے محترم بھائی! آپ کو ان احادیث پر غور کرنا چاہیے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے فرمان کو ترک کر دینے پر کس قدر وعید ہے اور مجھے ڈر ہے کہ آپ کی وہ رعایا اس وعید کے تحت آجائے جو نماز میں سستی کرتے اور داڑھیاں منڈاتے اور مٹھی بھر سے اندر کٹاتے، نیز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہبند، قمیص اور چوغے وغیرہ بھی خلافِ شرح ٹخنوں سے نیچے لٹکاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے "نماز دین کا ستون ہے" اور حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ جو شخص نماز ضائع کر دے اس کے دیگر ارکان بھی اکارت جاتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا (جو تہبند لٹکائے ہوئے نماز پڑھتا تھا) اپنا وضو اور نماز لوٹا اور فرمایا جو تہبند ٹخنوں سے نیچے ہے وہ جہنم کا باعث ہے اور حضرت عمرؓ نے ایک جوان کو جس کا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا فرمایا اپنا کپڑا اٹھا۔ اس میں تیرے کپڑے کی صفائی ہے اور تیرے رب کے نزدیک پرہیز گاری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔ نیز فرمایا مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ اور داڑھی منڈے مجوسی نبی ﷺ کے پاس آئے۔ ان کو فرمایا تمھیں داڑھی منڈوانے کا حکم کس نے دیا؟ انھوں نے کہا ہمارے رب نے جس سے ان کی مراد ان کا بادشاہ کسریٰ تھا۔ فرمایا لیکن میرے رب نے مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم دیا ہے۔ کیا داڑھی منڈوانے والا اس بات پر غور نہیں کرتا کہ وہ اپنے پیارے رسول ﷺ کا نافرمان ہے اور مجوسیوں کے رب کا مطیع ہے۔ کیا مجوسیوں کے رب (کسریٰ) کا حکم بھی کبھی رشد والا ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے۔

اگر آپ سب لوگوں کو ان احکام کی تکمیل پر مجبور نہیں کر سکتے تو کم از کم دو قسم کے لوگوں کو ضرور مجبور کریں یعنی معلمین اور ملازمین کو۔ کیوں کہ یہ قوم کے رہبر ہیں۔ جب بڑے لوگ کسی جرم کا ارتکاب کریں تو دوسروں کے لیے اس کا ارتکاب سہل ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے مشہور ہے کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے مذہب پر ہوتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے "دین کو بگاڑنے والے یا بادشاہ ہیں یا علماء یا عابد گوشہ نشین۔" پس ضروری ہے کہ ان بڑوں کو مجبور کیا جائے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرے اس کو معلمیت اور ملازمت سے علیحدہ کر دیں، ورنہ آپ بھی ان کے برابر ہوں گے، جس سے خطرہ ہے کہ کہیں سوئے خاتمہ تک نوبت نہ پہنچے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ "جب لوگ بُرے کام کو دیکھیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو نہ بدلیں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب پر عذاب لے آئے۔'' دوسری حدیث میں ہے۔
''جس قوم میں جرائم کا ارتکاب ہوتا ہو اور وہ باوجود قدرت کے نہ روکیں تو بعید نہیں کہ اللہ سب پر عذاب لے آئے۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے عافیت میں رکھے اور پناہ دے کہ پہلے لوگوں کی طرح دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں جس کا نتیجہ ہلاکت ہو، پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کر دیا۔

اے میرے محترم بھائی! ہمیں آپ سے محبت ہے اور ہمارا اور آپ کا عقیدہ ایک ہے۔ اسی بات نے ہمیں اس پر آمادہ کیا کہ ہم ان امور پر آپ کو مطلع کریں ورنہ یہ وقت وہی ہے، جس کے متعلق ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جب تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ بخل کی پیروی کرتے اور خواہشات کے تابع ہیں اور ہر شخص خود رائے اور خود پسند ہے تو تُو اپنے نفس کی اصلاح کی کوشش کر اور عام لوگوں کا معاملہ چھوڑ دے۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہماری امیدیں آپ کے حق میں بار آور کرے اور جو امور ہم نے آپ پر پیش کیے ہیں ان پر عمل کی توفیق بخشے، کیوں کہ یہ اصل الاصول ہیں اور نصیحت کی طرف توجہ کرنا نیک لوگوں کی عادت ہے۔ اللہ آپ کو نیک لوگوں سے ملائے۔

اس سے آگے حضرت حافظ صاحب نے حاجیوں سے متعلق چند اصطلاحات کا ذکر کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب سعودی حکومت کو قائم ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور ان سے پہلی حکومت کے اثرات عام تھے۔

از......ابو احمد عبداللہ امرتسری

مدیر ''تنظیم اہل حدیث''

روپڑ (ضلع انبالہ)

مورخہ 27۔ ذی الحجہ 1355ھ

مطابق 10۔ مارچ 1937ء کو

یہ خط جلالۃ الملک عبدالعزیز ابن سعود کی خدمت میں پیش کیا گیا تو جلالۃ الملک نے حضرت حافظ صاحب کو اس کا جواب حسب ذیل الفاظ میں دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

دیوان جلالۃ الملك

مکۃ المکرمۃ فی ۲۹۔محرم ۱۳۵۶ھ عدد:۱۰۔۱۔۴۵

من عبدالعزیز بن عبدالرحمن الفیصل

الی حضرت الاخ المکرم ابی احمد عبداللہ الامرتسری حفظہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد فقد تنا ولنا کتابکم بتاریخ ۲۸۔ ذی الحجۃ ۱۳۵۵ھ واحطنا علما بما ذکر تم وشکرنا لکم حسن عواطفکم وغیر تکم ونسأل اللہ ان ینصر دینہ ویعلی کلمتہ وان یوفقنا وایاکم لما یحبہ ویرضاہ۔

والسلام

مہر سلطانی

عبدالعزیز بن عبدالرحمن (25)

اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

عبدالعزیز بن عبدالرحمن فیصل کی طرف سے۔

میرے محترم بھائی ابو احمد عبداللہ امرتسری کی خدمت میں۔ اللہ ان کا محافظ ونگہبان ہو۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا خط 28۔ ذی الحجہ 1355ھ کو ہمیں ملا۔ مافیھا سے اطلاع پائی۔ ہم آپ کے احسانات کے شکر گزار ہیں اور آپ کی غیرت دینی کی قدر کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی نصرت کرے۔ کلمہ توحید کی شان بلند کرے۔ ہمیں اور آپ کو اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرضیات کی توفیق بخشے۔

والسلام

عبدالعزیز بن عبدالرحمن

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چودھواں باب

تیسرا حج اور شاہ فیصل سے ملاقات

حضرت حافظ صاحب نے تیسرا حج 1381ھ (1962ء) میں کیا۔ یہ شاہ فیصل بن عبدالعزیز (ابن سعود) کا دور تھا۔ اس سفر حج میں بعض دیگر حضرات کے علاوہ حافظ صاحب کے برادرزادہ حافظ عبدالقادر روپڑی بھی ان کے رفیق سفر تھے۔ حج سے فارغ ہونے اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے بعد 3۔ محرم 1382ھ کو شاہ فیصل کی دعوت پر حافظ صاحب اپنے رفقائے کرام کے ساتھ طائف تشریف لے گئے۔ شاہ فیصل مرحوم کی ملاقات کے دوران حضرت حافظ صاحب نے انھیں سپاس نامہ پیش کیا۔ یہ سپاس نامہ شاہ مرحوم ومغفور کی خواہش کے مطابق انھیں حافظ عبدالقادر روپڑی نے پڑھ کر سنایا۔ یہ عربی سپاس نامہ خاصا طویل ہے۔ سپاس نامہ سن کر شاہ فیصل آب دیدہ ہوگئے۔ قارئین کرام ذیل میں بارہ صفحات کے اس عربی سپاس نامے کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جلالۃ الملک امیر فیصل حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حمد وصلوٰۃ کے بعد

میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) کی مدد فرمائی اور اس اکیلے نے (کفار کے) لشکروں کو شکست دی اور پھر ایک وقت آیا کہ آپ کے خاندان کو اللہ نے حکومت عطا فرمائی اور ایسے انعامات سے نوازا جو (دورِ حاضر میں) کسی اور کو نہیں دیے گئے۔ اس جہان میں بادشاہ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی بہت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کوکلمۂ اسلام کی سر بلندی، حرمین شریفین کی خدمت وتوسیع کے لیے منتخب فرمایا۔ حجاج کرام کے آرام اور سہولت کے لیے اور امور حج کے حسن انتظام کے لیے آپ نے جو بہترین خدمات سرانجام دیں ہم اس پر آپ کو مبارک باد دیتے ہیں اور آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور تمام عالمِ اسلام ہماری طرح ان خدمات عالیہ پر آپ کا شکرگزار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دراز عطا فرمائے اور ملتِ اسلامیہ کو آپ کے زیر سایہ تا ابد قائم رکھے۔ آمین۔ ثم آمین۔ اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے اپنی توحید کی معرفت عطا فرمائی اور سنت رسول ﷺ کا مطیع بنایا۔ قابل ستائش ہے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی جس نے ہمیں ہدایت کی دولت عطا کی وگرنہ ہم راہِ ہدایت سے بھٹکے ہی رہتے۔

جیسا کہ رسول ﷺ کا فرمان گرامی ہے، اللہ تعالیٰ متاعِ دنیا تو ہر محب وغیر محب کو عطا کر دیتا ہے، لیکن دین فقط اپنے محبوب ترین بندوں کو ہی عطا کرتا ہے اور اس حدیث میں عظیم ترین بشارت ہے توحید پرستوں کے لیے جو کہ فقط توحید کے لیے زندہ ہیں اور اتباعِ سنت ہی ان کا مقصدِ حیات ہے اور ایسے خوش بخت انتہائی قلیل ہیں اور موجودہ دور میں اس بشارت عظمیٰ کی سب سے زیادہ حق دار حکومتِ سعودیہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ حرمین کے لیے منتخب فرما کر نہ صرف حجاز کی حکومت عطا کی بلکہ شرک وبدعت کے راستے کو ہمیشہ کے لیے بند کرنے، بدعات وسیئات کی راہیں مسدود کرنے، قبور پر تعمیر کردہ قبہ جات کا انہدام کرنے کی سعادت اللہ نے آپ کے والدِ گرامی امام عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمائی۔ اصل فضیلت کا مستحق امورِ خیر کا موجد ہی ہوا کرتا ہے۔ ہم نے کئی بار ان کی مجالس میں شرکت کی ہے۔ وہ انتہائی صالح اور ملنسار تھے اور بیشتر مسائل پر ان سے بالمشافہ گفتگو کی۔ وہ امورِ خیر میں سب کے پیش رو تھے، جس کا مشاہدہ ہم نے 1354ھ اور 1355ھ میں بھی کیا اور بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کی خلافت ونیابت کے لیے آپ کا انتخاب فرمایا، اور آپ کو وہ اسباب وذرائع عطا کیے، جو ان کو مہیا نہ تھے اور آپ نے وہ کچھ کر دکھایا جو اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل اور حسن توفیق ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ سب کچھ ہر بستی میں دیکھا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں آپ کے نشر واشاعت کے لیے رواں دواں اخبار ورسائل نے لوگوں کے ذہنوں کی کایا پلٹ دی ہے اور یہ تبلیغی کام جسمانی محنت ومشقت سے عمر بھر میں نہ ہو پاتا جو کہ ان دعوتی جرائد نے انجام دیا ہے۔ اس کا مشاہدہ ہم نے میں اپنے قیامِ ریاض میں کیا جس پر ہمیں انتہائی مسرت ہوئی اور اصلاحِ دین اور تعمیر ملت کے اس کارنامے پر آپ کی محبت والفت دنیا میں بہت بڑھ گئی ہے اور ایسی توفیق فقط اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو ہی دیتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حجاز کو مرکزِ اسلام ہونے کا شرف عطا فرمایا اور اس سے رشد و ہدایت کے چشمے جاری ہو کر انسانیت کی تشنگی دور کرتے ہیں اور وہیں سے نور ہدایت وحی چار دانگِ عالم کو منور کر رہا ہے تو پھر یقینا پورا عالم اسلام اس عظیم کارِ خیر میں آپ کا ممد و معاون بن کر مملکت سعودی عرب کی تعمیر واصلاح اور وفاعِ وطن اور خدمت حرمین شریفین اور اس کی تعمیر و حفاظت میں آپ کے زیر قیادت زندگی گزارنے میں فخر محسوس کرے گا۔

میرے عظیم برادر اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے انعام واکرام سے نوازے اور اس کی نصرت ہمیشہ آپ کے شامل حال ہو۔ آپ کے والدِ ماجد بھی اسی راہِ روشن پر اپنی مجاہدانہ زندگی بسر کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرتیں ہمیشہ ان کے شامل حال رہیں اور آپ کے بھی رہیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

دورانِ حج آپ کے عظیم اصلاحی منصوبے، نیکی کے اجرا اور تعمیرِ حرم اور خدماتِ حجاج بہت کچھ مشاہدے میں آیا ہے، جس کا احاطہ الفاظ میں کرنا ممکن نہیں، خصوصاً آپ کا یہ کارنامہ بڑا عظیم ہے کہ آپ نے پرانے تعمیر کردہ چاروں مصلے توڑ کر امتِ محمدیہ کو وحدت کا سبق یاد کرانے کے لیے ایک امام کی اقتدا میں کھڑا کر دیا ہے۔

یہ آپ کی کتنی شان دار خدمت ہے کہ تفریق بین المسلمین کے خاتمے کے لیے لوگوں کے دماغوں کی اختراعات کو ختم کیا۔ غلط لوگوں کی غلط تحریروں سے متاثر نہیں ہوئے اور سب اختلافات ختم کر ڈالے۔ اس نیکی پر آپ کو اجرِ عظیم فقط اللہ واحد وقدوس ہی عطا کر سکتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر آپ کی طرف سے جامعہ اسلامیہ کا سنگِ بنیاد اور اس کی تعمیر آئندہ نسلوں کی زندگی کا رخ پھیر دے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور جب کہ آپ نے اس ادارے کو ان شیخین جید اہل علم اور مسلمہ رہبر فضیلۃ الشیخ محمد بن ابراہیم اور فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز کے ہاتھوں میں دے دیا ہے۔ آپ کا یہ کارنامہ ادارے کے حسن کو دوبالا کرے گا۔ یہ اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے اور خصوصاً یہ ادارہ دارالہجرت مدینہ منورہ میں قائم کیا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ وہ بلدۂ طیبہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بطورِ مرکز الاسلام جمیع الارض منتخب فرمایا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اس کارِ خیر پر اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

ہمارا مشورہ ہے کہ اس ادارے کے نصاب میں تفسیر القرآن اور حدیثِ رسول ﷺ ہی کو اولیت دی جائے۔ علم حدیث صحاح ستہ کے بغیر نامکمل ہے۔ بلوغ المرام کے بعد مشکوۃ المصابیح اور پھر یکے بعد دیگرے دوسری کتب حدیث کا داخل نصاب ہونا ضروری ہے۔

بردارِ مکرم! اس جہان میں حکمران تو بہت ہیں لیکن ان کی اکثریت فقط دنیا کی ظاہری چکا چوند میں کھو کر رہ گئی اور آخرت سے وہ غافل ہی رہے۔ ان کی حالت ایسی ہے کہ ان کو دیکھ کر فقط دنیا ہی یاد رہ جاتی ہے اور شان ربوبیت آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے لیکن آپ کا معاملہ بالکل نرالا ہے۔ آپ عظیم منتظم بھی ہیں اور حرم اور اہل حرم کے خادمِ خاص بھی ہیں اور خیر کا منبع اور سارے عالمِ اسلام کی ہدایت کا نشان بھی۔ اور پھر اہل حجاز تو پوری دنیا میں وہی حیثیت رکھتے ہیں جو ایک صحت مند جسم میں دل کی دھڑکن کو ہوا کرتی ہے۔ جب تک اہل حجاز آپ کی عظیم قیادت میں رہیں گے شرق وغرب میں اسلام کی عزت وحرمت قائم رہے گی۔ ہماری دعا ہے کہ حرمین شریفین کی اس خدمت جلیلہ کے صلے میں اللہ آپ کو ہر دو جہان کی کامرانیاں عطا فرمائے۔

بردارِ محترم! جب کوئی زبان آپ کے متعلق غلط لفظ بولتی ہے یا نظرِ بد سے آپ کی طرف دیکھتی ہے تو ہم تڑپ اٹھتے ہیں اور آپ کے دفاع کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ ہماری محبتیں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارا اور آپ کا عقیدہ توحید وسنت کے بارے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکساں ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمارا مقصدِ زیست یہی ہے اور اسی وجہ سے ہم نے مسلمانوں کی اصلاح کے لیے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے، کیوں کہ آپ ہی اس کے مستحق ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ آپ اپنے والدِ محترم کے خلف رشید ثابت ہوں اور ہمیشہ خدمتِ اسلام میں آگے آگے رہیں اور اس کے لیے اپنی زندگی وقف فرمائیں۔

برادرِ محترم! یہ چند کلمات جو آپ کے گوش گزار کیے گئے ہیں، فقط رضائے الٰہی اور اسلامی اخوت ومحبت کے لیے ہمارے واحد مقصدِ زندگی کی بنا پر ہیں اور اسی وجہ سے ہم نے آپ کے والد ماجد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ہر مسلمان کی بھلائی کرتے ہوئے اس پر قائم رہے ہیں اور آپ کے والد صاحب کی وفات کے بعد ہم نے اپنے ریاض کے قیام میں آپ کے برادرِ محترم جلالۃ الملک سعودؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری یہی دعا ہے کہ ہمارے اس رشتۂ بیعت کو تا قیامت قائم رکھے کیوں کہ صالحین کے لیے اللہ تعالیٰ نے فقط اسی طرزِ زندگی کو پسند فرمایا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ نصیحت ہماری طرف سے آپ کے خاندان کے لیے آخری ہو، کیوں کہ اس وقت میری عمر قمری حساب سے 78 برس ہوگئی ہے اور شمسی حساب سے 76 برس کو پہنچ گیا ہوں۔ اس وقت جسمانی توانائیاں ختم ہوکر ہڈیوں کی کمزوری کا دور شروع ہو چکا ہے۔ سر کے بالوں کی سفیدی بڑھاپے کی آمد کا روشن ترین اعلان ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق امت محمدیہ کے افراد کی عمریں ساٹھ اور ستر برس کے درمیان ہی رہتی ہیں۔ انتہائی قلیل افرادِ امت ہیں جن کو اس سے زیادہ عرصۂ حیات ملا کرتا ہے۔

برادرم! میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی دیگر کرم نوازیوں کی طرح آپ کی عمر میں بھی وسعت عطا فرمائے اور آپ اپنی عمرِ عزیز کو خدمتِ اسلام کے لیے ہی وقف رکھیں کیوں کہ نیک انسانوں کی زندگی ان کے لیے علوِ مرتبت کا موجب ہوا کرتی ہے اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے فرمانِ مبارک میں موجود ہے کہ ہر انسان کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو دروازے کھول رکھے ہیں۔ ایک دروازے سے اس کا رزق باہر آتا ہے اور دوسرے دروازے سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا قول وعمل داخل ہوتا ہے، لیکن وفات کے بعد دونوں دروازے روتے ہوئے کھلے رہتے ہیں۔ نہ رزق باہر جاتا ہے اور نہ قول وعمل کی آمد جاری رہتی ہے اور حدیث کے آخر میں آپ نے یہ آیت تلاوت کی کہ اس پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین۔ کسی نے کتنا اچھا کہا ہے:

ولدتك امك يابن آدم باكيا
والناس حولك يضحكون سرورا
فاجهد نفسك ان تكون
اذابكوايوم موتك ضاحكاً سرورا

''اے ابنِ ادم! ماں کے شکم سے تو روتا ہوا آیا اور لوگ تیری آمد پر خوشی سے ہنستے رہے، اپنی جان کو راہِ خدا میں ایسے بسر کر کہ جب تیرے الوداع پر لوگ روئیں تو تو بارگاہِ عالی میں ہنستا ہوا جائے۔''

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کی طرح موت بھی اسلام کے زریں دین پر دے اور آپ کو اور ہم کو اپنے صالح بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین!

شاہ فیصل نے اس سپاس نامے یا مکتوب کے سننے کے بعد اپنے جذبات اور تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ کا مکتوب بہت احسن، نہایت پُرخلوص اور نصیحت آمیز ہے۔ نیز آپ کی محبت کا آئینہ دار ہے۔ مختصر ہونے کے باوجود ایک ایسی پُرعظمت تاریخ کا حامل ہے جس کی سنہری کرنیں قیامت تک روشن رہیں گی۔ میں آپ کے علم وفضل اور آپ کی محبت والفت کی دل کی گہرائیوں سے قدر کرتا ہوں۔

''حکومتِ سعودیہ خصوصاً ہمارے خاندان سے آپ کی قلبی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان تعلقات کی بنیاد اسلامی اخوت، خلوص وتقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم ہے۔ یہ مضبوط رشتے درحقیقت توحید وسنت کی برکتوں کا ثمر ہیں۔

''آپ ہمارے والدِ مرحوم (جلالۃ الملک عبدالعزیز ابن سعود) کے مخلص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوستوں میں سے ہیں۔ ہمارے مرحوم والد کے دور میں حکومتِ سعودیہ کے لیے
جو عظیم علمی، دینی اور سیاسی خدمات پاک وہند اور سعودی عرب میں سرانجام دی
گئی ہیں وہ ہمارے نزدیک نہایت قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہیں۔ہم اس کے
لیے آپ کے تہِ دل سے ممنون ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمارے اعمال
میں اخلاص کی روح پیدا فرمادے اور ہمیں اپنی مرضیات کی توفیق بخشے آمین!''

شاہ فیصل نے آپ کو بے حد اعزاز واکرام کے ساتھ الوداع کہا اور آپ ریاض سے ہوتے ہوئے دمام پہنچے۔دمام کے گورنر نے آپ کا پُروقار استقبال کیا اور ملاقات کے بعد ان لوگوں کو وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز شاہی خرچ پر واپس پاکستان روانہ کیا۔

OOOOO

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پندرھواں باب

حضرت محدث روپڑی کے چند شاگردانِ گرامی

حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی نے 1914ء میں دینی مدارس کی مروّجہ تعلیم سے فراغت پائی تو روپڑ (ضلع انبالہ) میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا جو 1938ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد وہ روپڑ کا تدریسی اور تنظیمی سلسلہ اپنے دو اصحابِ علم بھتیجوں (حافظ اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی) کے سپرد کر کے امرتسر تشریف لے گئے تو وہاں مسندِ درس بچھائی۔ پھر تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں ان کا ورود ہوا تو کچھ عرصے کے بعد لاہور کی مسجد قدس میں سلسلۂ تدریس کا آغاز کیا جو زندگی کے آخری دور تک جاری رہا۔ اس طرح انھوں نے برصغیر کے تین مقامات (روپڑ، امرتسر اور لاہور) میں کم وبیش پچاس برس ہنگامۂ درس بپا کیے رکھا۔ اس طویل عرصے میں بے شمار علما وطلبا نے ان سے تحصیل علم کی۔ وہ صرف مدرس ومعلم ہی نہیں تھے، بہت بڑے واعظ وناصح بھی تھے۔ جہاں لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا، وہاں ان کی روحانیت اور زہد وتقویٰ سے بھی وہ بے حد متاثر ہوئے، پھر یہ تاثر زندگی بھر ان کے قلب وذہن میں راسخ رہا۔

یہاں ان کے چند شاگردانِ گرامی کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مولانا محمد اشرف سندھو:

ان کا شمار حضرت حافظ صاحب کے ممتاز شاگردوں میں ہوتا تھا۔ حضرت کے دینی افکار کے یہ بہت بڑے مبلغ تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف اور نامور مقالہ نگار تھے۔ قد وقامت میں بھی منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ صحیح معنوں میں بسطة فی العلم والجسم تھے۔ دینی غیرت اور مسلکی حمیّت کا صحت مند پیکر۔ حافظ صاحب حج بیت اللہ کے لیے گئے تو یہ ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم رکاب تھے۔ حضرت کے انتہائی عقیدت مند تھے اور مسائل دینیہ میں ان کی تحقیق کو بے حد اہمیت دیتے تھے۔ کلمۂ حق بلند کرنے میں جری تھے۔ بہت اچھے مناظر بھی تھے۔ عام میل جول میں فراخ حوصلہ اور خوش کلام تھے۔

17۔دسمبر 1897ء کو موضع سندھوکلاں (ضلع قصور) میں پیدا ہوئے۔ سولہ سال کی عمر میں سرکاری سکول سے مڈل پاس کر کے حضرت حافظ عبداللہ روپڑی اور ان کے برادرِ صغیر حافظ محمد حسین روپڑی سے تحصیل علم کرنے لگے۔ اسی اثنا میں علم طب پڑھا اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد طب ہی کو ذریعۂ معاش قرار دے کر تبلیغ دین میں مشغول ہو گئے۔

اپنی کوشش سے گاؤں میں مسجد اہل حدیث تعمیر کرائی۔ وہاں زیادہ تعداد سکھوں کی تھی، ان کو ان کے گوروؤں بالخصوص بابا نانک کے اصل افکار سے روشناس کرانے کے لیے گورمکھی زبان پڑھی۔ جب وہ سکھوں کو گورونانک کی تعلیم کے متعلق بتاتے تو وہ بڑے متاثر ہوتے۔ چنانچہ گاؤں کے ایک سکھ زمیندار ایشر سنگھ سندھو نے اسلام قبول کر لیا، جس کا نام غلام محمد رکھا گیا۔ اس کے کہنے پر مولانا ممدوح نے پنجابی نظم میں ''تذکرۃ المحمدیہ المعروف بہ تاریخ اہل حدیث'' لکھی۔

وہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے، جن کے نام یہ ہیں۔ (1) رسالہ بے نمازاں۔ (2) بکرا دیوی۔ (3) پیغام حضرت پیر عبدالقادر جیلانی۔ (4) فرقہ وجودیہ کی اصلیت اور پہچان۔ (5) گیانی جی کیوں مسلمان ہوئے۔ (6) گورونانک کا پیغام سکھ سنگتوں کے نام۔ (7) نانک کی ہرداس سکھ سنگتوں کے پاس۔ (8) مناظرہ چک نمبر 4 غلام رسول۔ (9) نتائج التقلید۔ (10) مقام اہل حدیث۔ (11) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (12) مقیاس حقیقت حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم، حصہ چہارم۔ (13) البشریٰ بسعادۃ الدارین (عربی)۔ (14) رکعاتِ قیام رمضان۔ (15) اکمل البیان۔ (16) حقیقت نما۔ ان کتابوں کے علاوہ جماعت اہل حدیث کے مختلف رسائل وجرائد میں ان کے مضامین کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی وفات اس طرح ہوئی کہ 13۔ جولائی 1964ء کو قولنج کا دورہ پڑا۔ پھر فتق کا پرانا عارضہ لاحق ہوگیا۔ گھر پر علاج ہوتا رہا۔ بعدازاں 10۔ اگست کو آپریشن کے لیے میو ہسپتال میں داخل ہوئے۔ 18۔ اگست کو آپریشن کرایا۔ 21۔ اگست 1964ء کو پتا چلا کہ کل 20۔ اگست کو حضرت حافظ عبداللہ روپڑی وفات پا گئے ہیں۔ اس صدمے سے اسی دن وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی

حضرت حافظ صاحب کے فیض یافتہ بزرگوں میں ایک بہت بڑا نام حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ وہ تمام درسی علوم میں عبور رکھتے تھے بالخصوص حدیث اور اس کے متعلقات پر انھیں درک حاصل تھا۔

مولانا مرحوم 1897ء (1314ھ) کے لگ بھگ ہندوستان کے صوبہ راجستھان کے ضلع جے پور کے ایک شہر کھیتری میں پیدا ہوئے۔ ناظرہ قرآن مجید اپنے شہر کے حافظ اللہ بخش سے پڑھا۔ سرکاری سکول میں پرائمری تک تعلیم پائی۔ اسی اثنا میں اپنے والدِ محترم (حکیم دادا بخش) سے فارسی اور صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ تحصیل علم اور دینی مسائل سے آگاہی کا بے حد شوق تھا اور بارگاہِ الٰہی سے ذہن بھی اخاذ پایا تھا۔

ابتدائی تعلیم کے بعد والد مکرم نے مزید تعلیم کے لیے بیٹے کو دہلی بھیج دیا، جسے اس وقت علم وعلما کا مرکز قرار دیا جاتا تھا۔ وہاں مولانا عبدالوہاب دہلوی، مولانا احمد اللہ پرتاپ گڑھی دہلوی، حکیم عبدالوہاب (نابینا)، حافظ عبدالرحمن شاہ پوری (برادر مولانا فقیر اللہ مدراسی) مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی اور مولانا عبدالرحمن ولایتی سے تفسیر وحدیث، فقہ واصول، بیان ومعانی، عربی ادبیات وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔

دہلی سے پنجاب کا قصد کیا اور ضلع فیروز پور کے موضع لکھو کے پہنچے۔ وہاں حضرت مولانا عبدالقادر لکھوی اور ان کے فرزند عالی قدر مولانا عطاء اللہ لکھوی سے استفادہ کیا۔ لکھو کے سے عازمِ روپڑ ہوئے، وہاں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصولِ فیض کیا۔ حضرت مولانا عبدالرحمن مبارک پوری کے حلقۂ تلمذ میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس طرح انھوں نے صرف بیس سال کی عمر میں 1917ء (1335ھ) تک دینیات کے تمام علوم متعارفہ کی تکمیل کر لی۔

اس کے بعد ضلع جے پور کے شہر کھنڈیلا کو اپنا مسکن بنایا اور درس وتدریس کے لیے زندگی وقف کر دینے کا فیصلہ کیا۔ کھنڈیلا میں انھوں نے ''اشاعۃ القرآن والحدیث'' کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور فریضۂ تدریس سرانجام دینے لگے۔ لیکن وہاں طلبا کی تعداد محدود تھی۔ اس وقت دہلی میں حافظ حمید اللہ مرحوم نے مدرسہ حمیدیہ جاری کیا تھا۔ حافظ صاحب نے مولانا ممدوح کی خدمات اپنے مدرسے کے لیے حاصل کر لیں۔ اب ان کی تدریسی اور علمی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی تھی۔ اس وقت برما کے دارالحکومت رنگون میں بھی اہل حدیث خاصی تعداد میں آباد تھے اور متعدد علمائے کرام اس ملک میں فروکش تھے۔ رنگون کی جماعت کے لوگ انھیں رنگون لے گئے۔

کچھ عرصہ وہ رنگون رہے۔ پھر کھنڈیلا تشریف لے آئے اور مصباح العلوم کے نام سے وہاں مدرسہ جاری کیا۔ اس مدرسے میں دہلی، یوپی اور پنجاب کے مختلف علاقوں کے طلبا پہنچے اور ان سے استفادہ کرنے لگے۔

تقسیم ملک سے کچھ عرصہ بعد تک وہ کھنڈیلا میں اقامت گزیں رہے۔ پھر پاکستان تشریف لے آئے اور مولانا سید داؤد غزنوی کی درخواست پر لاہور چینیاں والی مسجد میں طلبا کو پڑھانے لگے۔ اس وقت اس مسجد میں ایک مدرسہ جاری تھا، جس کے مہتمم مولانا داؤد غزنوی تھے۔ شیش محل روڈ پر دارالعلوم تقویۃ الاسلام کا اجرا ہوا تو مولانا کھنڈیلوی کا سلسلۂ درس کچھ مدت وہاں جاری رہا۔

پھر مولانا ممدوح واپس ہندوستان تشریف لے گئے اور مدرسہ احمدیہ دربھنگا (صوبہ بہار) کے اربابِ اہتمام کی دعوت پر وہاں پڑھانا شروع کیا۔ اسی اثنا میں ان کے فرزندان گرامی پاکستان آگئے تو انھوں نے بھی پاکستان کا رخ کیا۔ یہاں آکر انھوں نے اوکاڑہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکونت اختیار کرلی اور اوکاڑہ کے مدرسہ دارالحدیث میں (جو قاضی محمد رمضان کی مسجد میں جاری تھا) درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔

حضرت مولانا کھنڈیلوی نے کم وبیش 45 برس خدمتِ تدریس سرانجام دی، وہ اونچے مرتبے کے معلم اور صاحبِ تحقیق مصنف تھے۔ ان کے شاگردوں کی وسیع فہرست میں حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا حافظ محمد اسحاق حسینوی، مولانا حافظ محمد بھٹوی اور دیگر بے شمار حضرات شامل ہیں۔

مولانا کھنڈیلوی نے 4۔ اگست 1962ء (2۔ربیع الاول 1382ھ) کو اوکاڑہ میں وفات پائی۔ حضرت حافظ محمد گوندلوی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

مولانا عبدالقادر عارف حصاری

موجودہ جغرافیائی اعتبار سے ضلع حصار ہندوستان کے صوبہ ہریانہ میں شامل ہے۔ اس ضلعے میں بے شمار علمائے کرام پیدا ہوئے، جنھوں نے دین کی بے حد خدمت کی۔ انہی حضرات میں ایک بزرگ مولانا عبدالقادر حصاری تھے جو ضلع حصار کے ایک قصبے گنگا کے ایک علمی خاندان کے فرد تھے۔ ان کے والد کا نام مولوی محمد ادریس اور دادا کا مولوی مستقیم تھا۔ عبدالقادر حصاری نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ اس کے بعد انھیں ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں ''لکھوکے'' بھیج دیا گیا۔ وہاں کم وبیش 1840ء سے دینی مدرسہ قائم تھا، جس میں حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی، حضرت حافظ محمد لکھوی، حضرت مولانا عبدالقادر لکھوی، حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی اور اس خاندان کے دیگر متعدد اصحابِ علم طلبا کو علوم دینیہ کی تعلیم دیتے آرہے تھے۔ مولانا عبدالقادر حصاری جب وہاں پہنچے، اس وقت دوسرے بزرگوں کے علاوہ اس مدرسے کی مسندِ درس پر حضرت حافظ محمد لکھوی کے پوتے اور مولانا محی الدین عبدالرحمن لکھوی کے فرزندِ ذی شان مولانا محمد علی لکھوی بھی متمکن تھے۔ مولانا عبدالقادر حصاری نے ان سے علومِ متداولہ کی مختلف کتابیں پڑھیں۔ پھر ایک وقت آیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی مرحوم ومغفور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے استفادہ کیا۔

مولانا عبدالقادر حصاری اپنے عہد کے مشہور عالم اور مدرس تھے۔ درسی کتابوں پر تو انھیں عبور حاصل تھا ہی، ان کا عام مطالعہ بھی بہت وسیع تھا۔ قرآن وحدیث اور کتب فقہ پر وہ گہری نظر رکھتے تھے۔ اختلافی مسائل سے متعلق بالخصوص ان کی معلومات کا دائرہ بڑا وسعت پذیر تھا۔ جس مسئلے پر قلم اٹھاتے اس کے تمام پہلوؤں کی وضاحت کرتے جاتے۔ ہر کتاب کا حوالہ دیتے اور ائمۂ محدثین کے نقطہ نظر کو بہترین انداز میں بیان فرماتے۔

اپنے قصبے گنگا میں انھوں نے ایک دینی مدرسہ جاری کیا تھا، جس میں بہت سے طلبا نے تعلیم حاصل کی۔ تصنیف وتالیف اور تدریس وخطابت ہمیشہ ان کا اصل موضوع رہے۔ اللہ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ ہمارے دوست پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر (جامعہ اسلامیہ بہاول پور) کے نانا تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد وہ پہلے ضلع ساہی وال کے ایک گاؤں چک نمبر 71 (15۔ ایل) آئے۔ پھر ضلع وہاڑی چک نمبر 151 چلے گئے جو گگومنڈی کے قریب ہے۔ اس طرح وہ مختلف مقامات میں گئے اور ان کی کتابیں ان کے ساتھ ساتھ رہیں۔ کتابوں سے انھیں بہت تعلق تھا اور وہ ہر وقت کسی نہ کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔

وہ مصنف بھی تھے اور انھوں نے کئی کتابیں لکھیں، جن میں سے بعض کتابیں شائع ہوئیں اور بعض شائع نہیں ہوسکیں۔ علاوہ ازیں جماعت اہل حدیث کے اخبارات ورسائل میں ان کے مضامین چھپتے رہے۔ میرے زمانۂ ادارت میں اخبار ''الاعتصام'' میں ان کے بے شمار مضامین شائع ہوئے۔

مولانا عبدالقادر حصاری پنجابی کے شاعر بھی تھے اور ان کا تخلص عارف تھا۔

مولانا ممدوح کی چھوٹی بیٹی بورے والا رہتی تھیں۔ وہ ستمبر 1981ء میں بیٹی سے ملنے بورے والا گئے۔ وہیں طبیعت خراب ہوئی اور چند روز بعد 19۔ ستمبر 1981ء کو وفات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاگئے۔ ان کی نماز جنازہ قاری عبداللطیف مرحوم نے پڑھائی جو اس وقت جامع مسجد اہل حدیث وہاڑی کے خطیب تھے۔

حضرت حافظ صاحب روپڑی کے اس عالم دین شاگرد کو بورے والا میں دفن کیا گیا۔

اناللہ والیہ راجعون۔

مولانا ابوالسلام محمد صدیق

حضرت حافظ صاحب روپڑی کے ایک ممتاز تریں شاگرد مولانا ابوالسلام محمد صدیق تھے جو ایک روایت کے مطابق 1914ء میں اور ایک روایت کی رو سے 1916ء میں مشرقی پنجاب کے ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں فیروزوال میں پیدا ہوئے۔ ناظرہ قرآن مجید اپنے گاؤں کے امام مسجد سے پڑھا۔ ان کے علاقے میں ڈسٹرکٹ بورڈ کا ایک سکول تھا، (بی ڈی سکول)۔ اس سکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ ضلع فیروز پور سے متصل ضلع لدھیانہ تھا اور لدھیانہ کی ایک تحصیل کا نام جگرانواں تھا، اس تحصیل کے ایک گاؤں موضع غالب میں ایک بزرگ مولوی صدرالدین فروکش تھے جو اس گاؤں کے نمبردار تھے اور اپنے علم کی وجہ سے علاقے میں خاص اثر رکھتے تھے، مولانا محمد صدیق نے مڈل پاس کرنے کے بعد مولوی صدالدین نمبروار کے کہنے پر دینی علوم پڑھنا شروع کیے اور دینیات کی ابتدائی کتابیں انہی مولوی صدرالدین نمبردار غالبوی سے پڑھیں۔

جب اس راہ کی چند منزلیں طے کرلیں تو 1934ء میں حضرت حافظ عبداللہ صاحب کی خدمت میں روپڑ حاضری دی۔ وہاں کی ایک مسجد میں جو شاہی جامع مسجد عالی کے نام سے مشہور تھی، حضرت حافظ صاحب کا درس وخطابت کا سلسلہ جاری تھا، مولانا محمد صدیق 1934ء سے 1940ء تک (چھ سال) حضرت حافظ صاحب سے تحصیل علم میں مشغول رہے۔ اس اثنا میں ان سے تفسیر، حدیث، اصول حدیث، صرف ونحو، علم میراث کے علاوہ فارسی کی چند کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ تو جاری رہا مگر تحصیل علم میں انقطاع واقع ہوگیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب وہ اس نواح کے معروف عالم دین سید مولا بخش کوموی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور ان سے کتبِ حدیث کی سند لی۔ پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا، جسے اب فاضل فارسی کہا جاتا ہے۔ ایک سال گوجراں والا میں حضرت حافظ محمد گوندلوی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کی خدمت میں گزارا اور ان سے مستفید ہونے کا شرف حاصل کیا۔ حضرت حافظ محمد حسین روپڑی سے بھی بعض درسی کتابیں پڑھیں اور ان کے طرز تدریس کا ان پر خاص اثر پڑا، لیکن سب سے زیادہ مدت حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے آستانۂ فضیلت پر گزاری اور انھی سے زیادہ متاثر ہوئے، اور یہ تاثر تمام عمر ان کے ذہن وفکر پر چھایا رہا۔

اس وقت لدھیانہ شہر میں دارالحدیث کے نام سے اہل حدیث کا ایک مدرسہ جاری تھا، 1942ء میں اس مدرسے کے ارباب اہتمام نے مولانا محمد صدیق کی خدمات حاصل کیں اور وہ 1947ء (قیامِ پاکستان) تک اس مدرسے کی مسندِ درس پر متمکن رہے۔ وہاں کی مسجد اہل حدیث کی امامت وخطابت بھی انھی کے سپرد تھی۔

قیامِ پاکستان کے بعد اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ پاکستان آئے اور سرگودھا شہر کو اپنا مسکن قرار دیا اور وہاں کے بلاک 19 کی جامع مسجد اہل حدیث میں خطابت کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ پھر سٹیلائٹ ٹاؤن ڈی بلاک (سرگودھا) میں خود مسجد تعمیر کی اور وہاں جامعہ علمیہ کے نام سے درس گاہ جاری فرمائی۔ بچیوں کی تعلیم کے لیے مدرسۃ البنات قائم کیا۔ ''احیاء السنۃ النبویہ'' کے نام سے اشاعتی ادارے کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ درس وخطابت کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ مختلف اوقات میں انھوں نے مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کیں جو شائع ہوئیں اور اہل علم نے دلچسپی سے ان کا مطالعہ کیا۔

☆......رفع الیدین (اردو) 1954ء

☆......پوتے کی وراثت 1406ھ

☆......تعلیم الفرائض وراثت سے متعلق

☆......رہنمائے وراثت کتابچہ اور اشتہار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆......نمازِ مترجم — 1397ھ

☆......عشر وزکوۃ — 1979ء

☆......جمع بین الصلاتین — 1395ھ

☆......حج وعمرہ کے مسائل

☆......تعلیم الاحکام — بلوغ المرام کے بعض حصوں کا ترجمہ

☆......اسوۂ سرورِ کونین — 1395ھ

☆......نکاح کی غیر شرعی رسوم

☆......التدمیث فی مصلح الحدیث — (عربی)

☆......راہِ سنت

☆......دین کے تین اصول — ایک عربی رسالے کا اردو ترجمہ

☆......جدول سلسلۂ وراثت

☆......ترتیب وتدوین فتاویٰ اہل حدیث (از حضرت حافظ عبداللہ روپڑی)

حکم الطلاق الثلاث فی مجلس واحد علیٰ ضوء الکتاب والسنۃ مع جواب فیض المستغاث۔ یہ ایک حنفی عالم کی کتاب کا جواب ہے، جس میں طلاق ثلاث کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب مولانا محمد صدیق کی آخری تصنیف ہے جو 1407ھ میں شائع ہوئی۔

مولانا ابوالسلام محمد صدیق نے بے شک متعدد کتابیں تصنیف کیں اور بعض عربی کتابوں کے اردو ترجمے بھی کیے، لیکن ان کی بہت بڑی علمی خدمت حضرت حافظ صاحب روپڑی کے فتاوے کی تدوین وترتیب ہے۔ مختلف مقامات میں بکھرے ہوئے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ فتاوے جمع کرنا، ان کی موضوع وار تبویب کرنا اور ان کی اشاعت کا اہتمام کرنا بہت بڑا کام ہے جو مولانا محمد صدیق نے کیا۔ اس سے جہاں ان کے صاف ستھرے فقہی ذوق کا پتا چلتا ہے، وہاں ان کی وسعتِ معلومات اور حضرت حافظ صاحب روپڑی کے ساتھ بے پناہ مخلصانہ تعلق کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ روپڑی خاندان اور اس کے اصحابِ علم سے وہ بے حد پُرخلوص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراسم رکھتے تھے اور ان سے علمی تعاون کو اپنا اہم فریضہ قرار دیتے تھے۔ ''فتاویٰ اہل حدیث'' کی تدوین اس کا رفیع الشان علمی ثبوت ہے، جس کی اس مادی دور میں مثال ملنا اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے۔

مولانا محمد صدیق سے میرے مراسم 1953ء میں قائم ہوئے۔ اس وقت وہ چونتیس پینتیس برس کے جوان تھے۔ سرخی مائل گندمی رنگ، پورا قد، چوڑا چہرہ، کھلی پیشانی، کشادہ سینہ، سادہ مگر صاف ستھرا لباس، مہذبانہ اندازِ کلام، اخلاق ومروت کا خوب صورت مرقع۔

مجھ سے ان کا برتاؤ ہمیشہ مشفقانہ رہا۔ گفتار میں شگفتگی اور میل جول میں بلندیٔ اخلاق کا اظہار ان کا خاص وصف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث کے علاوہ دیگر مسالک کے عوام وخواص میں بھی انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ ہر شخص کی عزت کرتے اور ہر شخص ان کا احترام بجالاتا۔

انھوں نے 6۔ اپریل 1988ء کو بدھ کی رات پونے گیارہ بجے وفات پائی اور جمعرات کو نمازِ عصر کے بعد سرگودھا کی عیدگاہ میں ان کا جنازہ پڑھا گیا، جس کی امامت ان کے جگری دوست حافظ عبدالقادر روپڑی نے کرائی۔ سرگودھا کی تاریخ کا یہ ایک تاریخی جنازہ تھا، جس میں شہر اور دور ونزدیک کے بے شمار لوگوں نے شرکت کی۔ شرکت کرنے والوں میں ہر مسلک کے علما وطلبا اور سیاسی وسماجی سب حلقوں کے لوگ شامل تھے۔

ہم عاجز بندوں کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دینی اور علمی خدمات کو حسنِ قبول سے نوازا ہوگا اور انھیں جنت الفردوس میں بلند مراتب عطا فرمائے ہوں گے۔ وہ اللہ کے نیک بندوں سے محبت کرتے تھے اور ان کے شب وروز خدمتِ دین میں گزرتے تھے۔ بارگاہ الٰہی سے ان کو اس کا لازماً بہتر بدلا ملا ہوگا۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی

مشرقی پنجاب کے ضلع فیروز پور کی تحصیل مکتسر میں ایک گاؤں ''بڈھیمال'' تھا جو حجم اور آبادی کے اعتبار سے تو بہت مختصر تھا، مگر اس نواح میں اہل علم کا مرکز اور اربابِ صالحیت کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسکن تھا۔ حافظ احمد اللہ اسی گاؤں کے ایک آسودہ حال زمین دار گھرانے میں فروری 1919ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کی ابتدا اپنے گھر میں اپنے جدّ امجد حاجی علی محمد سے کی۔ اپنے پوتے کو انھوں نے پہلے ناظرہ قرآن مجید پڑھایا۔ پھر حافظ محمد لکھوی کی پنجابی نظم کی کتابیں احوال الاخرت، انواع محمدی اور زینت الاسلام وغیرہ پڑھائیں جو اس زمانے کے دیہات میں بالعموم پڑھائی جاتی تھیں۔ مولوی رحیم بخش کی ایک تصنیف کا نام ''اسلام کی کتاب'' تھا جو چودہ حصوں پر مشتمل تھی۔ اس وقت یہ کتاب بڑے شوق سے پڑھی اور پڑھائی جاتی تھی۔ حافظ احمد اللہ کو اس کے بھی چار پانچ حصے پڑھائے گئے۔

بعدازاں انھیں موضع ''لکھو کے'' بھیج دیا گیا، جہاں 1840ء سے دینی علوم کی تدریس کا بہت بڑا مدرسہ جاری تھا۔ لکھو کے میں انھوں نے حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی اور ان کے صاحب زادۂ گرامی مولانا عبدالرحمن لکھوی سے استفادہ کیا اور ان دونوں حضرات سے صرف ونحو اور منطق وفلسفہ کی وہ کتابیں پڑھیں جو اس عہد کے مدارس دینیہ کے نصاب میں شامل تھیں۔

لکھو کے سے گوجراں والا کا عزم کیا۔ وہاں حضرت حافظ محمد گوندلوی سے صحیح بخاری اور مروّجہ علوم کی بعض انتہائی کتابیں پڑھیں اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی سے صحیح مسلم، مختصر المعانی اور عربی ادبیات کی نصابی کتابوں کی تکمیل کی۔

گوجراں والا سے فراغت کے بعد حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے حلقۂ درس کی شہرت سنی تو روپڑ کی طرف شدِّ رحال کیا۔ حضرت ممدوح سے صحیح بخاری دوبارہ پڑھی، ہدایہ اوّلین کا درس لیا اور علوم عقلیہ ونقلیہ کی بعض کتابیں پڑھیں۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ان دنوں فارغ التحصیل طلبا کو تفسیر قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ ان سے بھی حافظ احمد اللہ فیض یاب ہوئے۔ دوران تعلیم قرآن مجید خود ہی حفظ کر لیا۔

1939ء میں فارغ التحصیل ہوئے تو اپنے گاؤں بڈھیمال میں مسند درس بچھائی۔ کئی سال یہ سلسلہ جاری رہا۔

تقسیم ملک کے بعد اگست 1947ء میں بڈھیمال کے لوگ ضلع فیصل آباد کی تحصیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جڑاں والا کے ایک گاؤں چک نمبر 36 گ ب میں آ بسے۔ یہاں بھی حافظ احمد اللہ نے محدود سے پیمانے پر سلسلۂ تدریس کا آغاز کیا۔ پھر حالات نے کروٹ لی تو انھیں متعدد مدارس میں خدمت تدریس سرانجام دینے کے مواقع میسر آئے۔

مثلاً منڈی تاندلیاں والا کے قریب چک نمبر 405 کمیانہ میں، مدرسہ تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی میں، حضرت مولانا عبداللہ ویروالوی کے جاری فرمودہ دارالقرآن والحدیث فیصل آباد میں، اوکاڑہ کے دارالحدیث میں، جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں، جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں، مدرسہ خادم القرآن والحدیث جھوک دادو (ضلع فیصل آباد) میں اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں۔

حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی معروف مدرس اور شیخ الحدیث تھے۔ علم کے ساتھ اللہ نے عمل کی نعمت سے بھی انھیں نوازا تھا۔ حضرت حافظ روپڑی کے یہ لائق اور صالح شاگرد تھے۔

اس ممتاز معلم کا انتقال اس طرح ہوا کہ جھوک دادو چک نمبر 427 کے مدرسے میں امتحان کے لیے گئے۔ وہیں 28۔ نومبر 1998ء کو ہفتے کے روز بہ عارضہ قلب صبح نو بجے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی میت چک نمبر 36 پہنچائی گئی۔ یہ فقیر جنازے میں شامل تھا۔ [1]

مولانا عبدالسلام کیلانی

حضرت حافظ صاحب کے ایک شاگرد مولانا عبدالسلام کیلانی تھے، جنھوں نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بڑی دینی خدمات سرانجام دیں۔ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم پائی اور مختلف مقامات میں ان کی دینی سرگرمیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انھیں صالحیت کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔ وہ ایک علمی خاندان کے رکن تھے، اس لیے اہل علم کے ساتھ رابطہ رکھتے تھے۔ ایک عرصے تک محکمہ اوقاف کی علماء اکیڈمی سے وابستہ رہے۔ ان کی تدریس کی بھی شہرت تھی اور تحریر میں بھی انھیں ایک مقام حاصل تھا۔

---

[1] ان کے مفصل حالات میں نے اپنی ایک کتاب "دبستان حدیث" میں لکھے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حافظ صاحب روپڑی سے انھوں نے خوب استفادہ کیا۔ ان سے کتب حدیث پڑھیں اور ان کے مطالب کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی اور اس میں اللہ نے ان کو کامیابی عطا فرمائی۔ وہ باعمل عالم دین تھے۔ اسلامی تہذیب کا صاف ستھرا نمونہ اور دینی ثقافت کا متحرک وجود۔!

وہ مفتی حافظ ثناء اللہ خاں مدنی کے رفقاء میں سے تھے۔ درویش صفت اور مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک۔ انھوں نے مختصر علالت کے بعد 29۔ جولائی 2008ء کو وفات پائی۔ ان کے جنازے میں سیکڑوں علمائے کرام اور طلبائے علوم دینیہ نے شرکت کی۔ نماز جنازہ مرحوم کے پرانے ساتھی اور دورِ طالب علمی کے قابلِ احترام رفیق شیخ الحدیث حافظ مفتی ثناء اللہ خاں مدنی نے پڑھائی۔

ان کی صالحیت اور تقویٰ شعاری کی بڑی شہرت تھی۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتے تھے، بحث ومباحثے سے دور رہتے اور اتنی ہی گفتگو کرتے جتنی کی ضرورت سمجھتے۔ ادھر ادھر کی بے مقصد باتوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے۔ متحمل مزاج اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔ ان سطور کا راقم ان کے جنازے میں شریک تھا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی دینوی لغزشیں معاف فرمائے اور انھیں جنت میں جگہ عطا فرمائے۔

مفتی حافظ ثناء اللہ خاں مدنی

حضرت حافظ روپڑی کے موجودین تلامذۂ ذی احترام میں سے جناب مفتی حافظ ثناء اللہ خاں مدنی کا اسم گرامی لائقِ تذکرہ ہے۔ حضرت مفتی صاحب ضلع قصور کے موضع کلس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں موضع ''سرہالی کلاں'' میں حاصل کی۔ پھر لاہور میں آ کر حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں شرکت کی اور ان سے درسِ نظامی کی مروجہ کتابیں پڑھیں۔ بعدازاں جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کے کلیۃ الشریعہ میں داخلہ لیا اور امتیازی حیثیت سے سندِ فراغت لی۔ وہاں انھوں نے جن اصحاب علم سے فیض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کیا، ان میں علامہ ناصر الدین البانی، شیخ محمد امین شنقیطی، شیخ شیبۃ الحمد، شیخ عبدالمحسن العباد، شیخ حماد الانصاری، شیخ محمد بن امان علی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اور پاکستانی اساتذہ کی جماعت میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی، حضرت حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد عبدہ، مولانا عبدالغفار حسن اور بعض دیگر بزرگان گرامی شامل ہیں۔

علاوہ ازیں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے امتحانات اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیے۔

مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد پہلے اپنے آبائی گاؤں سرہالی میں تدریس کا کام شروع کیا، پھر استاذِ مکرم حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کی جگہ جامعہ اہل حدیث قدس میں فرائض تدریس سرانجام دینے لگے۔ اس سے کچھ عرصہ بعد جامعہ لاہور الاسلامیہ (ماڈل ٹاؤن) میں مصروف درس وتدریس ہوئے۔ اس پر چند سال گزرے تھے کہ 1972ء میں مملکت سعودیہ کی طرف سے انھیں پاکستان میں بطور مبعوث جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) متعین کر دیا گیا۔ انھیں پاکستان میں سعودی حکومت کی جانب سے اولیں مبعوث کا شرف حاصل ہے۔ جامعہ سلفیہ میں کئی سال مدیر تعلیم اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ بعد ازاں جامعہ لاہور الاسلامیہ میں بہ طور شیخ الحدیث خدمات سرانجام دینے لگے۔ اب بھی وہیں ہیں۔

لاہور میں انصار السنہ کے نام سے خود بھی ایک دارالعلوم جاری کیا، جس میں فارغ التحصیل طلبا کو داخل کیا جاتا ہے اور ان کے ذہنی رجحان کے مطابق انھیں تدریس یا تحریر کی تربیت دی جاتی ہے۔

حضرت حافظ مفتی ثناء اللہ خاں مدنی صاحب ماشاء اللہ بہت بڑے مصنف بھی ہیں۔ اردو اور عربی میں انھوں نے بہترین تصنیفی خدمات سرانجام دیں اور دے رہے ہیں۔ طویل عرصے تک مختلف اخبارات بالخصوص ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں ان کے فتوے شائع ہوتے رہے۔ ان فتووں کی پہلی جلد جو 888 صفحات پر مشتمل ہے ''فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ'' کے نام سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائع ہو چکی ہے۔ یہ فتاوے حافظ عبدالشکور مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے نہایت محنت سے مرتب کیے اور عمدہ انداز سے ان کی تبویب کی۔ پھر اپنے قائم کردہ ادارے ''دارالارشاد 214۔ بی سبزہ زار سکیم لاہور'' کی طرف سے انھیں شائع کیا۔ یہ بہت بڑی علمی خدمت ہے جو فاضل مصنف اور لائق مرتب نے سرانجام دی۔ اس فتاوے کی دوسری جلد زیر ترتیب ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مفتی حافظ ثناء اللہ خاں مدنی نے ''جائزۃ الاحوذی'' کے نام سے عربی میں چار جلدوں میں سنن ترمذی کی شرح لکھی جو اللہ کی مہربانی سے چھپ چکی ہے۔ اب وہ صحیح بخاری کی عربی میں شرح لکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی وہ بعض تصنیفی کام کر رہے ہیں جو حدیث سے متعلق ہیں۔

مفتی صاحب ممدوح بڑی محنت اور جاں فشانی سے بہ یک وقت چار کام کر رہے ہیں۔

☆......صحیح بخاری کی شرح۔

☆......لوگوں کے استفتاء کے جواب جو اخبار ''الاعتصام'' میں چھپ رہے ہیں۔

☆......ادارہ انصار السنہ میں منتہی طلباء کی تدریس۔

☆...... جامعہ لاہور الاسلامیہ میں بہ طور شیخ الحدیث خدمت تدریس۔

حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے یہ لائق تریں شاگرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انھوں نے جو اہم کام شروع کر رکھے ہیں، وہ پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔

ان کے مفصل حالات ان شاء اللہ اپنی زیر تصنیف کتاب ''چمنستانِ حدیث'' میں بیان کیے جائیں گے۔

حافظ عبدالرحمن مدنی

روپڑی خاندان کے اہل علم میں سے جن حضرات نے مجتہد العصر حافظ عبداللہ روپڑی کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیے، ان میں حضرت کے برادر خرد حافظ محمد حسین روپڑی کے فرزند گرامی حافظ عبدالرحمن کا نام نامی قابل ذکر ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے مدینہ یونیورسٹی میں داخلے اور وہاں تعلیم حاصل کرنے کی سعادت بھی بخشی۔ مستعد اور فعال عالم دین ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر، تدریس، خطابت سب اوصاف سے متصف۔ ملکی سیاسیات سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ تعلق داروں کا حلقہ وسیع ہے۔ ان کا تدریسی ادارہ ''جامعہ لاہور الاسلامیہ'' کے نام سے بہت مدت سے قائم ہے، جس میں کثیر تعداد میں طلبا تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور متعدد فاضل اساتذہ انھیں تعلیم دینے پر متعین ہیں۔ اس تدریسی ادارے کے بہت سے طلبا مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور بعض کر رہے ہیں۔ اتنے بڑے ادارے کو خاص انداز کے ساتھ جاری رکھنا اور اس کے انتظامات کرنا بڑی ہمت کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے حافظ عبدالرحمن مدنی کو اس ہمت سے نوازا ہے۔

وہ کئی سال فریضۂ تدریس بھی انجام دیتے رہے۔ تدریس کے علاوہ حافظ صاحب ممدوح نے بہت سال پہلے ایک ماہانہ رسالہ ''محدث'' جاری کیا تھا۔ اس مجلّے کی زمامِ ادارت اب ان کے لائق فرزند ڈاکٹر حافظ حسن مدنی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ خالص تحقیقی مجلہ ہے اور ہر مہینے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ ایک مستقل شعبہ ہے، جس کے ذریعے سے اسلام کی خدمت کا سلسلہ جاری ہے۔

ایک اور مجلہ ''رشد'' ہے۔ قرآن مجید سے متعلق اس کے کئی ضخیم نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ یہ بھی خالص تحقیقی اور علمی مجلہ ہے۔ قرآن کے بارے میں اس کے مضامین بے حد محققانہ ہیں۔

جامعہ لاہور الاسلامیہ کی بہت اچھی لائبریری ہے، جس سے علما وطلبا باقاعدہ استفادہ کرتے ہیں۔

غرض حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حافظ عبدالرحمن مدنی درس وتدریس اور صحافت وخطابت کے میدان میں بڑا کام کر رہے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انھیں خدمتِ دین کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم فرمائے۔

حافظ عبدالرحمن مدنی کی نرینہ اولاد چار بیٹے ہیں، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حافظ حسن مدنی، حافظ حسین مدنی، قاری حمزہ مدنی اور حافظ انس مدنی۔ ماشاء اللہ چاروں لائق بیٹے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالوحید روپڑی

حضرت حافظ محمد حسین روپڑی کے ان صاحب زادۂ گرامی کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ ایک مستقل باب میں کیا گیا ہے جو آئندہ صفحات میں قارئین ذی اکرام کے مطالعہ میں آئے گا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ ان کا شمار بھی حضرت حافظ محدث روپڑی کے عالی قدر شاگردوں میں ہوتا ہے، انھوں نے صحاح ستہ کی اکثر کتابیں حضرت ممدوح سے پڑھیں اور ایک مدت تک ان کے حلقۂ شاگردی میں رہے۔

مولانا محمد یوسف (راجووال)

حضرت حافظ صاحب روپڑی کے حلقۂ مستفیدین کی وسعت پذیر فہرست پر نگاہ ڈالیں تو اس میں ایک ابھرا ہوا نام مولانا محمد یوسف صاحب کا نظر آتا ہے، مولانا موصوف 1919ء میں ضلع فیروز پور کے چک سومیاں میں پیدا ہوئے جو اس وقت اعوان کے نام سے مشہور تھا۔ یہ گاؤں فیروز پور سے بہ جانب مغرب اکیس میل کے فاصلے پر ریلوے اسٹیشن گورو ہر سائے کے قریب تھا۔ مولانا نے صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں ایک عالم دین مولانا محمد قلعوی سے پڑھیں۔ پھر 1938ء میں فیروز پور آئے اور حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے دائرۂ شاگردی میں شریک ہوئے۔ منڈی عثمان والا (ضلع قصور) میں مولانا محمد داؤد ارشد سے بھی متعدد درسی کتابوں کی تکمیل کی۔ وہاں سے موضع لکھو کے گئے اور حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی سے حصول فیض کیا۔ بعد ازاں امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں جا کر حضرت مولانا نیک محمد اور وہاں کے بعض دیگر اساتذہ سے اخذِ علم کرنے لگے۔ امرتسر سے دہلی گئے اور وہاں حضرت مولانا عبدالوہاب دہلوی کے قائم کردہ مدرسہ دارالکتاب والسنہ میں داخلہ لیا اور حضرت حافظ عبدالستار دہلوی اور وہاں کے دیگر اساتذہ کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیے۔

1944ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور اگست 1947ء میں پاکستان آئے۔ یہاں موجودہ جغرافیائی اعتبار سے ضلع اوکاڑہ کے ایک قصبے راجووال میں بسیرا کیا۔ اس نواح میں انھوں نے اللہ کے دین کی بڑی تبلیغ کی۔ اس راہ میں بعض لوگوں نے انھیں پریشانی میں بھی مبتلا کیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھا۔ پھر اللہ نے آسانی پیدا فرمادی اور بعد عسر یسرا کی سی صورت حال عالم وجود میں آ گئی۔

اب راجووال میں لب سڑک دارالحدیث کے نام سے مدرسہ جاری ہے، جس کا شمار ملک کے مشہور مدارس دینیہ میں میں ہوتا ہے۔ مولانا نے اس میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیے۔ اس مدرسے میں قدیم علوم کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے مطابق جدید علوم بھی طلبا کو باقاعدہ پڑھائے جاتے ہیں۔ دارالحدیث میں مولانا ممدوح کے صاحب زادے پروفیسر عبیدالرحمن محسن بڑی مستعدی سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ متعدد قابل اساتذہ طلبا کو تعلیم دینے پر مامور ہیں۔

بہرحال حضرت محدث روپڑی سے استفادہ کرنے والوں میں شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف کا نام نامی میں بھی شامل ہے۔ ❶

یہاں حضرت حافظ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے چند شاگردوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن میں مرحومین بھی شامل ہیں اور موجودین بھی، ورنہ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، ان کے شاگردانِ گرامی کو شمار میں لانا کسی کے بس کی بات نہیں۔ روپڑ میں ان کا سلسلۂ درس جاری رہا، امرتسر میں ان کی مسندِ درس بچھی رہی، لاہور میں وہ طویل عرصے تک شائقین علوم کو مستفید فرماتے رہے۔ ان تین مقامات میں لاتعداد لوگ ان سے حصول فیض میں مشغول رہے۔

پھر خود ان کے خاندان کے کتنے ہی اہل علم نے ان کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیے، جن میں ان کے دو قابلِ اکرام بھائی حضرت حافظ محمد حسین روپڑی اور حافظ عبدالرحمن کمیرپوری شامل ہیں۔ انھوں نے تمام مروّجہ علوم کی تحصیل اپنے برادر کبیر حضرت حافظ عبداللہ صاحب سے کی...... ان کے علاوہ حضرت کے برادر زادوں (حافظ محمد اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی) نے بھی انھی سے استفادہ کیا۔ ان چاروں حضرات نے اپنی خدماتِ بوقلموں کی بنا پر بڑی شہرت پائی۔ ان حضرات کا تذکرہ خوانندگانِ محترم آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

☆......O......☆

❶ مولانا محمد یوسف کے مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب قافلہ حدیث از صفحہ 520 تا 568

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سولھواں باب

حضرت محدث روپڑی کا سفر آخرت

حضرت حافظ عبداللہ روپڑی 1964ء کے ماہ جون کے پہلے ہفتے میں بیمار ہوئے۔ ابتدا میں بخار ہوا، جس سے کمزوری کی گرفت میں آ گئے۔ پھر کمزوری روز بروز بڑھنے لگی۔ اس کا اثر معدے اور جگر پر پڑا۔ بھوک ختم ہوگئی اور ہضم کا نظام بگڑ گیا۔ یہاں تک کہ دوا کا ہضم ہونا بھی مشکل ہوگیا۔ پہلے علاج گھر میں ہوتا رہا۔ پھر میو ہسپتال میں داخل کرا دیے گئے۔ ڈاکٹروں نے پوری توجہ سے علاج کیا، مگر افاقہ نہ ہوا۔ تیمارداری کرنے والے آتے اور پوچھ کر چلے جاتے۔ دوا کے ساتھ ساتھ دعاؤں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ لیکن وقتِ آخر قریب آ چکا تھا۔ 20۔ اگست 1964ء کو طبیعت زیادہ خراب ہوئی اور ہسپتال ہی میں سوا دو بجے دوپہر اللہ کے دربار میں پہنچ گئے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ یہ جمعرات کا دن تھا۔ قمری تاریخ 11۔ ربیع الثانی 1384ھ تھی اور عیسوی تھی 20۔ اگست 1964ء۔

اس وقت ایک بیٹی ان کے پاس تھی اور دو بیٹے۔ ان کے علاوہ دو بھتیجے حافظ عبدالقادر روپڑی اور حافظ احمد بھی وہیں تھے اور ان کے تلمیذِ رشید مولانا محمد صدیق بھی موجود تھے۔ حضرت محدث کی روح نے قفسِ عنصری سے پرواز کی تو حافظ عبدالقادر کی زبان سے بے ساختہ نکلا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الاما یرضی ربنا یعنی ہم صرف اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور دل غم میں ڈوبا ہوا ہے اور ہم زبان سے صرف وہی کچھ کہتے ہیں، جو ہمارے رب کو پسند ہے۔

ہسپتال سے حضرت کے جسدِ خاکی کو مسجد قدس لے جایا گیا اور مسجد میں لوگوں کا ہجوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمع ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ریڈیو پر ان کی موت کا اعلان ہو گیا اور اس وقت ریڈیو ہی سب سے بڑا ذریعۂ ابلاغ تھا۔ جمعۃ المبارک کے دن لاہور کے اخباروں میں وفات کی خبر نمایاں سرخیوں کے ساتھ چھپی۔ خبر پڑھتے ہی پورے ملک کے اصحابِ علم پر افسردگی چھا گئی اور دوسرے روز نمازِ جمعہ کے بعد اسلامیہ کالج (ریلوے روڈ) کی گراؤنڈ میں حضرت حافظ محمد گوندلوی نے جنازہ پڑھایا، جس میں لاہور اور دیگر مقامات کے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ جنازے کے بعد میت کو گراؤنڈ میں درخت کے سائے میں رکھ دیا گیا، وہاں لوگوں نے ان کا آخری دیدار کیا۔ اس کے بعد میت کو قبرستان پہنچانے کے لیے ٹرک کا اور لوگوں کے لیے بسوں کا انتظام کیا گیا۔ لیکن سوگ واروں کی تعداد دیکھ کر فیصلہ کیا گیا کہ مزنگ چونگی تک جنازہ پیدل لے جایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ میت کو کندھا دے سکیں۔ بعد ازاں میت کو گارڈن ٹاؤن لے جایا گیا۔ وہاں ان کے برادرِ صغیر حافظ عبدالرحمن روپڑی نے دوسری نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس میں بھی بے شمار لوگ موجود تھے۔

دوبارہ جنازہ پڑھنے کے بعد میت کو لحد میں اتارا گیا۔ لوگوں کی کثیر تعداد نے اشک بار آنکھوں سے قبر پر مٹی ڈالی۔ پھر دعائے مغفرت کے بعد افسردہ دل لوگ وہاں سے واپس لوٹے۔

حافظ عبداللہ روپڑی کی موت محض ایک فرد کی موت نہ تھی، ایک جماعت کا سانحۂ ارتحال تھا، ایک خاص نقطۂ نظر کا نوحہ تھا، دینی تہذیب اور مسلکی حمیّت کے فقدان کا المیہ تھا اور عمل وکردار کے ایک مضبوط ستون کے گر جانے کا حادثہ تھا۔ اس قسم کے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ ان کے عالم وجود میں آنے کا بھی ایک خاص موسم اور خاص وقت ہوتا ہے۔ اب نہ وہ وقت اور موسم دوبارہ آئے گا اور نہ علم وعمل کی اس انداز کی فصل لہلہانے کی کوئی صورت پیدا ہوگی۔

حضرت مرحوم کی خدماتِ گوناگوں کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ تحریر کا معاملہ ہو یا تدریس کا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا علم ہر میدان میں تنومند دکھائی دیتا تھا اور جب کسی شرعی مسئلے میں کوئی چیلنج پیش آتا تو ان کی تحقیق کی توانائی فوراً انھیں میدان میں لے آتی اور اللہ انھیں کامیابی عطا فرماتا۔ ان کا منحنی سا وجود علم وعرفان کا مضبوط پیکر تھا۔ وہ ہر باطل طاقت کے ساتھ پنجہ آزما ہوئے اور ہر خلافِ شرع قوت کے مقابلے میں انھوں نے محاذ قائم کیا۔

ان کی موت بہت بڑا حزنیہ تھی۔ یقیناً اللہ نے اپنے اس خادمِ دین کو جنت الفردوس عطا فرمادی ہوگی۔ صد افسوس کہ ہم لوگ ان کی علمی فیض رسانیوں سے محروم ہو گئے۔

O...O...O

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سترھواں باب

اظہارِ افسوس اور خراجِ عقیدت

حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کی وفات یوں تو سب کے لیے نہایت افسوس ناک حادثہ تھا، لیکن مذہبی اور دینی حلقوں کے لیے یہ بالخصوص بہت بڑا سانحہ تھا۔ ایک عظیم شخصیت اور جلیل القدر عالم کی موت تھی اور ایک ممتاز محقق کا واقعۂ ارتحال تھا۔ اس پر اخبارات نے بھی اظہارِ افسوس کیا اور بہت سے علمائے کرام نے بھی انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ چند اخبارات کی بعض تحریریں اور بعض اصحابِ علم کے بیانات ملاحظہ فرمایے۔

1 ...... ہفت روزہ ''چٹان'' (لاہور) ملک کے ممتاز ادیب وشاعر آغا شورش کاشمیری کا مشہور اخبار تھا۔ اس میں حضرت حافظ صاحب کی وفات پر آغا مرحوم لکھتے ہیں:

''اگر انسانوں کو ان کے امتیازی خصائص اور خصوصی امتیازات کی وجہ سے موت نہ آتی تو بے شمار انسان صبح قیامت تک زندہ رہتے۔ اس لیے کوئی شخص اللہ کو پیارا ہوتا ہے تو ہمیں موت حادثہ معلوم نہیں ہوتی بلکہ جو شخص اٹھ جاتا ہے اس کی رحلت ایک سانحہ نظر آتی ہے۔ پھر جب کوئی بلند وبالا عابد وصالح، زاہد ومتقی اور عالم ومحدث، عمر فانی پوری کر کے رہگرائے عالم بقا ہوتا ہے تو صدمہ یہی نہیں ہوتا کہ موت نے اپنا مشن کیوں پورا کیا، صدمہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ دن اور جی لیتا تو اس میں حرج ہی کیا تھا۔ زندگی کے سمٹ جانے کا افسوس ہوتا ہے۔ بعض وجود اتنے بابرکت ہوتے ہیں کہ ان کی زندگی گردوپیش کے لیے رحمت ہوتی ہے...... جماعت اہل حدیث کے نامور بزرگ مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

20۔ اگست کی دوپہر کو سوا دو بجے میو ہسپتال میں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرما گئے۔ مرحوم ڈھائی ماہ سے صاحبِ فراش تھے۔ معدے اور جگر نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ عمر بھی لد چکی تھی۔ اسی (80) برس کے پیٹے میں تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ سن وسال بجائے خود گور کنارے کی عمر کے لیل ونہار ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا وجود ''آیت من آیات اللہ'' تھا۔ انھوں نے زندگی میں اسی (80) کتابیں تصنیف کیں۔ ابھی کچھ اور کتابیں زیرِ قلم تھیں۔ بلاوا آ گیا، رخصت ہو گئے۔

''دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت میں جگہ دیں۔ ہماری دعاؤں کے وہ محتاج نہیں تھے۔ ہم لوگ ان کی دعاؤں کے محتاج تھے۔ ماتم یہ رہ گیا ہے کہ اہل حدیث کا ایک اور ستون گر گیا اور ستون بھی عظیم۔ ہائے دنیا کس سرعت سے اہل علم سے خالی ہوتی جا رہی ہے۔''

2...... مجلہ ''الارشاد جدید'' کراچی کی تعزیتی سطور:

''حافظ عبداللہ قابل ترین بزرگ تھے جن کے قرب و دیدار سے اسلامی روح تازہ اور عملی جذبہ وشوق پیدا ہوتا تھا۔ ایسے لوگ اب کم سے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ 20۔ اگست 1964ء کو عمدۃ العلماء، استاد الافاضل، بقیۃ السلف، فقید المثال عالم حضرت مولانا الحاج حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی حرکتِ قلب بند ہو جانے سے لاہور میں انتقال کر گئے۔ ویسے تو کل جماعت پر یہ المیہ نا قابلِ بیان ہے، مگر جمعیت اہل حدیث کراچی اسے روپڑی خاندان کے لیے بالخصوص بہت بڑا المیہ قرار دیتی ہے۔ اس لیے ہم اس عظیم سانحہ ارتحال میں ان کے شریکِ غم ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ رب کریم ان کی انسانی کمزوریوں اور لغزشوں کو معاف کر کے اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ (آمین)''

3...... مولانا کوثر نیازی اس وقت ہفت روزہ ''شہاب'' (لاہور) کے ایڈیٹر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت العلام حافظ عبداللہ صرف روپڑی خاندان ہی کے بزرگ نہ تھے ان کا علم وتقوی، ملت کی متاع عزیز تھا اور ان کے انتقال سے اسی خاندان کو نقصان نہیں پہنچا بلکہ پوری ملت ایک عالمِ ربانی کی سرپرستی سے محروم ہوگئی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رضا سے شادکام فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

4...... میں اس وقت اخبار ''الاعتصام'' کا ایڈیٹر تھا۔ میں نے اس اخبار میں حضرت حافظ صاحب کی وفات پر حسب ذیل سطور لکھیں۔

''اللہ! اللہ! یہ وقت بھی آنے والا تھا کہ ہم تہی دستانِ علم وعمل اور درماندگانِ راہ حق، بزرگان سلف کی ایک ایک نشانی کے سایۂ عاطفت سے یوں محروم ہوتے چلے جائیں گے۔ ابھی ایک صدمے سے سنبھلنے نہیں پاتے کہ دوسرا چرکہ لگ جاتا ہے۔ قاری احمد سعید صاحب بنارسی کی تازہ ترین جدائی کے زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک اور نعمتِ عظمیٰ ہم سے چھن گئی اور آسمان علم وعمل کا آفتاب موت کے افق میں غروب ہوگیا اور وہ علمی شخصیت ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی، جسے حافظ عبداللہ روپڑی کہا جاتا تھا۔ غفراللہ لہ وبرد مضجعہ ونور مرقدہ

حضرت حافظ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں سلف صالحین کی یادگار تھے اور اذا نودی للصلوٰۃ ... فاسعوا الیٰ ذکر اللہ کا اصل مصداق۔ پیکر عفت وحیا اور سراپا صدق وصفا۔ داؤدی روزہ عمر بھر ان کا معمول رہا اور فرائض ونوافل لازمہ حیات۔ نکات قرآنی کے بحر بے کراں اور بزمِ تحقیق کی شمع فروزاں۔ عظیم محدث اور فقہی مسائل پر ماہرانہ عبور رکھنے والے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ میں یگانۂ دہر اور حفظ وفہم کی نعمت بے بہا سے بہرہ ور۔ تمام زندگی قرآن و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی تدریس اور علوم عربیہ کی اشاعت کو اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔

حضرت مرحوم ومغفور کو تدریس کے ساتھ تالیف وتصنیف سے بھی خاص شغف تھا۔ ان کی تصنیفات وتالیفات علمی اور تحقیقی حیثیت سے بڑے اونچے پائے کی ہیں، جن کا تعلق عموماً مذہبی مسائل سے ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ عہد حاضر کے مسائل کی تحقیق میں بھی درک رکھتے تھے۔ چنانچہ جو مقالات انھوں نے بیمہ، بینک کاری، لاؤڈ سپیکر وغیرہ مسائل پر لکھے ہیں وہ ان کی تحقیق کا عمدہ ترین نمونہ ہیں۔ استنباط مسائل میں مرتبۂ اجتہاد پر فائز اور جامع کمالات علمیہ تھے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ انھیں جنت بریں میں مرتبہ علیا پر فائز فرمائے۔"

اب دینی مدارس اور علما کا اظہارِ افسوس اور خراج عقیدت ملاحظہ ہو۔

1...... جماعت غربائے اہل حدیث کے امیر مولانا عبدالغفار سلفی مرحوم نے حسب ذیل الفاظ میں اظہار تعزیت کیا:

"محترم مولانا حافظ محمد حسین روپڑی، محترم مولانا حافظ محمد اسمٰعیل روپڑی اور حضرت مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی کا صدمہ ابھی تک مندمل نہ ہونے پایا تھا کہ مولانا حافظ عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات نے کمر توڑ کر رکھ دی۔ آہ! افسوس جماعت اہل حدیث یتیم ہوتی جارہی ہے۔ ناقابل برداشت صدمے کی وجہ سے مزید لکھنے سے قاصر ہوں اور دعا گو ہوں: اللھم اغفرلہ وارحمہ واعذہ من عذاب القبر

2...... مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی (ساہی وال) کے تاثرات:

"حضرت حافظ صاحب کی موت یقیناً علم وتقویٰ کی موت کے مترادف ہے۔ حضرت حافظ صاحب جیسے بزرگ جب فوت ہوتے ہیں تو ان کی وفات سے ایک گھرانا یا ایک فرد یا ایک خاندان ہی متاثر نہیں ہوتا بلکہ ان کی موت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری قوم کی موت ہوتی ہے۔موت العالم موت العالم آج جماعت اہل حدیث کا کوئی ایسا فرد نہیں جو غم زدہ نہ ہو۔ موت سے تو کسی کو مفر نہیں مگر حافظ صاحب کی زندگی کی ابھی بہت ضرورت تھی۔ مجھے اس الیہ پر درج ذیل اشعار یاد آ رہے ہیں۔

عمت فواضله فعم مصابه
فالناس فيه كلهم ماجور
يثني عليك لسان من لم توله
خيرا لانك بالثناء جدير
ردت صنائعه اليه حياته
فكانه من نشرهامنشور
فالناس ماتمهم عليه واحد
فى كل ماررنة و زفير
عجبا لا ربع اذرع فى خمسة
فى جوفها جبل اشم كبير

ترجمہ: جیسے آپ کے فضائل عام ہیں ایسے ہی آپ کی موت کا دکھ اٹھانے والے بھی عام ہیں۔ اس سلسلے میں تمام لوگ ثواب کے مستحق ہیں۔ جو دوست نہیں ہیں، وہ بھی آپ کی تعریف کرتے ہیں کیوں کہ آپ تعریف کے لائق ہیں۔ آپ کی خوبیوں نے آپ کو دوبارہ زندگی بخش دی ہے۔ اپنی خوبیوں کے چرچے سے آپ خود زندہ ہو گئے ہیں۔ تمام لوگوں کو آپ کی موت کا یکساں دکھ ہے۔ ہر ایک چیخ پکار کر رہا ہے۔ چار پانچ ہاتھ قطعۂ ارضی پر تعجب سے پڑے ہیں، جس کے بطن میں بلند و بالا پہاڑ سما گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3...... جمعیۃ الطلباء والاساتذہ جامعہ سعیدیہ خانیوال

15۔ستمبر 1964ء کو بعد نماز عشاء جمعیۃ الطلباء والاساتذہ جامعہ سعیدیہ خانیوال کا ایک تعزیتی اجلاس ہوا جس میں ایک قرارداد منظور کی گئی، جس کی چند سطور یہ ہیں:

''اخبارات کے ذریعے حضرت العلام حافظ صاحب روپڑی کی وفات کی خبر پہنچی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خبر پڑھتے ہی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور دنیا تاریک نظر آنے لگی۔ ویسے تو موت سے کسی کو مفر نہیں لیکن ''موت العالم موت العالم'' ایک عالمِ شریعت کا دنیا سے اٹھ جانا ہزار عابد کی موت سے زیادہ باعث افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔''

4...... مہتمم مدرسہ حفظ القرآن میاں چنوں:

حضرت محدث روپڑی کی وفات جماعت اہل حدیث کے لیے ہی نہیں سب کے لیے بہت بڑا الم ناک حادثہ ہے۔ ان کی تدریسی اور تصنیفی خدمات کا سلسلہ بے حد وسیع تھا۔ دعا ہے اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو (جن میں پوری جماعت اہل حدیث شامل ہے) صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

''جماعت کا ایک بلند تر مینار دھڑام سے گرا اور پوری جماعت کی کمر توڑ دی۔ اب حضرت ممدوح جیسا محقق، مفتی اور مفسر پیدا نہ ہوگا۔

5...... دارالعلوم اوڈاں والا ضلع لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں حضرت حافظ صاحب کی وفات پر شدید افسوس کا اظہار کیا گیا اور حضرت مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

6...... جناب عبدالغفور شاہ سکنہ کوٹلی رائے ابوبکر اور حاجی عبدالعزیز نائب مہتمم مدرسہ لکھتے ہیں:

''ہمارے مدرسے میں جب مفسر قرآن، مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کی دنیائے فانی سے رحلت کی خبر پہنچی تو غم کے بادل چھا گئے۔ حافظ صاحب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کے لیے علم کا دریا تھے، جس سے لوگ اپنی علمی تشنگی بجھاتے تھے۔

7..... قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری دارالعلوم اوڈاوالا کے تاثرات:

”سچی بات یہ ہے کہ مرحوم کے سانحہ ارتحال سے محفل اہل حدیث سونی ہوگئی ہے اور دینی حلقوں میں ایک زبردست خلا واقع ہوگیا ہے۔ افسوس ہے علمائے سلف کی صفوں سے ایک ایسی ممتاز شخصیت اٹھ گئی جن کے فیضانِ علم وتقوی کی ابھی اشد ضرورت تھی۔ مرحوم کی وفات ”موت العالِم موت العالَم“ کے مصداق ہے، حضرت العلام کی وفات سے علما کی جماعت یتیم نظر آتی ہے۔ گزشتہ سالوں میں کتنے ہی علماء ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ موت کا آہنی پنجہ بہت سی عظیم شخصیتوں کو ہم سے چھین کر لے گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت حافظ روپڑی مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔“

8..... حضرت حافظ صاحب کے زمانے میں لاہور کے ڈپٹی کمشنر میاں محمد شفیع مرحوم تھے جو علم وادب اور علماء سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور برصغیر کی تحریک آزادی سے متعلق کتاب ”1857ء“ کے مصنف تھے۔ انھوں نے حضرت کی وفات کا افسوس کرتے ہوئے کہا:

”وہ ہم سب کے لیے محبت وشفقت کا سرچشمہ تھے اور علم وفضل کا دریا تھے جو اب خشک ہوگیا اور رشد وہدایت کا روشن مینار تھے جو موت کے اندھیروں میں جا چھپا۔ اللہ تعالیٰ کا یہی منشا تھا اور یہی اس کی رضا۔ ہم اس کی رضا پر راضی اور اس سے صبر جمیل کے طلب گار ہیں۔“

9..... حضرت صاحب کے شاگرد رشید مولانا ابوالسلام محمد صدیق (سرگودھا) نے کہا:

”حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی وفات سے جماعت اہل حدیث قیادت کے سلیقے سے محروم ہوگئی اور حضرت محدث روپڑی کے سانحۂ ارتحال سے جماعت کے جسد سے علمی روح نکل گئی۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10...... حضرت کے ایک اور شاگرد عبدالرحمن جھنگوی نے کہا:

"حضرت حافظ صاحب کے پایہ کا عالمِ دین موجودہ دور میں ملنا بہت مشکل ہے۔ خصوصاً فتویٰ نویسی میں وہ اپنے زمانے کے یکتا مفتی تھے اور استنباطِ مسائل میں مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔"

11...... ان کے ایک شاگرد مولانا عبدالوکیل علوی تھے جو اُس وقت جہانیاں منڈی رہتے تھے۔ انھوں نے اپنے استاذِ مکرم کی وفات کی خبر سن کر کہا تھا کہ اس ناگہانی خبر سے ایسا محسوس ہوا کہ زمین پاؤں تلے سے نکل گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج جماعت اہل حدیث علمی اعتبار سے یتیم ہوگئی ہے۔ میں نے ان سے مسجد قدس میں اخذِ فیض کیا تھا۔ اب نہ کوئی اس مرتبے کا استاذ ہے، نہ عالم قرآن وحدیث ہے اور نہ اس درجے کا صاحبِ تحقیق مفتی ہے۔"

12...... ان کے شاگرد مولانا محمد حسین انبالوی نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا:

"حضرت حافظ صاحب کو مرحوم کہتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی ہے۔ وہ جہانِ علم کے عظیم انسان تھے۔ ان کی موت فردِ واحد کی موت نہیں، پوری جماعت کی موت ہے۔ ان کے اس دنیا سے رخصت ہونے سے جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ کبھی پُر نہیں ہوگا۔

13...... مولانا عبدالقادر عارف حصاری کا شمار بھی ان کے تلامذہ کرام میں ہوتا تھا۔ انھوں نے حضرت کی وفات کے موقعے پر فرمایا تھا:

"کتاب وسنت کے وہ رفیع المرتبت عالم تھے۔ آسمانِ علم کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علمی لحاظ سے دنیا میں اندھیرا چھا گیا ہے۔ دینی مسائل میں وہ بلاشبہ مرکزِ تحقیق تھے۔ اب اس مرکز کا بہ ظاہر خاتمہ ہوگیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے اور علم وعمل کی دنیا میں بہتری کے آثار نمودار ہوں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

14......حضرت حافظ صاحب کے ایک عقیدت جناب شیر محمد صاحب موضع تلمبہ (ضلع ملتان) میں سکونت پذیر تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

''حافظ صاحب روپڑی علم کے بحر بے کراں تھے اور تحقیق مسائل میں ایک منفرد مقام رکھتے تھے، موجودہ دور میں ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک آفتاب تھا جو ہمیشہ کے لیے نظروں سے غائب ہوگیا۔''

15......مولانا محمد یوسف کلتکوی فرماتے ہیں:

''حضرت حافظ صاحب کے بعد ہمارے ہاں علمی لحاظ سے کوئی ایسی شخصیت دکھائی نہیں دیتی، جسے ہم مثالی شخصیت قرار دے سکیں۔ وہ ایک روشن چراغ تھے، جو بجھ گئے۔ وہ مشعل ہدایت تھے، جو ہم سے رخصت ہوگئے، وہ مختلف مسائل کے عظیم محقق تھے، اب ان کی سی تحقیق کا دروازہ بند ہوگیا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے اہل خانہ اور پوری جماعت کو صبر کی توفیق سے نوازے۔''

حضرت حافظ صاحب کی وفات پر بیرونی ممالک میں بھی اظہارِ حزن وملال کیا گیا اور متعدد حضرات کے پیغاماتِ تعزیت آئے۔

16...... اس وقت ہندوستان کی جماعت اہل حدیث (یعنی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) کے صدر حضرت مولانا عبدالوہاب آروی مرحوم ومغفور تھے۔ انھوں نے جماعت کے دفتر دہلی سے حضرت حافظ صاحب کی وفات پر تار بھیجا، جس میں لکھا:

''مولانا حافظ عبداللہ روپڑی کی وفات پر مجھے اور ہندوستان کی پوری جماعت کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔''

مولانا عبدالوہاب آروی کے علاوہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے دفتر سے ایک اور تعزیت نامہ آیا، جس میں ان کے حادثہ وفات پر افسوس کا اظہار کیا گیا تھا۔

17......جناب عبدالستار عاصی کا انگلینڈ سے حسب ذیل خط آیا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”انگلستان کے ہفت روزہ اخبار ”مشرق“ میں حضرت حافظ صاحب کی خبر وفات پڑھ کر بے حد ذہنی تکلیف پہنچی۔ موت کا وقت تو ہر شخص کے لیے متعین ہے، لیکن حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر اور جید عالم باعمل کا دنیا سے چلے جانا پورے جہان کے خاتمے کے مترادف ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔“

18...... جناب محمد اسلم صاحب نے آکسفورڈ (انگلستان) سے لکھا:

”حضرت حافظ صاحب علم وعمل کا خزانہ، سلف صالحین کی یادگار اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرزِ حیات کا نمونہ تھے۔ حضرت مرحوم کی رحلت سے جماعتی اور اسلامی حلقوں میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کا پُر ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔“

19...... مرکزی جمعیت تبلیغ اہل حدیث کا اجلاس مسجد قدس چوک دالگراں (لاہور) میں منعقد ہوا، جس میں حضرت حافظ صاحب کی وفات پر اظہارِ افسوس کیا گیا۔ مقررین نے ان کے زہد وتقوی اور علم وعمل کا خاص طور سے ذکر کیا اور انھیں نمونۂ اسلاف قرار دیا۔

20...... جمعیت تبلیغ اہل حدیث ملتان کے ایک اجلاس میں مولانا شمس الحق، شیخ انوارالحق ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث ملتان اور شیخ عبدالرحمن انصاری نے حضرت حافظ صاحب کے رسوخ فی العلم اور صالحیت کا خاص طور سے ذکر کیا۔

یہ سطور 8۔ جون 2011ء کو لکھی جا رہی ہیں۔ اس حساب سے حضرت محدث روپڑی کی وفات پر تقریباً 47 سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ اس وقت بے شمار اہل علم نے حافظ عبدالقادر روپڑی اور خاندان کے دیگر ارکان کو تعزیتی خطوط لکھے اور مختلف مقامات کی انجمنوں نے تعزیتی قرار دادیں بھیجیں، جن کا اس لمبی مدت میں محفوظ رہنا ممکن نہیں۔ جو خطوط اور قراردادیں اتفاق سے دست یاب ہوگئیں، ان کے ضروری حصے خوانندگانِ محترم کی خدمت میں پیش کر دیے گئے۔ خطوط لکھنے اور قرار دادیں بھیجنے والوں میں بھی بہت سے حضرات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات پا گئے ہیں، اب ان میں شاید چند ہی لوگ اس دنیا میں باقی ہوں گے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ فوت شدگان کی مغفرت فرمائے اور زندوں کو اعمالِ خیر کی توفیق سے نوازے۔

حضرت حافظ صاحب کی وفات پر متعدد شعراء نے ان کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا۔

یہاں ان کا پورا کلام درج کرنا تو مشکل ہے، البتہ ہر شاعر کے دو دو چار چار شعر ذیل میں درج کیے جاتے ہیں

مولانا عبدالرحمن عاجز کے چند اشعار پڑھیے:

وہ جو سلف صالحین کی یادگار تھا
وہ جو خُلقِ سلف کا آئینہ دار تھا

جس کی نگاہ سے ملی پھولوں کو تازگی
جس کا وجود گلشنِ دیں کی بہار تھا

تھی وقف جس کی زندگی اسلام کے لیے
جو سب کا خیر خواہ تھا اور غم گسار تھا

داؤدی صوم کا جو مکلف رہا مدام
جو مردِ حق شناس تھا، شب زندہ دار تھا

نکتہ وری میں جس کی ذہانت مثال تھی
جو کشورِ علوم کا اک تاج دار تھا

داغِ فراقِ سیدِ داؤد غزنوی
روحِ حیات میں ابھی مانندِ خار تھا

اور اٹھ گئے جہاں سے عبداللہ روپڑی
ملت کا جن سے بھرم تھا وقار تھا

عاجز کہاں ملے گا اب اس جیسا باکمال
عالم تھا، محدث تھا، وہ پرہیزگار تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ کوثر کے پانچ شعر ملاحظہ ہوں:

حضرت العلام کا آج ہو گیا ہے انتقال ❶
قوم پر طاری ہوا یک بارگی رنج و ملال

پیکر زہد و ورع اور وہ مجسم علم تھے
شارح سنت تھے وہ تفسیر میں صاحب کمال

عمر بھر وہ خدمتِ دینِ متیں کرتے رہے
اور وہ اس کام میں خود آپ تھے اپنی مثال

مطلعِ علم و عمل کا وہ ستارا چھپ گیا
اکتسابِ علم کرتے جس سے تھے اہل کمال

ہے دعا اللہ سے کوثر یہ با چشم نم
حضرت العلام کو تو بخش دے اے ذوالجلال

اب علیم ناصری مرحوم کے طویل مرثیہ کے دو چار بند:

آہ! یہ امروز و فردا حیف یہ لیل و نہار
ہر قدم پر حسرتوں اور آرزوؤں کے مزار
کارگاہِ زندگی ہے بے ثبات و بے قرار
اک طرف شیرازہ بندی ایک جانب انتشار
زندگی اور موت اس عالم میں ہم آغوش ہیں
دم بخود ہیں دیدہ ور اہلِ خرد خاموش ہیں

چھین لیتی ہے بشر سے زندگی کا ساز موت
بند کر دیتی ہے ہر انسان کی آواز موت

❶ 11۔ ربیع الثانی 1384ھ (20۔ اگست 1964ء بروز جمعرات)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہر میں ہوتی ہے ہر سو زلزلہ انداز موت
کھولتی ہے اہل عالم پر فنا کا راز موت
موت کی زد سے کوئی ذی روح بچ سکتا نہیں
موت کی ہنگامہ آرائی میں استثنا نہیں
موت کے طوفان میں لاکھوں سفینے کھو گئے
انبیا اور اولیا وادی میں اس کی سو گئے
والیانِ ملک بھی لقمہ اجل کا ہو گئے
لوٹ کر آئے نہیں اس راستے پر جو گئے
موت کے ہنگام میں تاخیر ہو سکتی نہیں
اس سے بچنے کی کوئی تدبیر ہو سکتی نہیں
حافظ عبداللہ پر بھی آ گیا وقتِ رحیل
دُودمانِ روپڑی کا چل بسا بطلِ جلیل
وہ خطیبِ بے نظیر اور وہ فقیہِ بے عدیل
وہ مفسر بے بدل اور وہ محدث بے مثیل
مخزنِ عرفان وحکمت، عارفِ جملہ علوم
جس کے علم وفضل ودانش کی تھی اک عالم میں دھوم
وعظ جس کا دل نشیں، جس کے دلائل دل گداز
نطق جس کا گل فشاں جس کے مسائل جاں نواز
بے ریا جس کی عبادت، سوزِ دل جس کی نماز
پاک تھا کردار جس کا، علم جس کا سرفراز
عامل توحید وسنت وہ حکیم پاک زاد
عمر بھر کرتا رہا جو شرک وبدعت سے جہاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسوۂ خیر البشر پر جو عمل پیرا رہا
مرگ تک جس نے نہ چھوڑی سنتِ خیر الوریٰ
عابدِ شب زندہ دار و پیکرِ صدق و صفا
مسلکِ اسلاف پر مستحکم آہن سے سوا
مردِ حق آگاہ، مردِ حق شناس وحق پرست
ہر محاذِ علم پر دی جس نے باطل کو شکست

ملک مظفر عزیز مرحوم کے چند اشعار

حافظ عبداللہ بھی اللہ کو پیارے ہوئے
ان کے دم سے روشنی تھی، یہ فضا معمور تھی
ان کی پیشانی تھی روشن حکمت وعرفان سے
ان کی نیکی اور شرافت دہر میں مشہور تھی
تھا زمانے بھر میں چرچا ان کے علم وفضل کا
ان کی آوازِ خطابت مشعلِ نور تھی
عمر بھر لڑتے رہے وہ ڈٹ کے باطل کے خلاف
ان کو حق کی پاس داری کی روش منظور تھی
ملت اسلام پر یہ وقت کیسا آ گیا
چاند سورج چھپ گئے ہر سو اندھیرا چھا گیا

بے شک حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے سانحۂ ارتحال پر ملک گیر اظہارِ افسوس کیا گیا اور سب نے ان کے علم وفضل کا صاف الفاظ میں اعتراف کیا۔ ہم عاجز بندوں کو یقین ہے کہ اللہ نے ان کی مغفرت فرما دی ہے۔

محدث روپڑی کی نرینہ اولاد

محدث روپڑیؒ کے چار بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1۔ سب سے بڑے بیٹے پروفیسر حافظ مسعود احمد تھے جو وفات پا چکے ہیں اور ان کا بیٹا سلمان ہے جو کینیڈا میں اپنا کاروبار کرتا ہے اور اس کو حال ہی میں اللہ تعالیٰ نے بیٹے سے نوازا ہے۔

2۔ حافظ محمد جاوید روپڑی دوسرے نمبر پر ہیں جو اللہ کے فضل سے بقید حیات ہیں اور پیرانہ سالی میں بھی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کے دو بیٹے ہیں محمد یوسف اور محمد شعیب۔ دونوں تجارت کے شعبے سے وابستہ ہیں۔

3۔ پروفیسر محمود احمد چند سال قبل وفات پا گئے تھے۔ ان کا ایک ہی بیٹا تھا جو باپ کی زندگی میں ایک روڈ حادثے میں فوت ہو گیا تھا۔ ایک بیٹی ہے جو شادی شدہ ہے۔

4۔ محدث روپڑی کا سب سے چھوٹا بیٹا حامد تھا جو 1947ء میں تقسیم ہند کے وقت غیر مسلموں کے ہاتھوں میں شہید ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھارھواں باب

چار اہم شرعی مسائل

ہم اپنے طور پر جو مرضی کہتے پھریں لیکن اصل بات وہی ہے جو لسانِ نبوت سے نکلی اور کتبِ حدیث میں درج ہوئی۔ اگر اسے ہم معمولی قرار دیتے یا اس سے اختلاف کرتے ہیں تو یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہوگی اور فرمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل سے گریز......! یاد رکھیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ ہر بات اہم ہے اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ہم جن احکامِ شرعی کو غیر اہم سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں، ان کے بارے میں دربار خداوندی سے باز پرس ہوگی۔ آئندہ سطور میں حضرت علامہ حافظ عبداللہ روپڑی کی جو تحریر درج کی جارہی ہے، وہ چار مسائل پر مشتمل ہے۔ وہ مسائل ہیں۔ (1) داڑھی کی شرعی حیثیت (2) انگریزی طرز کے بال (3) لباس کی وضع قطع اور (4) ٹخنوں کے نیچے شلوار......! کوئی ان کا مذاق اڑاتا ہے تو اس سے حقیقت نہیں بدلتی۔ حضرت حافظ صاحب نے ان پر جس انداز سے بحث فرمائی ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ نہایت عالمانہ انداز ہے۔ یہ تحریر ہم نے محترم المقام حافظ عبدالرحمن مدنی کے ماہنامہ ''محدث'' میں پڑھی تو اپنی بے عملی کے باوجود اس سے نہایت متاثر ہوئے۔ پہلے اس پر مجلہ ''محدث'' کے فاضل ایڈیٹر حافظ حسن مدنی کا نوٹ پڑھیے، پھر حضرت حافظ روپڑی کی تحریر کا مطالعہ فرمایئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حافظ صاحب بلاشبہ بہت بڑے صاحب مطالعہ عالم اور مجتہدانہ ذہن کے مالک تھے۔ حضرت مرحوم کی یہ مئی 1957ء کی تحریر ہے۔

(محمد اسحاق بھٹی)

داڑھی رکھنے کے بارے میں آج کل مسلمانوں میں بڑی غفلت پائی جاتی ہے۔ اور اب یہ غفلت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ عامۃ المسلمین میں داڑھی رکھنے کو شریعت کا حکم ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ کچھ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں گویا یہ صرف علماء یا مولوی حضرات کی ایک عادت یا رواج ہے اور یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہی ہے جو شریعت کی تبلیغ اور دین پڑھنے، پڑھانے کا مشن سنبھالے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کی اکثریت اس جملے سے شبہ کھاتے ہوئے کہ داڑھی سنت رسول ﷺ ہے، اس کو صرف ایک مستحب امر سمجھتی ہے۔ اور یہ قطعاً خیال نہیں کرتی کہ داڑھی نہ رکھنے پر وہ اللہ کے ہاں پکڑے جائیں گے۔ یہیں پر بس نہیں بلکہ داڑھی رکھنے والے مسلمانوں کو اکثر تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ علما اور خطیب حضرات بھی اس مسئلے میں عوامی ردعمل سے گھبراتے یا ملاں کا خطاب ملنے کے ڈر سے اس مسئلے پر روشنی ڈالنے سے ہچکچاتے ہیں، نتیجہ یہ کہ روز بروز یہ اسلامی شعار مسلمانوں میں متروک ہوتا جارہا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ اپنی بے عملی کے بہانے کے طور پر چند روایتوں کو بھی پیش کر کے شرعی داڑھی سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔

داڑھی نہ صرف نماز، روزہ اور حج کی طرح نبی اکرم ﷺ کی ایک عملی سنت ہے جس کو اپنانے کا شریعت میں واضح حکم دیا گیا ہے بلکہ اس کا تارک اللہ کے ہاں سخت سزا کا مستحق ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق داڑھی مرد کے لیے باعثِ زینت اور موجبِ وقار ہے، لہٰذا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضائے الٰہی کے طالبوں کو اسے بالکل نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

ذیل میں داڑھی کے مسئلے پر معروف مفتی اور فقیہ العصر حضرۃ العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی کی ایک جامع تحریر نذرِ قارئین ہے جس میں اس مسئلے کی صحیح شرعی حیثیت، اس موضوع پر ملنے والی تمام احادیث اور صحابہ وتابعین کے طرزِ عمل کا دلائل کی روشنی میں بڑا مربوط تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ چند اوراق میں اس قدر وسیع بحث کو ایسی خوب صورتی سے سمیٹنا حضرت حافظ صاحب کی علوم شرعیہ میں رسوخ، مصادرِ شریعت پر گہری نظر اور علمائے سلف کی آراء سے مکمل آگاہی کا ہی مرہونِ منت ہے۔

چند دہائیاں قبل تحریر کی جانے والی اس بحث کی افادیت آج بھی اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کا صحیح فہم عطا فرمائے اور شریعت پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین!

(حسن مدنی)

پہلا مسئلہ داڑھی

مقدمہ

مسئلہ داڑھی کے متعلق میری متفرق تحریریں جریدہ ''تنظیم اہل حدیث'' وغیرہ میں حسب موقع شائع ہوتی رہی ہیں اور ایک مستقل رسالہ بھی شائع ہو چکا ہے، جس کا نام فلسفۂ داڑھی ہے، جس میں چند مسائل اور بھی ہیں: ختنہ، سر کی مانگ، پردۂ خواتین وغیرہ۔ میرے علاوہ دیگر علما بھی ان مسائل پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اب مزید لکھنے کی کچھ ضرورت تو نہ تھی مگر جوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوں زمانہ بدلتا ہے، دین پر نئے نئے حملے ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ان کی مدافعت نہ کی جائے تو خطرہ ہوتا ہے کہ دین پر پردہ پڑ جائے، اس لیے ہر زمانے میں علما کی جدوجہد جاری رہتی ہے اور وہ حالات کا تقاضا پورا کرتے رہتے ہیں۔

ہر مسئلے کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں: اعتقادی اور عملی۔ پہلی حیثیت سے اس کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے اور دوسری حیثیت سے اس کی ترغیب و تربیت ہوتی ہے۔ مسئلۂ داڑھی دونوں کش مکشوں کے درمیان ہے۔ کیوں کہ عملی حالت اتنی کمزور ہو چکی ہے کہ کسی چہرے پر داڑھی نظر نہیں آتی، الا ماشاء اللہ۔ اور اعتقادی لحاظ سے بھی اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور جن احادیث میں اس مسئلے کی اہمیت ہے، ان کی تاویلیں کی جا رہی ہیں۔ اس بنا پر ضرورت ہے کہ اس پر بہت مفصل لکھا جائے مگر میں اپنی مجبوریوں کے تحت اختصار پر اکتفا کرتا ہوں اور تفصیل دوسرے علما پر چھوڑتا ہوں۔ واللہ الموفق اللھم اجعل اعمالنا کلھا صالحة واجعلھا لوجھك خالصة ولا تجعل لا حد فیھا شیئا. آمین!

ہدایت اور گمراہی کے اسباب

جب تک انسان کے دل میں خوفِ خدا نہ ہو، اس کے لیے ہدایت کا دروازہ نہیں کھلتا اور نہ اس کو نیکی کی توفیق ملتی ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے: ھدی للمتقین ''ہدایت ڈرنے والوں کے لیے ہے'' اور جب تک انسان تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار نہیں کرتا، اس کا کوئی عمل قبولیت کے مقام کو نہیں پہنچتا اور نہ اس پر کوئی اجر اور ثواب ملتا ہے، اس کے متعلق بھی قرآن مجید میں ارشاد ہے:

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝

''یعنی اللہ تعالیٰ صرف متقیوں کا عمل قبول کرتے ہیں''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''أوصیك بتقوی فانه أزین لأمرك كله'' (مشکوۃ: باب حفظ اللسان) ''یعنی میں تمھیں تقوے کی وصیت کرتا ہوں۔ اس سے تمھارے سارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام بہت اچھے ہو جائیں گے۔'' گویا تقویٰ ایک ایسی بنیادی شے ہے جس سے دنیا اور دین کی اصلاح وابستہ ہے۔ اگر خدا کا ڈر دل میں نہ ہو تو پھر اس کی جگہ دل میں نفس پرستی آجاتی ہے اور انسان گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ گناہ بھی گناہ معلوم نہیں ہوتا۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

''مؤمن گناہ کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے سر پر پہاڑ ہے، ابھی گرے گا اور ہلاک ہو جاؤں گا۔ اور فاسق آدمی گناہ کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے مکھی ناک پر بیٹھی اور آڑا دی۔'' (مشکوٰۃ: باب الاستغفار)

یہ آزادی کا زمانہ ہے۔ گناہ مباحات کی طرح ہو گئے ہیں، نہ خوفِ خدا، نہ کسی سے شرم وحیا، بلکہ بعض گناہ اتنے عام ہو گئے ہیں کہ ان کے خلاف کرنا نفس سے پوری جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ داڑھی بھی ہے۔ داڑھی رکھنا آج کل بے وقوفی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ داڑھی رکھی اور نظروں سے گرا۔ یہاں تک کہ اس پر مذاق ہوتا ہے اور پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں۔ اس سے متاثر ہو کر بعض مولویوں نے داڑھی کے مسئلے پر ہی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا ہے۔ مولانا مودودی بھی داڑھی کے بارے میں اسی تساہل کا شکار نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اپنے رسالہ ''ترجمان القرآن'' مئی وجون 1945ء میں بڑی جرأت سے لکھتے ہیں:

> ''آپ کا یہ خیال کہ نبی ﷺ جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے اتنی بڑی داڑھی رکھنا سنتِ رسول ہے، یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عادات رسول کو بعینہٖ وہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لیے نبی ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے جاتے رہے ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور خطرناک تحریف دین ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مودودی صاحب کی اس تحریر کا جو کچھ نتیجہ نکلتا ہے اور جو اس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، ان پر تو ہم اپنے رسالہ ''مودودیت اور احادیثِ نبویہ'' کے ص 13 اور 19 پر مفصل بحث کر چکے ہیں، یہاں ہمارا مقصد صرف داڑھی کی حیثیت کو واضح کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ احادیث میں جو آیا ہے: اعفوا اللحی (داڑھیوں کو چھوڑ دو) یا اس قسم کے اور الفاظ آئے ہیں، ان کی تشریح کیا ہے تاکہ طالبِ رضائے الٰہی اس پر کاربند ہو اور سنت کا شائق اس کو اپنا مسلک بنا کر شارع علیہ السلام کی منشا کو پورا کر سکے۔

اعفوا اللحی کی تشریح از مولانا مودودی

''داڑھی کے متعلق نبی ﷺ نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے۔ صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ آپ اگر داڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرفِ عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہو، جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلا نہ ہو کہ چند روز سے آپ نے داڑھی نہیں مونڈی ہے تو شارع کا منشا پورا ہو جاتا ہے، خواہ فقہ کی استنباطی شرائط پر پوری اترے یا نہ اترے۔''

(رسائل ومسائل، ص 181، ترجمان القرآن رمضان، شوال 1362ھ، ستمبر، اکتوبر 1943ء)

اس عبارت میں دو مسئلے بیان ہوئے ہیں:

ایک یہ کہ داڑھی منڈانا بڑا جرم ہے، اس سے انسان فاسق [1] ہوجاتا ہے جس کی شرعاً

[1] اگر کہا جائے کہ داڑھی کو سنت کہا جاتا ہے تو اس کا منڈانا فسق کس طرح ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سنت کے کئی معنی ہیں: ایک (اصولِ فقہ کی اصطلاح کے طور پر) فرض واجب کے مقابلے میں جہاں سنت سے امر مستحب مراد لیا جاتا ہے، اور ایک وہ طریقۂ رسول جو فرض واجب کو شامل ہے، یعنی اس کا مقصد صرف نبی اکرم کا ایک عمل بتانا ہوتا ہے، یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ شہادت معتبر ہے نہ خبر۔ قرآن مجید میں ہے:

وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

''ان کی شہادت ہرگز قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں''

اس آیت میں زنا کی تہمت لگانے والوں پر فاسق کا حکم لگایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فسق مانع شہادت ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ہے:

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا

''اگر فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو، یعنی اس کی خبر پر اعتماد نہ کرو۔''

دوسرا مسئلہ مولانا مودودی کی عبارت میں یہ بیان ہوا ہے کہ حدیث میں داڑھی کی کوئی مقدار نہیں آئی۔ صرف رکھنے کا حکم ہے۔ سو عرفِ عام میں جس کو رکھنا کہتے ہیں، اتنی ہی کافی ہے اور عرفِ عام کا اندازہ یہ بتلایا ہے کہ دیکھنے والے کو یہ شبہ نہ پڑے کہ چند دن سے نہیں مونڈی۔ ہاں چند دن سے اوپر مونڈنے کا شبہ ہو، تو یہ رکھنے کے منافی نہیں۔ بلکہ اس کو عرفِ عام میں رکھنا کہہ سکتے ہیں۔ ❶

❶ مولانا کی یہ رائے اصل میں حدیث رسول ﷺ کو حتمی اہمیت نہ دینے کے رجحان کا شاخسانہ ہے کیوں کہ اس موضوع پر بھی وہ احادیث رسول سے داڑھی کی صفت طے کرنے کی بجائے عام محاورے اور استعمال سے داڑھی کی مقدار کا تعین فرما رہے ہیں۔ جب کہ کسی شرعی مسئلے کی وضاحت اگر نبی اکرم ﷺ کی زبانی موجود ہو تو سب سے زیادہ وہ وضاحت نبوی اس امر کی حق دار ہے کہ اس کی بنیاد پر مسئلے کی نوعیت سمجھی جائے نہ کہ لغوی استعمالات یا رواجی مفہومات جیسا کہ زیر نظر مسئلے میں بھی اس بارے میں حدیث میں پانچ واضح قسم کے الفاظ ملتے ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ طبقے میں حدیث نبوی کے بارے میں یہی رجحان قابل اصلاح ہے۔ مسلمان کی ذاتی سوجھ بوجھ، معاشرتی رواجات اور لغوی امکانات حدیثِ نبوی سے برتر ہونے کی بجائے اس کے تابع ہونے چاہئیں۔ (حسن مدنی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند کا اطلاق کس پر ہوتا ہے؟

یہاں مودودی صاحب نے چند دن کی تشریح نہیں کی۔ ''چند'' اصل میں فارسی لفظ ہے جو اردو میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ اس کے اصل معنی گنتی کے ہیں۔ گنتی کی شے چوں کہ عموماً تھوڑی ہوتی ہے، اس لیے لغت میں اس کے معنی کسی قدر اور قلیل کیے گئے ہیں۔ عربی میں تھوڑی شے کے لیے لفظ ''بضع'' یا جمع قلت استعمال ہوتی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے سورۂ یوسف اور سورۂ روم میں بضع کا فارسی میں ترجمہ ''چند'' کیا ہے اور شاہ رفیع الدین نے ''کئی ایک'' اور شاہ عبدالقادر صاحب نے ''کئی''۔ اسی طرح دیگر علما بھی جنھوں نے تراجم لکھے ہیں، قریباً یہی معنی کرتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے سورۂ یوسف میں بضع کا اردو ترجمہ ''چند'' کیا ہے اور سورۂ روم میں ''تین سے نو تک'' کیا ہے۔ چوں کہ عربی میں بضع کا لفظ گنتی محدود (تین سے نو تک) کے لیے ہے، اس لیے ''تین سے نو تک'' کہنا بھی صحیح ہے۔ اب لفظ چند کو بھی اگر گنتی محدود پر محمول کریں تو اس کی حد نو ہوگی اور اگر اس سے گنتی محدود مراد نہ ہو تو عام محاورے کے مطابق ہفتہ عشرہ مراد ہوگا۔ پس ہفتہ عشرہ میں جتنی مقدار بالوں کی ہوسکتی ہے، مودودی صاحب کے نزدیک اتنی داڑھی ضروری ہے، سو وہ نصف انچ بھی مشکل ہے۔

احادیث میں داڑھی کے متعلق آنے والے الفاظ

لیکن مولانا مودودی سے یہاں ایک بنیادی غلطی ہوئی ہے۔ مودودی صاحب نے داڑھی رکھنے کا جو محاورہ پیش کیا ہے، یہ اردو پنجابی محاورہ ہے۔ احادیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں آیا جو اس محاورے کے موافق ہو۔ احادیث میں داڑھی کے متعلق پانچ لفظ آئے ہیں:

(1) اعفوا (2) اوفوا (3) ارخوا

(4) ارجوا (5) وفروا

1...... اعفوا کا اصل عفو ہے جس کے معنی معافی کے ہیں، اور داڑھی کو معافی دینا یہی ہے کہ اسے اپنے حال پر چھوڑ دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2...... اوفوا کے معنی پورا کرنے کے ہیں اور داڑھی کو پورا کرنا یہی ہے کہ اس کی کانٹ چھانٹ نہ کرے۔

3...... ارخوا، ارخاءِ عنان سے ہے یعنی باگ ڈور ڈھیلی چھوڑ دینا اور کسی قسم کی رکاوٹ نہ کرنا۔اور داڑھی ڈھیلی چھوڑنا اور رکاوٹ نہ کرنا یہی ہے کہ اس کو بڑھنے دے جہاں تک بڑھے۔

4......ارجوا بھی اسی کے قریب ہے، قرآن مجید میں ہے: ترجی من تشاء منھن یعنی ''تو اپنی بیویوں سے جس کو چاہتا ہے پیچھے کر دیتا ہے۔'' یعنی اس سے تعرض نہیں کرتا اور اس کو باری نہیں دیتا اور عرب کہتے ہیں ارجی الصید (شکار کو پیچھے کردیا) یعنی اس سے کسی چیز کو نہیں پہنچا اور اس پر حملہ نہیں کیا۔

5......وفروا وفر سے ہے۔اس کے معنی کثرت اور بہتات کے ہیں۔قرآن مجید میں ہے: ''اِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا﴿۶۳﴾ '' شاہ ولی اللہ اس کا فارسی ترجمہ یوں کرتے ہیں: ''پس دوزخ سزائے ہمہ شما است سزائے کامل'' اور شاہ رفیع الدین صاحب اس کا اردو ترجمہ یوں کرتے ہیں ''پس تحقیق دوزخ ہے جزا تمھاری، جزا پوری'' اور شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں: ''سو دوزخ ہے تم سب کی سزا، پورا بدلا۔'' اسی طرح دیگر تراجم والے لکھتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ پانچ روایتیں ہیں جن کا مطلب قریباً ایک ہی ہے۔اسی بنا پر نووی شرح صحیح مسلم جلد اول ص 129 میں اور فتح الباری جلد 10 ص 288 طبع مصر باب تقلیم الاظفار میں تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی جلد 4 ص 11 میں یہ پانچوں روایتیں ذکر کر کے لکھا ہے: معناها کلها ترکها علی حالها یعنی ''ان سب کے معنی یہی ہیں کہ داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دے۔''

اور فتح الباری جلد 10 باب تقلیم الاظفار ص 288 طبع مصر میں ہے: قال النووی وکل هذه الروایات بمعنی واحد ''یعنی ان سب روایتوں کے ایک ہی معنی ہیں'' اور وہ وہی ہیں جو ابھی بیان ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مودودی صاحب نے اس موقع پر شریعت کی صحیح راہنمائی دینے میں غلطی کھائی ہے۔

مولانا کفایت اللہ دہلوی جو حنفی مذہب میں بڑے مفتی گزرے ہیں، نے بھی مودودی صاحب کے بارے میں اسی قسم کے الفاظ تحریر کیے ہیں کہ مولانا کا مطالعہ تو وسیع ہے اور مولانا نے زیادہ تر علم اپنے مطالعہ سے اخذ کیا ہے لیکن شریعت کے بارے میں ان کی بعض آراء قابل اصلاح ہیں۔ (رسالہ حقائق مودودیت از محمد داؤد، مؤمن پورہ بمبئی)

مولانا کفایت اللہ صاحب نے مودودی صاحب کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے، میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں۔ ان کی تحریریں دیکھنے سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، اگر کسی قدر اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو ہمارا رسالہ ''مودودیت اور احادیث نبویہ'' پڑھیے جو شائع شدہ ہے۔

عموم حکم سے بعض صورتوں کا استثناء

اس میں شبہ نہیں کہ جب اللہ کے رسول ایک عام حکم دیں تو وہ عام ہی رہے گا، جب تک وہ خود اس سے استثناء نہ کریں اور جب وہ کسی صورت کو مستثنیٰ کریں تو وہی مستثنیٰ ہوگی، اس پر کسی کو اضافے کی اجازت نہ ہوگی۔ کیوں کہ امتی کا کام اتباع ہے نہ کہ شریعت میں تصرف۔ مثلاً اقیموا الصلوۃ ''نماز قائم کرو'' عام حکم ہے۔ لیکن اس سے حیض والی عورت مستثنیٰ ہے۔ ایسے ہی سونا اور ریشم مردوں پر حرام ہے، لیکن ٹوپی، چوغہ وغیرہ پر زرکشی جائز ہے۔ اور خارش کے وقت ریشمی قمیص پہننے میں کوئی حرج نہیں اور قربانی میں مسنہ (دو دانت) جانور کا حکم ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو جذعہ (غیر مسنہ) کی اجازت دے دی۔ اور فرمایا: ''تیرے بعد کسی کو جذعہ کی اجازت نہیں۔'' وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ کام اللہ اور رسول کا ہے، ہمیں اس میں کوئی دخل نہیں۔

داڑھی کے مذکورہ حکم سے کچھ صورتوں کا استثنا

اس بنا پر جب داڑھی کو اپنے حال پر رکھنے کا حکم ہے جو کہ ان پانچ روایتوں سے واضح ہو چکا تو اب کسی کو کوئی حق نہیں کہ اس میں رخنہ اندازی کرے۔ ہاں اگر رسول اللہ ﷺ نے کوئی صورت مستثنیٰ فرمائی ہو تو وہ بسر وچشم منظور ہے۔ اس کے علاوہ کوئی تصرف کرے تو وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناقابل قبول ہے۔ بہت تحقیقات کے بعد ہمیں بظاہر چار اور درحقیقت تین صورتیں مستثنٰی ملی ہیں۔ اگر کسی صاحب کے علم میں کوئی اور صورت آئی ہوتو بہتر ورنہ اللہ سے ڈرنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کے الٹ نہ کرنا چاہیے۔ ہمارے علم میں جو صورتیں مستثنٰی آئی ہیں، وہ حسبِ ذیل ہیں:

پہلی صورت

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا یاخذ الرجل من طول لحيته ولكن من الصدغين رواه في الحلية (فصل رابع مشكوٰة: باب الترجل ص239)

’’حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: مرد اپنی داڑھی لمبائی میں نہ کٹائے لیکن کنپٹیوں سے کٹالے۔‘‘

داڑھی کی تعریف فتح الباری وغیرہ اور لغت میں یہ لکھی ہے مانبت علی الخدين والذقن ’’وہ بال جو رخساروں اور ٹھوڑی پر اگیں۔‘‘ ٹھوڑی داڑھی کا طول ہے اور رخسار اس کا عرض ہیں۔ طول سے لینا تو بالکل منع کر دیا اور عرض سے صرف کنپٹیوں کے بالوں کو لینے کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ باقی عرض میں بھی اجازت نہیں۔

نوٹ: کنپٹیوں سے مراد وہ مقامات ہیں جو آنکھوں کے کناروں سے کانوں تک ہیں اور یہ وجہ (چہرے) میں داخل ہیں۔ کیوں کہ وجہ ماتھے سے ٹھوڑی تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک ہے جیسے مجمع البحار اور تفسیر مظہری وغیرہ میں ہے۔ میں نے اپنے جریدہ ’’تنظیم اہل حدیث‘‘ جلد اول کے شمارہ 8 میں بھی اس کی تفصیل ذکر کی ہے۔ پس جب کنپٹیاں چہرے میں شامل ہوگئیں تو یہ داڑھی کا حصہ ہوا۔ لیکن شارع (علیہ السلام) نے حکم میں تخفیف کرتے ہوئے ان کے کٹانے کی اجازت دے دی، جیسے کہ اس حدیث میں ہے۔ اور ایک تخفیف اور کردی ہے۔ وہ یہ کہ وضو میں کنپٹیوں کا دھونا ضروری نہیں بلکہ کانوں کی طرح سر کے ساتھ مسح کافی ہے۔ ملاحظہ ہو منتقی مع نیل الاوطار وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری صورت

عن جابر كنا نعفي السبال الافي حج أوعمرة (ابوداؤد. كتاب الترجل)

''جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم داڑھیاں چھوڑ دیتے تھے مگر حج یا عمر میں''

عون المعبود، جلد 4 ص 136 میں ہے:

قال الحافظ في الفتح والسبال جمع سبلة وهي ماطال من شعر اللحية قال أي نتركه وافرا وقال في مرقاة الصعود سبال جمع سبلة بالتحريك وهي مقدم اللحية وما أسبل على الصدر

''حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ سبال سبلۃ کی جمع ہے اور سبلۃ داڑھی کے لمبے بالوں کو کہتے ہیں۔ جابرؓ کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی کے بالوں کو لمبے چھوڑ دیتے مگر حج وعمرہ میں۔ اور مرقاۃ الصعود میں ہے کہ سبلۃ داڑھی کے سامنے کے بال ہیں جو چھاتی پر پڑیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم داڑھیوں کو ہمیشہ لمبی چھوڑ دیتے، صرف حج وعمرہ میں کٹواتے اور یہ فعل رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا ہے کیوں کہ جابرؓ اپنے زمانے سے گزشتہ زمانے کا حال بیان کر رہے ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ ہی کا زمانہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صحابہ رضی اللہ عنہم عام طور پر کوئی کام کریں تو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سمجھی جاتی ہے۔ ورنہ آپ اس پر انکار کرتے یا اس کے خلاف وحی آجاتی۔ چنانچہ اصول حدیث میں اس کی تفصیل ہے اور خود حضرت جابرؓ نے بھی بیان کیا ہے کہ ''ہمارا وحی کے زمانے کا'' فعل شرعی فعل ہے۔ ملاحظہ ہو (مشکوۃ باب المباشرۃ فصل اول: حدیث 2 ص 267)

خلاصہ یہ کہ داڑھیوں کا لمبا چھوڑ دینا یہاں تک کہ چھاتیوں پر پڑیں، یہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے تحت ہے اور حج وعمرہ میں کٹوانا یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے تحت ہے۔ البتہ یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ حج وعمرہ میں کتنی کٹواتے۔ سو اس کے متعلق حافظ ابن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجر نے فتح الباری جلد 10 ص 288 میں اشارہ کیا ہے کہ اس کا اندازہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتا ہے۔ کیوں کہ عبداللہ بن عمرؓ حج اور عمرہ میں قبضہ سے زائد کٹواتے تھے۔ ملاحظہ ہو بخاری جلد 2، باب تقليم الاظفار: پارہ 24 ص 575۔

تیسری صورت

یہ ہے کہ داڑھی زیادہ بھاری یا زیادہ لمبی چوڑی ہونے کی وجہ سے شکل بھونڈی (بھدی) معلوم ہو یا وضو وغیرہ میں تکلیف کا باعث ہو تو اس صورت میں قبضے سے زائد کو کٹوا سکتے ہیں۔ اور یہ صورت صرف حج وعمرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہمیشہ رخصت ہے اور جس حدیث میں کٹوانے سے نہی آئی ہے اور عرض میں صرف کنپٹیوں کی اجازت ہے، یہ داڑھی ہلکی ہونے کی صورت پر محمول ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری جلد 10 ص 288 میں امام طبری سے نقل کرتے ہیں:

وقال قوم اذا زاد على القبضة يؤخذ الزائد وساق بسنده الى ابن عمر أنه فعل ذلك والى عمر انه فعل ذلك ومن طريق ابى هريرة أنه فعله

"ایک جماعت کہتی ہے کہ جب داڑھی مٹھی سے زائد ہو جائے تو زائد کٹائی جائے اور دلیل اس کی یہ پیش کی ہے کہ ابن عمرؓ نے یہ کام کیا اور حضرت عمرؓ نے بھی ایک شخص کے ساتھ ایسا کیا، اسی طرح حضرات ابو ہریرہؓ نے کیا۔"

نواب صدیق حسن خان مرحوم اپنی کتاب اتحاف النبلاء کے ص 373 پر حافظ ابن قیم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

واز فوائد ابن القیم ست کہ گفتہ ابن عمر روى حديث اعفاء اللحية وكان مع ذلك يمسك لحيته فما فضل عن القبضة أخذه ورخص فيه الامام أحمد وابراهيم النخعي وروى الليث عن محمد بن عجلان عن أبي صالح السمان أنه لما ذكر رسول اللهﷺ اعفاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللحية كلمه اصحابه فقال يمسك قبضة فما جاوز ذلك جزه ان شاء فلعل ابن عمر بلغه هذا من حديث رسول اللهﷺ فذهب اليه والا فالا عفاء يأبى ذلك ولكن لما رواه ابن عمر وأخذ ماجاوز القبضة مع شدة تحريه وورعه واتباعه للسنة دل على أن عنده من ذلك علم بالرخصة وممن ذهب الى هذا الشعبى وسفيان الثورى وغيرهما ورخص الامام أحمد فى حلق ما تحت اللحية على الحلق وجوز بعض أصحابه الأخذ من الحاجبين اذا طالا وقال كان أحمد يفعله وكأنه لم يرذلك من النمص المحرم انما هذا أخذ للحاجة والأ ذى لطولهما. وأما المرأة فيجوز لها أن تاخذ شاربها وان طلعت لها لحية أن تاخذها جملة أوعنفقةً واستهجنه بعض أصحاب الشافعي ومنهم محمد بن جرير الطبرى ورأى تغيرا لخلق الله. (اتحاف: ص 373)

"فوائد ابن قیم سے ہے کہ ابن عمرؓ نے اعفاء اللحیۃ کی حدیث روایت کی ہے (اور داڑھی چھوڑنے کی حدیث ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے چنانچہ **ارخوا** اور **ارجوا** کے الفاظ جو پہلے گزرے ہیں، وہ ابو ہریرہؓ نے ہی روایت کیے ہیں، ملاحظہ ہو مسلم جلد اول ص 129، اور طول میں داڑھی نہ کٹانے کی حدیث جو پہلے گزری ہے، اس کے راوی بھی ابو ہریرہؓ ہیں) اور باوجود اس کے (ابو ہریرہؓ اور) ابن عمرؓ مٹھی سے زائد کٹاتے تھے اور امام احمد اور امام ابراہیم نخعیؒ (استاد امام ابو حنیفہؒ) نے بھی اس کی رخصت دی ہے اور لیث نے محمد بن عجلان سے انھوں نے ابو صالح سمان سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اعفاء اللحیۃ (اور ارخاء یا ارجاء وغیرہ) کا امر فرمایا تو صحابہؓ نے اس بارے میں گفتگو کی (کہ زیادہ بھاری لمبی داڑھی میں تکلیف ہوتی ہے) تو آپ نے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر جو زائد بال ہوں، ان کے کٹانے کا اختیار ہے۔ شاید ابن عمر کو (اور حضرت ابو ہریرہؓ کو) یہ حدیث پہنچی ہوگی، اسی بنا پر وہ مٹھی سے زائد کٹاتے تھے۔ ورنہ اعفاء اللحیه (وغیرہ) کی حدیث اس (کٹانے) سے روکتی ہے، تو عبداللہ بن عمرؓ (اور حضرت ابو ہریرہؓ) اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس کے خلاف کس طرح کر سکتے تھے، حالاں کہ وہ بڑے محتاط، بڑے پرہیزگار اور متبع سنت تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مٹھی سے زائد کٹانے کی حدیث کا علم تھا۔ اور امام شعبی (تابعیؒ) اور امام سفیان ثوریؒ (تبع تابعی) وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور امام احمد کے نزدیک گلے کے بال کٹانے جائز ہیں جو داڑھی سے نیچے ہوں۔ اور امام احمدؒ کے بعض اصحاب نے ابروؤں کے بال جب لمبے ہو جائیں تو ان کے کٹانے کی بھی اجازت دی ہے۔ اور امام احمدؒ بھی کٹاتے تھے اور حدیث میں جو ابروؤں کے بال چننے کی ممانعت آئی ہے، یہ کٹوانا اس میں داخل نہیں۔ کیوں کہ یہ ضرورت اور تکلیف کی وجہ سے کٹواتے تھے۔ (نہ کہ خوب صورتی کے لیے اور چننا خوب صورتی کے لیے منع ہے) اور اگر عورت کو لبیں اور داڑھی اگ آئیں تو وہ بالکل صاف کرا سکتی ہے اور بعض اصحاب شافعیؒ نے اس کو برا سمجھا ہے جن سے ایک امام محمد بن جریر طبری ہیں، ان کا خیال ہے، یہ پیدائش الٰہی کی تبدیلی ہے جس کی آیت فلیغیرن خلق اللہ میں ممانعت آئی ہے۔''

ابو صالح سمان تابعیؒ ہیں اور تابعی جب صحابی کا نام نہ لے تو اس حدیث کو مرسل کہتے ہیں اور مرسل حدیث کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے مگر اس کو تقویت مل جائے تو پھر وہ حجت ہے چنانچہ کتب اصول (شرح نخبہ، تدریب الراوی وغیرہ) میں اس کی تفصیل موجود ہے اور یہاں دو طرح سے اس کو تقویت حاصل ہے۔ ایک صحابہؓ اور تابعین وغیرہ کے عمل سے جیسے ابھی حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ کی روایتیں گزری ہیں۔ بلکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالب ظن ہے کہ ابوصالح سمان نے یہ حدیث ابوہریرہؓ سے سنی ہے، کیوں کہ وہ ابوہریرہؓ کے خاص شاگرد ہیں۔ دوسرے مندرجہ ذیل حدیث سے ابوصالح سمان کی حدیث کو تقویت ہوتی ہے کہ امام شعرانی **کشف الغمه** جلد اول ص 50 میں لکھتے ہیں:

وكان ابن عمر يقول رأى رسول الله ﷺ لحية رجل طويلة فقال ﷺ لو اخذتم وأشار بيده الى نواحي لحيته وأمر بذالك فى لحية أبي قحافة والد أبن بكر رضى الله عنهما

''ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کی لمبی داڑھی دیکھی، تو فرمایا کاش! تم کٹاتے اور ہاتھ سے اپنی داڑھی کے گردونواح کی طرف اشارہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہؓ کی داڑھی کے متعلق بھی یہی حکم دیا تھا۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا اپنی داڑھی کے گردونواح کی طرف اشارہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مٹھی سے زائد بال لے لیے جائیں۔ چنانچہ ابن عمرؓ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) انھوں نے اسی طرح عمل کیا اور حضرت عمرؓ اور ابوہریرہؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور ابوصالح سمان کی حدیث میں بھی مٹھی سے زائد بال کٹانے کا ذکر ہے۔

اس کی مزید وضاحت موطأ امام مالک، کتاب الحج، باب التقصیر ص 154 میں ہے:

عن نافع أن عبدالله بن عمر كانا اذا أفطر من رمضان وهو يريد الحج لم يأخذ من رأسه ولا من لحيته شيئاً حتى يحج

''نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر جب رمضان سے فارغ ہوتے اور ان کا حج کا ارادہ ہوتا تو سر اور داڑھی سے کچھ نہ کٹاتے، یہاں تک کہ حج کرلیں۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مٹھی کے اندر کٹانے کی اجازت نہیں کیوں کہ حج اور عمرہ میں عبداللہ بن عمر مٹھی سے زائد کٹاتے تھے، تو رمضان سے فارغ ہو کر چھوڑنا اس غرض سے تھا کہ بال مٹھی سے زیادہ ہو جائیں، اگر مٹھی کے اندر کٹانے کی اجازت ہوتی تو یہ تکلیف کیوں اٹھاتے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے بھی معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمر کا قبضہ سے زائد کٹانا حج وعمرہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ ہمیشہ کٹاتے۔ لیکن حج اور عمرہ کے لیے رمضان سے کٹانا ترک کردیتے تا کہ حج وعمرہ تک مٹھی سے زائد ہو کر کٹانے کے قابل ہو جائے۔

چوتھی صورت

عن عمروبن شعیب عن أبیه عن جده أن النبیﷺ کان یأخذمن لحیته من عرضها وطولها (ترمذی جلد دوم، باب ماجاء فی الأخذ من اللحیة، ص 222)

''عمرو بن شعیب اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ اپنی داڑھی کو طول وعرض سے لیتے۔''

اس حدیث میں داڑھی کے طول وعرض سے لینے کا ذکر ہے۔ مگر تحدید نہیں کہ کہ کتنی لیتے؟ مٹھی سے باہر یا مٹھی سے اندر۔ اور اسی لحاظ سے ہم نے اس حدیث پر چوتھی صورت کا عنوان تو دیا ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ چوتھی صورت ثابت نہیں جس کی تین وجہیں ہیں:

اول: یہ کہ احادیث میں مٹھی سے زائد کی تعیین آ گئی ہے۔ بس اس سے مراد یہی مٹھی سے زائد ہوگی۔ چنانچہ دوسری، تیسری صورت میں تفصیل گزر چکی ہے۔ پس یہ چوتھی صورت نہ بنی بلکہ دوسری تیسری میں شامل ہوگئی۔ اسی بنا پر مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد 4 ص 492 میں شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:۔

وقید الحدیث فی شرح الشرعیة بقوله اذا زاد علی قدر القبضة

یعنی ''شرح شرعیہ میں ہے کہ رسول اللہﷺ طول وعرض میں اس وقت لیتے جب بال مٹھی سے زائد ہو جاتے۔''

دوسری وجہ یہ کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور عبارت کے بعد لکھتے ہیں:

وجعله أی قوله اذا زاد علی قدر القبضة فی التنویر من نفس الحدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''کتاب تنویر میں لفظ اذازاد علی قدر القبضة کو اس حدیث کا ٹکڑا قرار دیا ہے۔''

پس جب اسی حدیث میں مٹھی کی شرط آگئی تو بات بالکل صاف ہوگئی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ترمذی کی یہ حدیث ہی بالکل ضعیف ہے۔ چنانچہ امام ترمذی یہ حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں:

هذا حديث غريب وسمعت محمد بن اسمٰعيل يقول عمر بن هارون مقارب الحديث ولا أعرف له حديثا ليس له أصل أوقال يتفرد به الا هذا الحديث ولا نعرفه الا من حديث عمر بن هارون ورأيته حسن الرأى فى عمر بن هارون وسمعت قتيبة عمر بن هارون كان صاحب حديث وكان يقول الايمان قول وعمل

''یہ حدیث غریب (ہے کیوں کہ اس میں عمر بن ہارون راوی منفرد) ہے اور امام بخاری سے میں نے یہ کہتے سنا کہ عمر بن ہارون کی حدیث کسی قدر اچھی حدیث کے قریب قریب ہوتی ہے۔ میں نے اس کی کوئی حدیث بے اصل یا منکر نہیں پائی سوائے اس حدیث کے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ عمر بن ہارون کے سوا کسی نے اس حدیث کو روایت کیا ہو اور امام بخاری کو میں نے دیکھا کہ وہ عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور قتیبہ سے میں نے سنا: وہ فرماتے تھے کہ عمر بن ہارون کے پاس ذخیرۂ حدیث کافی تھا مگر اس کا مذہب تھا کہ ایمان صرف قول اور عمل کا نام ہے۔ یعنی ایمان کے لیے اعتقاد کی ضرورت نہیں۔''

اور یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ قول اور فعل ایمان میں داخل ہیں جیسے اہل حدیث کا مذہب ہے۔ مگر یہ مراد کمزور ہے۔ کیوں کہ عربی عبارت میں صرف یہی ہے کہ ایمان قول وعمل ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری جلد 10 ص 288 میں ترمذی کے حوالے سے پہلے امام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے: لا أعلم له حديثا منكرا الاهذا کہ عمر بن ہارون کی اس حدیث کے سوا کوئی حدیث میں نے منکر نہیں پائی۔ اس کے بعد مزید لکھتے ہیں: وقد ضعف عمر بن هارون مطلقا جماعة

یعنی ''(امام بخاری نے تو عمر بن ہارون کی صرف اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے مگر) ایک جماعت محدثین نے اس کو مطلقاً ضعیف کہا ہے۔'' (یعنی اس کی کوئی حدیث بھی صحیح نہیں)

اسی طرح زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد 4 ص 212 میں ہے:

قال الذهبي: ضعفوه، اما ذہبی فرماتے ہیں: عمر بن ہارون کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔''

حافظ ابن حجر نے اسماء الرجال (راویوں کے حالات) پر ایک بہت بڑی جامع کتاب لکھی ہے جس کا نام تهذيب التهذيب ہے۔ اس میں ایک ایک راوی کے متعلق جتنے اقوال ہیں، سب جمع کر دیے ہیں۔ اس کے بعد اس کا اختصار کر کے دوسری کتاب تقریب التهذيب لکھی۔ اس کے مقدمے میں فرماتے ہیں کہ میں ہر راوی کے متعلق اَعدل قول لکھوں گا یعنی جس راوی کی ثقاہت میں اختلاف ہو اس کے حق میں پوری تحقیق کے بعد ایسا لکھوں گا جو نہایت منصفانہ ہو۔ اب عمر بن ہارون کے متعلق اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے، وہ سنیے: عمر بن هارون بن يزيد الثقفي مولا هم البلخي متروك وكان حافظا (تقریب التہذیب ص 388) ''بنی ثقیف بلخی کا آزاد کردہ عمر بن ہارون بن یزید متروک (ترک کر دیا گیا) ہے۔ اور ویسے وہ حافظے والا تھا۔''

تقریب التہذیب کے مقدمے میں لکھا ہے کہ متروک وہ راوی ہے جس کو کسی محدث نے ثقہ نہ کہا ہو اور اس کے ضعف کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہو۔ ایسا راوی محدثین کی نظر سے بالکل گرا ہوا اور بے اعتبار ہوتا ہے اور اس کی حدیث کسی قابل نہیں ہوتی اور عمر بن ہارون کے متعلق امام بخاری نے جو اچھی رائے کا اظہار کیا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ اس کی کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث اس حدیث کے سوا بے اصل نہیں پائی گئی۔ گویا دوسرے محدثین سے امام بخاریؒ اس کے حق میں کچھ نرم ہیں کیوں کہ دوسرے محدثین اس کی ساری حدیثوں کو ضعیف کہتے ہیں اور امام بخاری صرف اس حدیث کو، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ امام بخاری کو جو اس کی احادیث پہنچی ہیں وہ کسی دوسری سند سے بھی مروی ہیں، سوا اس حدیث کے دوسرے محدثین کو اس حدیث کے سوا اس کی کچھ اور احادیث بھی بے اصل مل گئیں، اس لیے یہ ان کی نظر سے بالکل گر گیا۔ بہر صورت یہ حدیث متفقہ طور پر محدثین کے نزدیک نا قابل عمل ہے اور اس سے مٹھی سے چھوٹی داڑھی پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔

بعض تابعین کے اقوال

جابرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عمرؓ اور ابو ہریرہؓ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم کا مذہب قریباً معلوم ہو چکا اور امام ابن قیمؒ کی عبارت میں بعض تابعین وغیرہ کا بھی معلوم ہو چکا ہے۔ اب بعض اور تابعین کا سنیے۔

فتح الباری جلد 10 ص 288 میں ہے: وعن الحسن البصری لم یؤخذ من طولها وعرضها مالم یفحش وعن عطاء نحوه ''حسن بصریؒ (تابعی) سے روایت ہے کہ داڑھی کے کاٹنے میں مبالغہ نہ کیا جائے اور اس کے قریب عطا تابعی سے بھی روایت ہے۔''

مولانا احمد علی سہارن پوری مرحوم بخاری جلد 2 ص 875 کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

وقال عطاء أن الرجل لونزل لحیته لا یتعرض حتی لوأفحش طولها وعرضها لعرض نفسه لمن یسخر به وقال النووی والمختار عدم التعرض لها بتقصیر ولا غیره کذا فی القسطلانی

''عطا فرماتے ہیں: اگر انسان کی داڑھی اترے اور وہ اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا طول وعرض بہت زیادہ ہو کر قبیح شکل اختیار کرے، تو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص نے خود کو لوگوں کے سامنے استہزا اور تمسخر کے لیے پیش کیا اور امام نووی فرماتے ہیں: مختار یہی ہے کہ داڑھی سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے، نہ کٹانے کے ساتھ نہ کسی اور طرح سے (چڑھانے وغیرہ کے ساتھ) قسطلانی میں اسی طرح ہے۔"

نواب صدیق حسن خان مرحوم نے بھی عطاء تابعیؒ ❶ کا یہ قول نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو: عون الباری لحل ادلۃ البخاری ص 303 بر حاشیہ نیل الاوطار طبع مصر۔ عطاء تابعی کے اس قول سے واضح ہے کہ وہ داڑھی بہت زیادہ لمبی چوڑی ہونے کے وقت کٹانے کے قائل ہیں اور وہ مٹھی سے زیادہ ہی ہوسکتی ہے۔ ورنہ معاذ اللہ کہنا پڑے گا کہ حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور ابوہریرہؓ اور دیگر صحابہ وغیرہ نے جو صورت اختیار کی تھی، وہ عطا تابعیؒ کے نزدیک قبیح تھی حالاں کہ وہ ابوہریرہؓ وغیرہ کے خاص شاگرد بھی ہیں۔

رہا حسن بصری اور عطا کا قول جو حسن بصری کے موافق ہے تو اس کا مطلب حسن بصری کے دوسرے قول سے واضح ہوگا جو آئندہ عبارت میں آتا ہے۔

ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد 4 ص 492 میں فرماتے ہیں:

وفی الاحیاء قد اختلفا فیما طال من اللحیة فقیل ان قبض الرجل علی لحیته واخذ ماتحت القبضة فلا بأس به وفعله ابن عمر وجماعة من التابعین واستحسنه الشعبی وابن سیرین وکرهه الحسن وقتادة ومن تبعهما وقالوا ترکها عافیة أحب لقوله علیه السلام اعفوا اللحی ولکن الظاهر هو القول الاول فان الطول المفرط یشوه الخلقه ویطلق السنة المغتابین بالنسبة الیه فلا بأس للاحتراز عنه علی هذه النیة قال النخعی:

❶ عطا تابعیؒ کی طرف سے اس قول کی نسبت میں کچھ تردد ہے جو فتح الباری جلد 10، ص 288 سطر 17 تا سطر 27 کی عبارت دیکھنے سے واضح ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عجبت لرجل عاقل طويل اللحية كيف لايأخذ من لحيته فيجعلها بين لحيتين أى طويل وقصير فان التوسط من كل شيئ أحسن ومن ثم قيل كلما طالت اللحية نقص العقل انتهى كلام الامام (مرقاة: جلد 4ص 463)

"امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم میں ہے: داڑھی کے جو بال لمبے ہو جائیں، ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ اگر مٹھی سے زائد کاٹ دے تو کوئی حرج نہیں اور عبداللہ بن عمرؓ اور ایک جماعتِ تابعین نے ایسا کیا ہے اور عامر شعبی تابعیؒ اور محمد بن سیرین تابعیؒ نے اس کو اچھا سمجھا ہے اور کہا ہے کہ داڑھی کو سلامت چھوڑ دینا زیادہ محبوب ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اعفوا اللحی لیکن پہلا قول (مٹھی سے زائد کٹانے کا) ظاہر ہے، کیوں کہ حد سے لمبی داڑھی شکل کو بگاڑ دیتی ہے اور غیبت کرنے والوں کی زبانوں کو کھول دیتی ہے۔ بس اس نیت سے لمبی نہ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ ابراہیم نخعی تابعیؒ (استاد امام ابوحنیفہؒ) فرماتے ہیں: لمبی داڑھی والے عقل مند انسان پر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی داڑھی کو درمیانی کیوں نہیں بناتا جو نہ زیادہ لمبی ہو نہ زیادہ چھوٹی۔ کیوں کہ ہر شے کی درمیانی حالت بہت اچھی ہے اور اس بنا پر کہا گیا کہ جتنی داڑھی لمبی ہو، اتنی ہی عقل کم ہوتی ہے۔"

صحابہ کرام کی داڑھیاں لمبی تھیں

یہ آخری فقرہ تو ان صحابہؓ پر بڑا طعن ہے جو حج اور عمرہ کے سوا بالکل نہیں کٹاتے تھے جیسا جابرؓ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ حالاں کہ بہت صحابہؓ بھاری داڑھی والے تھے۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء ص 118 میں حضرت علیؓ کے حلیہ میں لکھا ہے: عظیم اللحية جدا قدملاءت مابين منكبيه یعنی آپ کی داڑھی بہت بڑی تھی، یہاں تک کہ دونوں کندھوں کی درمیانی جگہ کو بھر دیا تھا۔

اور صفحہ 106 میں حضرت عثمانؓ کے حلیہ کے بارے میں لکھا ہے: كثير اللحية یعنی آپ کی ڈارھی بہت تھی اور ص 93 میں حضرت عمرؓ کے حلیہ میں لکھا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبلته كثيرة وفي أطرافه صهبة یعنی آپ کی داڑھی بہت لمبی تھی اور اس کے کنارے سرخی مائل تھے۔ اور شیخ عبدالحکیمؒ مکی نے شمس الضحى فى اعفاء اللحى نامی کتاب لکھی ہے، جس میں فرماتے ہیں:

كان أبوبكر كثير اللحية وكان عثمان رقيق اللحية طويلها وكان على عريض اللحية وقد ملاء ت مابين منكبيه

''حضرت ابوبکرؓ بھاری داڑھی والے تھے اور عثمانؓ کی داڑھی ہلکی تھی لیکن لمبی تھی اور حضرت علیؓ کی داڑھی اتنی کہ کندھوں کا درمیان بھر دیا تھا۔''

اس عبارت میں حضرت عثمانؓ کی داڑھی ہلکی لکھی ہے مگر مراد اس سے نسبتاً ہلکی ہے۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے لحاظ سے ہلکی تھی، ورنہ ابھی تاریخ الخلفاء کے حوالے سے گزرا ہے کہ وہ کثیر اللحیہت ہے۔

کیا لمبی داڑھی کم عقلی کی دلیل ہے؟

ان کے علاوہ اور بہت سے صحابہ ہیں جن کی داڑھیاں بہت بھاری تھیں۔ اگر بڑی داڑھی مطلقاً کمیٔ عقل کی دلیل ہے تو معاذ اللہ یہ سب صحابہؓ بے وقوف ہوئے۔ خاص طور پر یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات پر زبردست حملہ ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا داڑھی کٹوانا بالکل ثابت نہیں۔ نہ حج وعمرہ میں، نہ آگے پیچھے حالاں کہ آپ ﷺ کی داڑھی بہت بھاری تھی۔ چنانچہ کتاب الشفاء ص 39 میں قاضی عیاض آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: كث اللحية تملأ صدره یعنی آپ ﷺ کی داڑھی اتنی بھاری تھی کہ آپ ﷺ کی چھاتی کو بھرتی تھی۔ پس یہ آخری فقرہ کہ جتنی داڑھی لمبی ہو، اتنی عقل کم ہوتی ہے، یہ کسی کم عقل کا مقولہ ہے۔ ہاں اگر اس سے عام داڑھی مراد نہ ہو بلکہ حد سے زیادہ لمبی مراد ہو جو ایسی ہی شاذ و نادر صورت ہے جیسے عورت کی داڑھی کا اگنا تو اس معنی سے یہ فقرہ صحیح ہوسکتا ہے اور اس لمبائی کا اندازہ ملا علی قاری نے شرح شفاء جلد اول ص 152 میں یہ لکھا ہے کہ داڑھی ناف پر پڑے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس فقرے میں اس قسم کی حد سے زیادہ لمبائی مراد ہو تو پھر یہاں اس کا ذکر بے موقع ہے، کیوں کہ یہاں دو چیزیں ہیں: ایک داڑھی کی ظاہری شکل اور ایک داڑھی والے شخص کی طبیعت کا تقاضا کہ داڑھی حد سے بڑھے۔ ان دونوں سے کمیٔ عقل کا باعث کون سی چیز ہے؟ اگر ظاہری شکل باعث ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اگر داڑھی چھوڑ دی تو عقل جاتی رہی۔ اگر داڑھی کٹائی تو عقل واپس آگئی حالاں کہ عقل کوئی ایسی آنی جانی شے نہیں کہ جب چاہو اس کو اندر سے نکال دو اور جب چاہو اس کو اندر داخل کر دو۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ کمیٔ عقل کا باعث اگر ہوگا تو وہ طبیعت کا تقاضا ہوگا جو پیدائشی شے ہے اور ہر وقت ہے۔ خواہ داڑھی کٹائے یا نہ کٹائے اور یہاں بحث کٹانے یا نہ کٹانے کی ہے تو پھر اس فقرے کا ذکر یہاں کس طرح صحیح ہوگا؟

علاوہ اس کے یہاں مٹھی سے زائد کٹانے کا ذکر ہے، جو ان داڑھیوں کو بھی شامل ہے جو بے حد لمبی نہیں، تو پھر اس فقرے سے یہاں اتنی لمبی داڑھی کی تخصیص کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ بہرصورت یہ فقرہ یہاں بے موقع ہے۔ باقی عبارت کا مطلب واضح ہے کہ تابعین دو قسم کے ہیں: بعض قبضے سے زائد کٹانے کے قائل ہیں اور بعض اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

حضرت حسن بصری کی رائے

ان میں سے ایک حسن بصریؒ بھی ہیں، پس حسن بصری کے دو قول ہوئے۔ ایک کٹانے کا، ایک نہ کٹانے کا۔ یہ دونوں قول آپس میں متعارض ہیں اور تعارض کی صورت میں کوئی بھی عمل کے قابل نہیں، کیوں کہ جب تعارض آگیا تو دونوں گر گئے۔ ''اذا تعارضا تساقطا''۔ اس کے باوجود اگر کسی کو لینا ہو، تو ان دونوں میں سے جو بادلیل ہو، اس کو لینا چاہیے اور وہ دوسرا قول ہی ہے۔ کیوں کہ اس کی دلیل انھوں نے حدیث اعفوا اللحی پیش کی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے قول میں ان کی مراد یہ ہو کہ کٹانے میں مبالغہ نہ کرے۔ اس سے مراد مٹھی کے اندر کٹانا ہو یعنی مٹھی کے اندر کٹانا ہی مبالغہ ہے جس سے وہ منع فرما رہے ہیں۔ اس صورت میں ان کا قول احادیث مذکورہ بالا کے موافق ہو جائے گا جن میں مٹھی سے زائد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کٹانے کی رخصت ہے، اور ان صحابہ کے عمل کے بھی موافق ہوجائے گا جو مٹھی سے زائد کٹانے کے عامل ہیں اور یہ قول ان (حسن بصریؒ) کا بھاری داڑھی پر محمول ہوگا اور دوسرا قول ہلکی داڑھی پر، یعنی جب ہلکی داڑھی ہوتو بالکل نہ کٹائے اور اعفوا اللحی پر عمل کرے اور جب بھاری ہوتو قبضے سے زائد کٹانے کی اجازت ہے۔ اس طرح سے ان کے دونوں اقوال میں موافقت ہوجائے گی اور تعارض اٹھ جائے گا۔ والحمد لله علی ذالك

خلاصہ اس ساری بحث کا یہ ہے کہ پسندیدہ تو نہ کٹانا ہے، خواہ داڑھی ہلکی ہو یا بھاری۔ جیسا کہ امام نووی وغیرہ فرماتے ہیں اور بھاری داڑھی کوئی مٹھی سے زائد کٹالے تو اس کو بُرا نہیں کہا جاسکتا، یوں کہ مذکورہ احادیث سے اور صحابہ کے عمل سے اس کی رخصت پائی جاتی ہے، اور ہلکی داڑھی کا مٹھی سے زائد کٹانا غلط ہے، کیوں کہ اس کے متعلق کوئی تسلی بخش دلیل نہیں پائی گئی۔

رہا مٹھی سے اندر کٹانا خواہ داڑھی ہلکی ہو یا بھاری، یہ منڈانے کے مترادف ہے اور منڈانے کے متعلق جو کچھ وعید ہے، وہ شروع میں گزر چکی ہے بلکہ خود مولانا مودودیؒ نے بھی اس پر سخت فتویٰ دے دیا ہے اور مذاہب اربعہ بھی اس پر متفق ہیں:

فتویٰ شافعیہ

أما اللحية فيكره حلقها والمبالغة فی قصها فاذا زادت علی القبضة فأن الامرفيه سهل (فقه المذاهب)

''داڑھی کا منڈانا اور اس کے کاٹنے میں مبالغہ کرنا یہ دونوں مکروہ ❶ (تحریمی) ہیں۔ جب داڑھی مٹھی سے زائد ہوجائے۔ تو اس (کے کٹانے) میں آسانی کردی گئی ہے۔''

---

❶ جب مطلق مکروہ آئے تو حرام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں: کل ذلك كان سيئه عند ربك مكروها۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ حنفیہ

يحرم حلق لحية الرجل ويسن أن لاتزيد في طولها على قبضة فما زاد على القبضة يقص ولا بأس بأخذ أطراف اللحية

''مرد کا داڑھی منڈانا حرام ہے اور طول میں مٹھی سے نہ بڑھنے دینا مسنون ہے۔ پس جو مٹھی سے زائد ہو، کٹائی جائے اور کناروں (دائیں بائیں جانب) سے لینے کا بھی کوئی حرج نہیں۔''

فتویٰ مالکیہ

يحرم حلق اللحية

''داڑھی منڈانا حرام ہے۔''

فتویٰ حنابلہ

يحرم حلق اللحية ولا بأس بأخذ ما زاد على القبضة من الشعر (حوالہ مذکورہ)

''داڑھی منڈانا حرام ہے اور مٹھی سے زائد لینے میں کوئی حرج نہیں۔ پس مٹھی سے زائد کٹانا مکروہ نہیں جیسے مٹھی سے زائد چھوڑنا مکروہ نہیں اور گلے سے نیچے (نرخرہ) کے بال لینے بھی مکروہ نہیں۔''

دوسرا مسئلہ

بودے یا انگریزی بال

انسان چوں کہ طبعاً آزاد ہے اور آزادی کو پسند کرتا ہے، اس لیے اگر اس کو خواہش نفس کے مطابق کوئی شے مل جائے تو اسے غنیمت سمجھتا ہے اور بہت جلد اس کی طرف جھک جاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ حالاں کہ عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ طبیعت پر کنٹرول کرے اور اپنا نفع نقصان سوچے، فائدے والی جانب کو ترجیح دے اور نقصان سے بچے۔ مگر ایسے بہت کم لوگ ہیں جو خواہش کو دبا کر عقل سلیم کا تقاضا پورا کرتے ہیں۔ حالاں کہ باوقار زندگی یہی ہے اور اسی خاطر خدا تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے اور چار کتابیں اور بے شمار صحیفے اتارے تاکہ نفس سے پوری جنگ ہو اور عقل سلیم کا تقاضا پورا ہو۔ کاش! من چاہے مطلب نکالنے والے علماء درمیان میں حائل نہ ہوتے تو کسی حد تک راستہ صاف ہو جاتا اور چلنے والوں کو رکاوٹ نہ ہوتی۔ انہی علماء نے جو چیز اصلاح کے لیے آئی تھی، اس کی ایسی شکل بگاڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کی کہ بجائے اصلاح کے گمراہی کا باعث بن گئی۔ قرآن وحدیث سے بڑھ کر کون مصلح ہوسکتا ہے مگر جب ان کے معانی اپنی رائے سے کیے جائیں تو اتنی گمراہی پھیلتی ہے کہ اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہیں سے مرزائی گمراہ ہوئے اور اسی سے چکڑالویوں کو انکارِ حدیث کا موقع ملا اور اسی سے تمام اہل بدعت پھلے پھولے۔ اگر قرآن وحدیث کے وہی معانی لیے جاتے جو ان بزرگوں نے سمجھے جن کی معرفت ہمیں قرآن وحدیث پہنچے ہیں تو حق پر پردہ نہ پڑتا اور مسلک اعتدال پر چلنے والوں کے لیے راستہ بالکل صاف ہوتا لیکن جب گمراہی کا نام مسلک اعتدال رکھ لیا جائے اور قرآن وحدیث کو موڑ توڑ کر اس پر چسپاں کیا جائے تو ایسے موقعے پر اپنے دین کا خدا ہی حافظ ہے۔

مولانا مودودی کے لٹریچر میں بھی اس قسم کی باتیں ملتی ہیں کہ اپنی رائے سے قرآن وحدیث کا مطلب بیان کر دیتے ہیں اور جو کچھ سمجھ میں آتا ہے، لکھ دیتے ہیں اور اس پر زیادہ غور نہیں کرتے کہ پہلے بزرگوں نے کیا سمجھا اور اس پر کس طرح عمل کیا؟ بلکہ کسی دوسری آیت وحدیث کے خلاف ہو جائے تو بھی چلا لیتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر بے جا اجتہاد سے بھی نہیں گھبراتے۔ چنانچہ داڑھی کے مسئلے کے متعلق تو قارئین کرام ان کی رائے معلوم کر چکے ہیں کہ ذرا سا نشان کافی ہے جس پر رکھنے کا لفظ بولا جا سکے۔ حالاں کہ یہ تشریح نہ کسی محدث نے کی، نہ کسی فقیہ نے بلکہ مذکورہ بالا احادیث کے بھی خلاف ہے اور مذاہب اربعہ اور سلف کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی خلاف ہے۔ مگر مودودی صاحب نے سب کو نظر انداز کرتے ہوئے داڑھی کو ذرا سا نشان بنا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب انگریزی قسم کے بالوں کے متعلق ان کا فتویٰ سنیے:

مودودی صاحب کا فتویٰ

''سر کے بالوں کے متعلق صرف یہ ہدایت ہے کہ کچھ مونڈنا اور کچھ رکھنا ممنوع ہے۔ موجودہ زمانے میں جس قسم کے بالوں کو پنجاب میں بودے کہتے ہیں اور جنھیں یو۔ پی میں انگریزی بال کہا جاتا ہے، ان کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی۔ لیکن ایک غیر مسلم کی ایجاد کردہ وضع کو سر چڑھانے میں کراہت کا پہلو ضرور ہے اور اسی لیے میں نے اس وضع کو بدل دیا ہے۔''

(رسائل ومسائل ص 181، ترجمان القرآن، رمضان، شوال 1362، ستمبر، اکتوبر 1943ئ)

اس میں شبہ نہیں کہ کسی قوم کی خصوصی چیز لینے میں کشش ضرور ہوتی ہے۔ کیوں کہ پہلے انسان اس چیز کو پسند کرتا ہے، پھر لیتا ہے اور جب اس قوم کا دین و مذہب الگ ہوتا ہے تو پھر آہستہ آہستہ یہ چیز اس انسان کے دین ومذہب پر بُرا اثر ڈالتی ہے اور خطرہ [1] ہوتا ہے کہ

[1] ہاں جو چیز رسول اللہ ﷺ نے پہنی ہو جیسے رومی اچکن یا آپ نے پسند کی ہو جیسے پاجامہ تو اس میں یہ خطرہ نہیں، کیوں کہ اس کو مسلمان بحیثیت اتباع نبوی اختیار کرے گا جو ان سے محبت کی علامت ہے، جو عین منشائے اسلام ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رومی اچکن سارے عرب کا ملکی لباس بن گیا جیسے یمنی حلہ اور اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے پہنی تو اس صورت میں بھی کوئی خطرہ نہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رومی اچکن سے مراد اس کے بنانے والا ہو یا اس کا کپڑا رومی ہو جیسے حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا نگینہ ''حبشی'' تھا۔ بہت سے شارحین نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ اس نگینے کا پتھر یا اس کے بنانے والا یا نقش تیار کرنے والا حبشی تھا۔ اس صورت میں رومی کہنے سے کفار کا وہ خصوصی لباس ثابت نہیں ہوتا جس پر من تشبہ بقوم فھو منھم کی زد پڑتی ہو۔ (محدث روپڑیؒ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہی میں جذب ہوجائے، یا کم سے کم مداہن اور سست ہوجائے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من تشبه بقوم فهو منهم ''یعنی جو شخص کسی قوم سے مشابہت کرے، وہ انہی سے ہے۔'' اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ اپنے مذہب میں سست ہوتے ہوتے آخر انہی کے مذہب پر خاتمہ ہوجائے گا۔ دوسرا یہ کہ قیامت کے دن حشر ان کے ساتھ ہوگا۔ خواہ آخر کار کسی وقت نجات ہوجائے، بہرصورت کسی قوم سے مشابہت بڑی خطرناک چیز ہے، جس میں سوئے خاتمہ کا ڈر ہے یا مجرموں کے ساتھ حشر ہے۔

مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ بودوں کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی، یہ دوہری غلطی ہے۔ من تشبه بقوم فهو منهم سے بڑھ کر اور کون سی دلیل ہوگی؟ بلکہ اس قسم کی وعید تو سخت ممنوع ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: من لم يأخذ من شاربه فليس منا (مشکوٰۃ) ''جو مونچھیں نہ کاٹے، وہ ہم میں سے نہیں'' من غش فليس منا (مشکوٰۃ) ''جو دھوکا دے، وہ ہم میں سے نہیں۔'' قرآن مجید میں یہود ونصاریٰ کی دوستی سے منع فرما کر یہی وعید سنائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

ومن يتولهم منكم فانه منهم

''یعنی جو ان سے دوستی رکھے، وہ انہی میں سے ہے۔''

اگر اس قسم کی وعید سے ممانعت میں سختی نہ سمجھی جاتی تو پھر دوستی سے ممانعت کے بعد اس وعید کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حدیث من تشبه بودوں کے ممنوع ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ مودودی صاحب اس کا مفہوم نہیں سمجھے۔! علاوہ ازیں یہ تو مودودی صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ سر کا بعض حصہ مونڈنا اور بعض چھوڑ دینا ممنوع ہے۔ اور فتح الباری جلد 10 ص 300 طبع مصر میں اس حدیث پر (جس میں سر کے بعض حصے کے مونڈنے اور بعض حصے رکھنے، کی ممانعت ہے) لکھا ہے:

واختلف فی علة النهی فقیل لکونه یشوه الخلقة وقیل لأنه زی الشیطان وقیل لانه زی الیهود وقد جاء هذا فی روایة لأبی داوٗد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ممانعت کی وجہ میں مختلف قول ہیں: ایک یہ کہ یہ شکل کو بگاڑتا ہے، ایک یہ کہ اس میں شیطان سے مشابہت ہے، ایک یہ کہ اس میں یہود سے مشابہت ہے...... اور یہ تیسری وجہ ابوداؤد کی ایک حدیث میں بھی آئی ہے۔''

جب تیسری وجہ حدیث میں آگئی تو اسی کو ترجیح ہوئی اور یہی وجہ بودوں میں بھی موجود ہے۔ پس مودودی صاحب کا سر کے بعض حصے کے مونڈنے کو ممنوع کہنا اور بودوں کے متعلق یہ کہنا کہ مجھے ان کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ملی، عجیب قسم کی تنگ نظری ہے، خدا اس سے بچائے!

تیسرا مسئلہ

وضع لباس

مودودی صاحب نے وضع لباس کے متعلق بھی عجیب رویہ اختیار کیا ہے، فرماتے ہیں:

''لباس کے متعلق اسلام نے جس پالیسی کا تعین فرما دیا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ ایسی وضع میں رہیں جس میں آپ کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکے کہ آپ مسلمان ہیں۔ بحیثیت مجموعی آپ کی وضع قطع کفار سے مشابہ نہ ہونی چاہیے۔'' (حوالہ مذکورہ)

بحیثیت مجموعی کا مطلب یہ ہے کہ سارا لباس کفار کا نہ ہو، اگر ایک آدھ ہو تو اس میں حرج نہیں۔ مثلاً صرف پتلون ہو یا صرف ہیٹ ہو یا اس قسم کا کوئی اور ہو تو یہ منع نہیں۔ حالاں کہ یہ سر کا بعض حصہ مونڈنے کی حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ کیوں کہ اس میں ایک شئے کو یہود کی مشابہت کی وجہ سے ممنوع قرار دیا ہے۔

قارئین کرام! آپ اچھی طرح یاد رکھیں کہ مجموعی حیثیت کا کسی حدیث میں نام ونشان نہیں۔ یہ محض مودودی صاحب کا اضافہ ہے۔ حدیث من تشبہ مطلق ہے، خواہ ایک بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مشابہت ہو یا زیادہ میں، سب کو شامل ہے۔

پھر یہ بھی مودودی صاحب کا عجب اجتہاد ہے جو فرماتے ہیں کہ آپ ایسی وضع میں رہیں کہ آپ کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکے کہ آپ مسلمان ہیں۔ گویا کفار سے مشابہت اس لیے منع نہیں کہ اس میں سوئے خاتمہ کا خطرہ ہے یا قیامت کے دن کفار کے ساتھ حشر کا ڈر ہے بلکہ صرف اس لیے منع ہے کہ مسلمان کا کفار سے امتیاز ہو سکے۔ اگر مشابہت ہوگی تو پھر دیکھنے والا امتیاز نہیں کر سکے گا۔ اس بنا پر حدیثِ مشابہت کے معنی یہ ہوئے کہ جو مجموعی حیثیت سے کفار سے مشابہت رکھے یعنی ان کی پوری وضع قطع اختیار کرے، وہ ان میں سے ہے یعنی دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ یہ کفار میں سے ہے۔

اس معنی کی رو سے یہ حدیث (نعوذ باللہ) بالکل بے کارسی ہو کر رہ جاتی ہے، کیوں کہ یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ جب کسی کی پوری وضع اختیار کی جائے تو امتیاز مشکل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ نبی ﷺ کا مقصد تو ڈرانا ہے کہ آہستہ آہستہ کہیں خاتمہ خراب نہ ہو جائے یا قیامت کے دن کفار کے ساتھ حشر نہ ہو جائے، اور یہ خطرہ بعض باتوں میں مشابہت میں بھی ہے اور مجموعے میں بھی۔ چنانچہ اوپر تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ لیکن مودودی صاحب کی جدتِ طبع نے حدیث کو بے کار کر کے رکھ دیا ہے۔ اللہ انھیں صحیح راستے کی طرف راہنمائی فرمائے۔ آمین!

چوتھا مسئلہ

ٹخنوں کے نیچے شلوار وغیرہ

یہ مسئلہ بھی اکثر زیر بحث رہتا ہے کہ ٹخنوں کے نیچے شلوار اور تہبند وغیرہ کا کیا حکم ہے۔

نیل الاوطار، جلد اول طبع مصر ص 410 میں بحوالہ مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث، ذکر کی گئی ہے جس کے راوی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں:

عن النبیﷺ أنه قال ثلاثة لایكلمهم الله یوم القیامة ولا ینظر الیهم ولا یزكیهم ولهم عذاب الیهم. قلت: من هم یا رسول الله؟ فقدخابوا وخسروا فأعادهاثلاثا... خابوا وخسروا قال المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الكاذب أوالفاجر۔

"رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تین شخص ہیں، قیامت کے دن خدا ان سے نہ کلام کرے گا، نہ ان کی طرف نظر کرے گا، نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ وہ تو بہت نامراد اور خسارے والے ہیں۔ آپ نے تین بار اپنی بات کو دہرایا۔ میں نے پھر پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا: (1) کپڑا لٹکانے والا، (2) احسان کرکے احسان جتلانے والا، (3) جھوٹی قسم یا فسق وفجور والی قسم کھا کر اپنی شے فروخت کرنے والا۔"

بعض احادیث میں یہ الفاظ آئے ہیں: عن أبي هريرة أن رسول اللهﷺ قال:

لاینظر الله یوم القیمة الی من جرازاره بطرا (مشکوٰۃ وغیرہ)

"جو تکبر سے تہبند لٹکائے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر عنایت نہیں کریں گے"

اس سے آزاد خیال یہ سمجھتے ہیں کہ تکبر نہ ہو تو پھر ٹخنوں سے نیچے تہبند وغیرہ کا کوئی حرج نہیں۔ اور بعض لوگ صرف نماز کے وقت کپڑا اونچا کر لیتے ہیں، نماز سے باہر نیچے رکھتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک صرف نماز میں ممانعت ہے، آگے پیچھے نہیں۔ حالاں کہ یہ دونوں خیال غلط ہیں۔ ممانعت نہ تکبر کے ساتھ خاص ہے، نہ نماز کے ساتھ۔ تکبر کا ذکر حدیث میں صرف زیادہ برائی ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ ورنہ عون الباری ص 294 میں بحوالہ طبرانی ابوامامہؓ کی حدیث ذکر کی گئی ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''عمرو بن ذرارہ انصاریؓ کا تہبند ٹخنوں سے نیچے تھا، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس معذرت کی یہ میری پنڈلیاں باریک ہیں، اس لیے میں ٹخنوں سے نیچے تہبند رکھتا ہوں تا کہ بُری معلوم نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

یاعمرو ان الله قد احسن كل شيئى خلقه ياعمرو ان الله لا يحب المسبل

''اے عمرو! خدا نے جو پیدا کیا اچھا کیا، اے عمرو! خدا تہبند لٹکانے والے کو دوست نہیں رکھتا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ تکبر کے بغیر بھی ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانا جائز نہیں۔

مشکوٰۃ کتاب اللباس، ص 262 میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ازارة المؤمن [1] الى انصاف ساقيه لا جناح عليه فيما بينه وبين الكعبين ما اسفل من ذالك ففى النار قال ذلك ثلاث مرات ولا ينظر الله يوم القيمة الى من جر ازاره بطرا... رواه ابوداود وابن ماجه

''مومن کا تہبند نصف پنڈی تک ہے اور ٹخنوں تک بھی مؤمن پر کوئی گناہ نہیں، جو ٹخنوں سے نیچے ہے وہ آگ میں ہے اور خدا قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو تہبند تکبر سے لٹکائے۔''

اس حدیث میں دو وعیدیں ہیں: ایک یہ کہ ٹخنوں سے نیچے تہبند آگ کا سبب ہے، دوسرا یہ کہ جو تکبر سے تہبند لٹکائے، اس پر خدا اتنا ناراض ہے کہ اس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ پہلی وعید ہلکی ہے کیوں ہر گناہ (صغیرہ کبیرہ) آگ کا باعث ہے۔ آگے خواہ کسی وجہ سے معاف ہو جائے یا نہیں۔ جب کہ دوسری وعید بڑی سخت ہے۔ قرآن مجید میں یہ وعیدان

[1] ایک روایت میں ازرۃ المسلم بھی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے آئی ہے جو کتاب اللہ کو چھپاتے ہیں، جھوٹے مسائل پھیلاتے ہیں، غداریاں کرتے ہیں اور دنیوی مفاد کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، چنانچہ پارہ 2 رکوع 4 اور پارہ 3 رکوع 16 میں اسی کا بیان ہے۔ اسی طرح تکبر سے تہبند لٹکانا بھی ایسی ہی چیز ہے جس پر خدا کا غضب جوش میں آجاتا ہے۔

مشکوۃ کے اسی باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص تکبر سے تہبند لٹکائے ہوئے جا رہا تھا۔ خدا نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ دھنستے چلا جا رہا ہے۔"

(بخاری)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا ہر صورت میں منع ہے، خواہ تکبر ہو یا نہ۔ صرف فرق اتنا ہے کہ تکبر کی صورت میں وعید سخت ہے۔

اور ابوداود، نسائی میں ایک حدیث ہے جس کے یہ الفاظ ہیں:

وایاك واسبال الازار فانهامن المخيلة وان الله لا يحب المخيلة

"تہبند لٹکانے سے خود کو بچا، کیوں کہ یہ تکبر سے ہے اور تکبر کو خدا پسند نہیں کرتا۔"

اس حدیث میں لٹکانے کا نام تکبر رکھا ہے۔ اس بنا پر ہر قسم کا لٹکانا تکبر ہوا۔ مگر ایک اور حدیث سے (جو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) معلوم ہوتا ہے کہ دیدہ دانستہ لٹکائے تو تکبر ہے، بے خیالی یا غفلت سے ہو جائے تو یہ تکبر نہیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو تکبر سے تہبند لٹکائے، خدا قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہیں کرے گا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا:

یا رسول اللهﷺ ازاری یسترخی الا ان اتعاهده فقال رسول اللهﷺ انك لست ممن يفعله خيلاء (رواه البخاری، مشكوة.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب اللباس فصل 3ص 368)

''یارسول اللہ ﷺ! میرا تہبند ڈھیلا ہو کر لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ ہر وقت اس کا خیال رکھوں اور نگرانی کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو ان لوگوں سے نہیں جو تکبر سے کرتے ہیں۔'' (یعنی تیرا یہ فعل متکبرانہ نہیں کیوں کہ تو دیدہ دانستہ نہیں کرتا)

امام شوکانیؒ نیل الاوطار میں اور نواب صدیق حسن خاں مرحوم عون الباری میں لکھتے ہیں کہ

''رسول اللہ ﷺ کا فرمان: انها من المخيلة ''یعنی یہ لٹکانا تکبر ہے''

یہ اکثر کے لحاظ سے ہے ورنہ بعض دفعہ ایک شخص تہبند لٹکاتا ہے اور اس کے دل میں تکبر کا خیال تک نہیں ہوتا، تو ایسے شخص کے حق میں متکبر والی وعید نہیں۔ مگر اس کے بُرا ہونے میں شبہ نہیں، کیوں کہ دل میں اگرچہ تکبر نہ ہو لیکن فعل تو متکبرانہ ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن زرارہ انصاریؓ کو ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانے سے منع فرمایا۔ حالاں کہ وہ تکبر سے نہیں کرتے تھے بلکہ پنڈلیوں کے ڈھکنے کے لیے کرتے تھے۔''

بہر صورت لٹکانا خطرے سے خالی نہیں۔ جو لوگ اس میں بے پروائی کرتے ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے، آمین!

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

✡✡✡✡✡

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انیسواں باب

حافظ محمد حسین روپڑی

ہمارے قدیم وطن کوٹ کپورہ کے مسلمانوں کی چند افراد کے سوا تمام آبادی اہل حدیث مسلک کے حاملین کی تھی اور بائیس مسجدیں تھیں جو سب کی سب اہل حدیث کی تھیں۔ سنا تھا کہ ہمارے زمانۂ ہوش بلکہ پیدائش سے بھی بہت پہلے حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والے ایک اسٹیشن ماسٹر کی وہاں تقرری ہوئی تھی، اس نے کوشش کر کے ریلوے کی حدود میں ایک مسجد تعمیر کرائی، جسے ریلوے اسٹیشن کی مسجد کہا جاتا تھا۔لیکن ہم نے جب وادیٔ ہوش میں قدم رکھا تو یہی دیکھا کہ اس مسجد کا امام اہل حدیث تھا اور مقتدی بھی اہل حدیث تھے۔

بہت مدت سے وہاں مسلمانوں کی تنظیم ''انجمن اصلاح المسلمین'' کے نام سے قائم تھی، جس کے زیر انتظام ہر سال تبلیغی جلسہ منعقد کیا جاتا تھا۔ متحدہ ہندوستان کے اہل حدیث حلقوں میں اس جلسے کی بڑی شہرت تھی اور بہت سے علمائے کرام اس میں شرکت فرماتے اور تقریریں کرتے تھے۔ ان علمائے کرام میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد جوناگڑھی، مولانا ابوالقاسم بنارسی، مولانا محی الدین احمد قصوری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، حافظ عبداللہ روپڑی، حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا محمد حنیف ندوی، حافظ محمد زکریا غزنوی، سید سلیمان ندوی اور مولانا عبدالمجید سوہدروی کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے مولانا محمد حنیف ندوی وہاں ایک ہی جلسے میں شریک ہوئے تھے اور انھوں نے ''اسلام اور دیگر مذاہب'' کے عنوان پر تقریر کی تھی۔ وہ خالص پنجابی تھے اور ان کا آبائی تعلق گوجراں والا سے تھا، لیکن تقریر یا کوئی بھی علمی گفتگو ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے پنجابی زبان میں کرنا مشکل تھا، اپنے افکار کا اظہار وہ اردو میں لکھنوی لہجے میں کرتے تھے۔ اس جلسے میں بھی انھوں نے اردو میں تقریر کی۔ اس وقت سکھ اور ہندو بھی کثیر تعداد میں موجود تھے، جو ان کی تقریر سے بے حد متاثر ہوئے۔ انھوں نے اسلام اور دیگر مذاہب کا اس انداز سے موازنہ کیا کہ بعض غیر مسلم تقریر کے بعد ان کے پاس گئے اور انھیں مبارک باد دی۔ کئی دفعہ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ بعض پڑھے لکھے مسلمانوں کے لیے (بلکہ عام علمائے دین کے لیے بھی) مولانا کی تقریر سمجھنا مشکل تھا، لیکن میں نے دیکھا کہ ہمارے وطن کوٹ کپورہ کے غیر مسلمان ان کو تقریر پر داد دے رہے تھے۔

بہرکیف 1935ء کے جلسے میں مولانا احمد الدین گکھڑوی، مولانا حافظ محمد حسین روپڑی اور مولانا لال حسین اختر بھی شریک تھے۔ ان تینوں بزرگوں کا وہ عہد شباب تھا۔ لال حسین اختر مسلکاً حنفی تھے اور احناف کے دیوبندی حلقے سے وابستہ تھے۔ کسی زمانے میں مرزائیت سے تعلق تھا اور طویل عرصے تک مرزائیوں کے پُر جوش مبلغ رہے تھے۔ پھر مرزائیت سے تائب ہوگئے تھے۔ بڑے تیز کلام تھے اور مرزائی لٹریچر پر عبور حاصل تھا۔ عربی زیادہ نہیں جانتے تھے، اور ان معنوں میں عالم دین نہ تھے، جن معنوں میں یہ لفظ بولا جاتا ہے، البتہ مرزائیت کے موضوع پر خوب تقریر کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آگئے تھے اور جمعیت علمائے اسلام سے منسلک ہوگئے تھے اور اسی کے دفتر میں رہتے تھے۔ غالباً جمعیت سے ملازمت کا سلسلہ تھا۔ مجھ سے بہت اچھے مراسم تھے۔ میں جب ہفت روزہ ''الاعتصام'' کا ایڈیٹر تھا، میرے پاس اکثر دفتر تشریف لایا کرتے تھے۔ دین پور (ضلع رحیم یار خاں) میں مدفون ہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی کی قبر کے ساتھ ان کی قبر ہے۔ مجھے وہاں دو مرتبہ جانے کا اتفاق ہوا اور قبرستان جا کر اصحاب قبور کے لیے دعا کی۔

کوٹ کپورہ سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ''شیر گھری'' کے نام سے موسوم تھا، جس میں مرزائیوں کے چند گھر آباد تھے اور وہاں کے اہل حدیث حضرات میں سے ایک شخص ثناء اللہ تھے۔ خشخشی داڑھی اور طویل قامت، خوب صورت جوان، نہایت مستعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تبلیغ دین میں سرگرم۔! زمین جائداد کے مالک تھے اور اپنے علاقے میں اثر ورسوخ رکھتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد خانیوال کے علاقے میں کہیں آباد ہوئے۔ تقسیم کے ابتدائی زمانے میں اپنی زمینوں کی الاٹ منٹ کے سلسلے میں کئی دفعہ لاہور آئے اور مجھے ملے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے عقیدت مند تھے۔ اس زمانے کے کلچر کے مطابق خوش لباس اور خوش کلام۔!

انجمن اصلاح المسلمین کے 1935ء کے جلسے میں اپنے چند رفقا کے ساتھ وہ کوٹ کپورے آئے اور حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب سے ملے۔ بتایا کہ ہمارے گاؤں کے مرزائیوں کی دعوت پر ایک مرزائی مبلغ جلال الدین شمس وہاں آئے ہیں اور انھوں نے اعلان کیا ہے کہ جس عالم کا جس موضوع پر جی چاہے ان کے ساتھ مناظرہ کرے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انجمن کے جلسے میں شرکت کرنے والے علما میں سے دو یا تین عالم ہمارے ساتھ وہاں تشریف لے جائیں اور مرزائی مبلغ سے مناظرہ کریں...... سواری کے لیے وہ حضرات چار پانچ اونٹ لے کر آئے تھے۔

جلسہ تین روز کے بعد ختم ہوا تو مولانا عطاء اللہ حنیف نے حضرت حافظ محمد حسین روپڑی، مولانا احمد الدین گکھڑوی اور مولانا لال حسین اختر سے بات کی اور یہ حضرات وہاں جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھی ان کے ساتھ گئے تھے، میں بھی گیا تھا، اور بھی چند لوگ ان کے ہمراہ تھے۔

ایک بڑی بلڈنگ کے وسیع صحن میں مہمانوں کے لیے کرسیاں اور چار پائیاں رکھ دی گئی تھیں، اور ایک بڑی میز صحن کے وسط میں رکھی گئی تھی۔ لوگ بہت بڑی تعداد میں جمع تھے۔ بلڈنگ کے صحن میں بھی، گلیوں میں بھی اور ارد گرد کے مکانوں کی چھتوں پر بھی۔

مجمعے میں مسلمان بھی تھے اور غیر مسلم بھی۔ غیر مسلموں میں زیادہ تعداد سکھوں کی تھی۔ ہندو بہت کم تھے، یوں بھی ہندوؤں کی آبادی پنجاب کے دیہات میں زیادہ نہ تھی۔ البتہ دکان دار عام طور پر ہندو ہوتے تھے اور ہر گاؤں میں آبادی کے مطابق ان کی دکانیں ہوتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں، جہاں روزمرہ کی عام ضرورت کی چیزیں فروخت کی جاتی تھیں۔ ہندو زیادہ تر پنجاب کے شہروں میں آباد تھے۔

صحن میں رکھی ہوئی بڑی میز کے اوپر چڑھ کر مولانا لال حسین اختر نے مرزائیوں اور ان کے مبلغ کو میدان میں آنے کی دعوت دی، مگر کسی نے نہ کوئی جواب دیا، نہ کوئی مقابلے میں آیا۔ مختصر سی تقریر کر کے لال حسین اختر کرسی پر بیٹھ گئے۔

اب جلسہ باقاعدہ شروع ہو چکا تھا اور لوگ مقررین کی باتیں سننے کے لیے بے تاب تھے۔ تلاوت قرآن کے بعد مولانا احمد الدین گکھڑوی کی تقریر کا اعلان کیا گیا۔ اللہ نے ان کو علم بھی دیا تھا، بولنے کے ڈھنگ سے بھی نوازا تھا اور حافظہ بھی مضبوط عطا فرمایا تھا۔ بڑی روانی سے تقریر کرتے تھے اور جس موضوع پر زبان کو حرکت دیتے، اس موضوع کے متعلق کتابوں کے حوالوں کے حوالے دیتے چلے جاتے۔ مرزائیوں کو آڑے ہاتھوں لیتے۔ مرزائی مبلغوں کے اسلوب کلام اور دائرۂ تحقیق سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ ان کے متعلق بات کرتے وقت ان کی زبان میں رزم کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی اور لہجہ گرم ہو جاتا تھا۔ ان کی تقریر نے خوب سماں باندھا، لیکن کسی طرف سے نہ کسی مرزائی مبلغ کی آواز آئی اور نہ مرزائیت سے تعلق رکھنے والے کسی شخص نے لب کشائی کی۔

مولانا احمد الدین کی تقریر ختم ہوئی تو مولانا حافظ محمد حسین روپڑی سٹیج پر تشریف لائے۔ کشیدہ قامت، سرخی مائل گوری رنگت، تیکھے نقوش، سفید قمیص پہنے ہوئے۔ سر پر سفید عمامہ، خوب رو جوان۔ یہ آج سے کم وبیش 77 سال قبل کی بات ہے۔ وہ ان کا دور شباب تھا۔ جاذب نظر شخصیت کے مالک۔ قرآن کے حافظ، حدیث کے ماہر اور علوم دین پر عبور۔ جچے تلے الفاظ میں تقریر کا آغاز کیا اور تا اختتام کلام ایک سا انداز اختیار کیے رکھا۔ قرآن کی آیات مبارکہ، نبی ﷺ کی احادیث پاک اور واقعاتِ صحابہ وائمہ کے بیان سے تقریر کو مدلل کیا۔ جو کچھ وہ فرما رہے تھے، لوگ انتہائی توجہ اور انہماک سے سن رہے تھے۔ کسی کے لیے بولنے اور اعتراض کرنے کی کہیں گنجائش نہ تھی۔ حافظ محمد حسین کی تقریر اور اسلوب کلام سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ بہت متاثر ہوئے۔ ان کی خوب صورتی اور جوانی نے بھی اپنا جلوہ دکھایا اور لہجے کے زیروبم نے بھی رنگ باندھا۔ میرے ذہن پر تو ان کا اس قدر اثر پڑا کہ میں نے اپنے دادا اور والدین سے کہہ کر اپنے چھوٹے بھائی کا نام محمد حسین رکھا، جب کہ میرے دادا مرحوم نے اس کا نام محمد الیاس رکھا تھا۔ میں نے دادا سے اپنے بچپن کی بولی میں اس کا نام محمد حسین رکھنے کی وجہ بتائی تو وہ مسکرا کر خاموش ہوگئے اور محمد حسین نام پکا ہوگیا۔

یہاں یہ یاد رہے کہ اس وقت اس علاقے میں نہ بجلی تھی، نہ لاؤڈ سپیکر کا کوئی تصور تھا۔ لیکن مقرروں کی آواز صاف الفاظ میں لوگوں کے کانوں تک پہنچ رہی تھی اور وہ ہر بات اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔

ان مقرروں میں سے آئندہ سطور میں ہم صرف حافظ محمد حسین روپڑی کے بارے میں اپنی معلومات کے مطابق کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

حافظ محمد حسین (1893ء......1310ھ) کے لگ بھگ موضع ڈوبہ ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کچھ عرصہ امرتسر کے مدرسہ غزنویہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں بھی کی لیکن پوری تعلیم اپنے برادر کبیر حضرت حافظ عبداللہ روپڑی سے حاصل کی۔ حافظ عبداللہ صاحب کا مولد و مسکن تو کمیر پور (ضلع امرتسر) تھا، لیکن تحصیل علم کے بعد وہ 1914ء کو روپڑ چلے گئے تھے۔ روپڑ اس وقت ضلع انبالہ کی تحصیل تھا۔ آزادی کے بعد حکومت ہند نے اسے ضلع بنا دیا تھا۔ حافظ محمد حسین بھی اپنے برادرِ کبیر کے پاس روپڑ تشریف لے گئے تھے، اس لیے یہ حضرات ''روپڑی'' کہلائے اور ان میں سے جن بزرگوں نے کمیر پور میں سکونت اختیار کیے رکھی، وہ ''کمیرپوری'' کی نسبت سے مشہور ہوئے۔

حافظ محمد حسین بڑے ذہین اور حصول علم کے بے حد شائق تھے۔ جوانی کی سرحدوں تک پہنچنے کے ساتھ ہی مروجہ دینی علوم حاصل کر لیے تھے۔ انھوں نے اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ تدریس کا سلسلہ ضرور جاری رکھیں گے اور طلبا کو درسی کتابیں پڑھائیں گے، لیکن کسی مدرسے سے اس کا معاوضہ نہیں لیں گے، گزراوقات کے لیے اپنا کاروبار کریں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ ان کا یہ فیصلہ اس طرح عمل میں آیا کہ انھوں نے امرتسر میں کپڑا بنانے کا کاروبار شروع کیا جو منافع بخش کاروبار تھا۔ وہ اپنے اس کاروبار کی نگرانی بھی کرتے تھے اور طلبا کو پڑھاتے بھی تھے۔ کچھ عرصہ وہ اپنے برادر بزرگ وار حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے پاس روپڑ میں فریضہ تدریس انجام دیتے رہے۔

وہ جری اور غیور اہل علم تھے۔ اپنے مسلک کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ انتہا درجے کے پابندِ سنتِ نبوی علیہ ﷺ تھے۔ دورِ جوانی میں اس درجے بہادر اور شجاع تھے کہ اگر کوئی مخالف گروہ ان پر حملہ آور ہوتا تو تنہا مقابلے کے لیے آ کھڑے ہوتے۔ حافظ عبداللہ روپڑی کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ روپڑ کے نزدیک ایک گاؤں ملک پور میں ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کے موقعے پر گائے کی قربانی کے مسئلے پر سکھوں سے جھگڑا ہو گیا تو یہ لوگ میدان میں نکل آئے اور چند ساتھیوں کی مدد سے سکھوں کے بہت بڑے جتھے کو بھگا دیا۔ اس کے بعد کبھی اس نواح میں اس قسم کا جھگڑا نہیں ہوا۔

مخالف کے مقابلے میں جرأت کا مظاہرہ کرنے کا جذبہ حافظ محمد حسین میں آخری دور تک قائم رہا۔ لاہور کی مسجد قدس کا جو اہل حدیث کی مشہور مسجد ہے، حدود اربعہ ابتدا میں مسلک اہل حدیث کے بالکل خلاف تھا۔ لاہور شہر میں رقبے کے اعتبار سے یہ بہت بڑی مسجد ہے۔ اس جگہ کا حصول نہایت مشکل تھا اور خطرات سے پُر۔ ! بعض با اثر اور لڑائی فساد کے رسیا لوگ برملا کہا کرتے تھے کہ مر جائیں گے یا ماردیں گے لیکن یہاں وہابیوں کی مسجد نہیں بننے دیں گے۔ اس مسجد کی جگہ کے حصول کے لیے جو افراد پیش پیش تھے، ان میں حافظ محمد حسین روپڑی اور اس وقت کی سپریم کورٹ کے سپرنٹنڈنٹ چودھری عبدالکریم مرحوم کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ایک دفعہ دست بدست لڑائی بھی ہوئی اور اس میں حافظ صاحب کو شدید چوٹیں آئیں۔ غالباً ان کا ایک بازو بھی ٹوٹ گیا تھا اور وہ میو ہسپتال پہنچ گئے تھے۔ حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی اور ان سطور کا راقم کئی مرتبہ ان کی مزاج پرسی کے لیے میو ہسپتال گئے۔ مولانا غزنوی نے ہسپتال کے ڈاکٹروں کو ان کے علم و فضل کے متعلق بتایا اور ان کے علاج کے لیے تاکید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائی۔ وہ کئی روز ہسپتال میں داخل رہے تھے، لیکن نہایت مطمئن تھے...... آخر مسجد وہیں تعمیر ہوئی۔!

درسی کتابوں پر تو انھیں عبور حاصل تھا ہی، اس کے علاوہ دینی علوم کے تمام گوشوں میں مہارت رکھتے تھے۔ مطالعہ وسیع تھا اور اپنے موقف کی وضاحت عمدگی اور صفائی سے کرتے تھے۔

فن مناظرہ سے بھی باخبر تھے اور اس کے ہر پہلو پر ان کی نظر تھی۔ ان کا زمانہ مناظروں اور مباحثوں کا زمانہ تھا اور اس میں وہ خوب چہکتے تھے۔ مناظرے میں حریف ان پر کوئی اعتراض کرتا یا ان کے موقف کی تردید کرتا تو اسی کے عائد کردہ اعتراضات و الزامات میں اسے الجھا دیتے اور وہ لاجواب ہو جاتا۔

درس وتدریس کا سلسلہ انھوں نے عمر بھر جاری رکھا۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آئے تو یہاں بھی ان کا تدریس سے تعلق رہا اور ساتھ ساتھ کاروبار بھی اللہ کے فضل سے چلتا رہا۔

غالباً 1956ء میں حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے ان سے درخواست کی کہ امرتسر میں اپنے زمانۂ طالب علمی میں وہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں، اب وہ یہاں معلم کی حیثیت سے تشریف لائیں گے تو انھیں نہایت مسرت ہوگی، چنانچہ انھوں نے مولانا کی درخواست قبول فرمائی اور دارالعلوم میں فریضہ تدریس انجام دینے لگے۔ حضرت حافظ صاحب وہاں فقہِ حنفی کی ایک کتاب ''ہدایہ'' بھی پڑھاتے تھے۔ حافظ عبدالرشید گوہڑوی بھی اس وقت دارالعلوم میں تھے اور ہدایہ کے سبق میں شامل ہوتے تھے۔ وہ حضرت کے طریقِ تدریس ہدایہ کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔

ایک سال وہ اس منصب پر فائز رہے۔ میرا زیادہ تر تعلق ان سے اسی زمانے میں ہوا۔ میں اس وقت ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی خدمت ادارت پر مامور تھا اور اس کا دفتر دارالعلوم کی بلڈنگ میں تھا۔ حضرت حافظ صاحب تدریس سے فارغ ہو کر بالعموم میرے کمرے میں تشریف لے آتے، وہ مجھ سے نہایت شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ میں انھیں عرض کرتا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کا یہاں تشریف لانا، یوں تو اس فقیر کے لیے سعادت کا باعث ہے، لیکن جب آپ فارغ ہوں تو مجھے حکم فرمادیا کریں، میں حاضر خدمت ہو جایا کروں گا۔

وہ ازراہ شفقت فرمایا کرتے کہ جی میرا تمھارے پاس آنے کو چاہتا ہے تو مجھے ہی آنا چاہیے۔ پھر یہ کہ میں اس وقت فارغ ہوتا ہوں اور تم مصروف ہوتے ہو، میں تمھیں اپنے پاس آنے کی کیوں تکلیف دوں۔

یہ ان کی اس گناہ گار پر شفقت کی انتہا تھی۔ کیا موجودہ دور میں کوئی ایسا عالم دین ہے جو اس طرح چھوٹوں پر شفقت کا اظہار کرے۔ یہ دور کچھ اور قسم کا ہے، وہ دور کچھ اور قسم کا تھا۔

اتباعِ سنت کا جذبہ اور مسلک سلف کی پابندی کا داعیہ حضرت حافظ محمد حسین روپڑی کی حیاتِ مستعار کا جوہر اساسی تھا۔ اس کا اندازہ ان کی وصیت کے بعض اجزا سے کیا جاسکتا ہے۔ یہ اجزا ہر مسلمان کے لیے مشعل راہ اور نمونۂ عمل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

1۔ کوئی غیر محرم عورت میرا چہرہ نہ دیکھے۔

2۔ میری تجہیز وتکفین اور تغسیل میں صرف وہ لوگ حصہ لیں جو متبع سنت اور سلفی العقیدہ ہوں۔

3۔ مجھے قبر میں وہ لوگ اتاریں جو صوم وصلوٰۃ کے پابند، متبعین سنت اور حاملین عقیدۂ سلف ہوں۔

4۔ میرے بیٹوں کو اسی نہج وطریق سے تعلیم دی جائے، جس نہج وطریق سے میں دیتا رہا ہوں۔

5۔ میرے تمام دوستوں کو میرا اسلام پہنچایا جائے۔

حافظ صاحب مرحوم مرض دق وسل میں مبتلا تھے اور کئی سال تکلیف وعلالت کی کیفیت سے دوچار رہے۔ بہت علاج کرائے اور بہت سے یونانی طبیبوں اور ایلوپیتھی ڈاکٹروں سے رجوع کیا گیا لیکن کہیں سے افاقہ نہ ہوا۔ آخر فرشتۂ اجل آپہنچا اور 2۔ اکتوبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1959ء (28۔ ربیع الاول 1379ھ) کو جمعے کے روز اس جہانِ فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ادھر موذن فجر کی اذان سے فارغ ہوا اور ادھر مرحوم کی روح قفس عنصری سے جدا ہو کر جنت کو پرواز کر گئی اور اس مقام پر پہنچ گئی، جہاں کسی کو ہماری دعاے صحت کی ضرورت نہیں رہتی۔ البتہ دعاے مغفرت اور بلندیٔ درجات کی احتیاج بہرحال رہتی ہے۔ آیئے بہ یک آواز ان کے لیے دعا کریں۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ

نمازِ جنازہ کا نمازِ عصر کے بعد چار بجے پڑھنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ نماز جمعہ ادا کر کے جو لوگ سب سے پہلے ان کے گھر پہنچے ان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے بہت سے ارکان شامل تھے۔ اس وقت پاکستان دو حصوں پر مشتمل تھا۔ ایک حصہ مشرقی پاکستان کہلاتا تھا اور ایک مغربی پاکستان۔! مشرقی پاکستان کی جمعیت اہل حدیث الگ تھی، جس کے صدر مولانا عبداللہ الکافی تھے اور مغربی پاکستان کی الگ تھی، جس کے امیر مولانا سید محمد داؤد غزنوی تھے۔ اب مشرقی پاکستان کی جمعیت کا نام جمعیت اہل حدیث بنگلہ دیش ہے اور مغربی پاکستان کی جمعیت کو مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کہا جاتا ہے۔

میں اس دور کی جماعت کی تاریخ کو تازہ کرنے کے لیے ذیل میں جمعیت کے ان چند ارکان کے نام مع ان کے اس وقت کے عہدوں کے درج کرتا ہوں جو نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جمعے کے فوراً بعد حضرت حافظ محمد حسین روپڑی کے مکان پر پہنچے۔

1۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی: امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان۔

2۔ حاجی محمد اسحاق حنیف: ناظم نشرواشاعت مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان۔

3۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی: امیر جمعیت اہل حدیث، لاہور شہر۔

4۔ حکیم ہدایت اللہ بٹالوی: نائب امیر جمعیت اہل حدیث، لاہور شہر۔

5۔ مولانا محمد رمضان: ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث، لاہور شہر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6۔ مولانا محمد عبدہ: مدرس دارالعلوم تقویۃ الاسلام، لاہور۔

7۔ چودھری عبدالکریم (سپرنٹنڈنٹ سپریم کورٹ) رکن مجلس عاملہ جمعیت اہلحدیث لاہور۔

8۔ اس فقیر کو بھی اس فہرست میں شامل کیجیے۔ یہ اس وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ترجمان ''الاعتصام'' کا مدیر تھا اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے ساتھ، مذکورہ بالا حضرات سے پہلے وہاں پہنچا تھا۔ اس وقت حضرت حافظ عبداللہ روپڑی وہاں تشریف فرما تھے اور مولانا غزنوی نے ان سے تعزیت کی تھی۔

اوپر درج کیے گئے تمام حضرات وفات پا چکے ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ البتہ یہ فقیر جو واقعہ کا راوی ہے، ابھی تک زندہ ہے۔

ان بزرگانِ گرامی کے علاوہ اور بہت سے لوگ وہاں پہنچ گئے تھے۔ ساڑھے تین بجے ان کی عارضی قیام گاہ (100 جے بلاک) ماڈل ٹاؤن سے ان کی میت اٹھائی گئی، چار بجے ان کا جنازہ ان کے برادرِ کبیر حضرت حافظ عبداللہ روپڑی نے پڑھایا اور پھر اس سے تھوڑی دیر بعد ان کی ابدی قیام گاہ گارڈن ٹاؤن کے قبرستان میں ہزاروں افراد کی موجودگی میں انھیں دفن کر دیا گیا۔

اللھم نور مرقدہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج و البرد

حضرت مرحوم نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے، جو علی الرتیب مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ حافظ عبداللہ حسین

یہ 1935ء میں پیدا ہوئے۔ خاندان کی قابل رشک روایت کے مطابق چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور علوم دینیہ سے شناسائی پیدا کی۔ ان کے جو حالات موقر ماہنامہ ''محدث'' کی وساطت سے ہمارے علم میں آئے ہیں، ان میں ان کے کاروبار اور بعض دیگر اعمالِ خیر کی صراحت تو کی گئی ہے، لیکن ان کے حدودِ علم کی نشان دہی نہیں کی گئی۔

حافظ عبداللہ حسین لاہور میں اپنے والدِ مکرم حضرت حافظ محمد حسین روپڑی کے ساتھ کاروبار کرتے تھے۔ پھر کراچی چلے گئے۔ لاہور میں ان کے برادرِ صغیر حافظ عبدالرحمن مدنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے جامعہ رحمانیہ کے نام سے تدریسی ادارہ جاری کیا تو وہ اس ادارے کے بہت بڑے معاون تھے، طالب علموں سے حسنِ سلوک کرتے اور ان کی علمی اور مالی مدد کو اپنا فرض قرار دیتے۔

وہ کراچی کے مشہور اور بڑے کاروباری طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہاں ان کی کوشش سے بعض مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ وہ ہر نیک کام میں پیش پیش رہتے اور اعمالِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اچھے مبلغ اور اچھے مقرر تھے۔ خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے اور اللہ کی بارگاہ میں عجز وانکسار سے دعا کرتے۔

کشادہ دست اور فراخ حوصلہ شخص تھے۔ مساجد ومدارس کے لیے خرچ کے سلسلے میں ہمیشہ وسعتِ قلب کا ثبوت دیتے۔

اپنے اہل وعیال اور اپنی ذات پر تو ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرتا ہی ہے، لیکن حافظ عبداللہ حسین کا معاملہ یہ تھا کہ وہ دوسروں پر خرچ کرنے میں بھی کوشاں رہتے۔

اللہ تعالیٰ پر انھیں کامل بھروسا تھا اور انھیں یقین تھا کہ خلوصِ قلب کے ساتھ اللہ سے دعا کی جائے تو لازماً قبول کی جاتی ہے۔ 1980ء میں اچانک ان کا اپنڈیکس پھٹ گیا اور اس کا زہر تمام جسم میں پھیل گیا۔ حالت نہایت تشویش ناک تھی۔ دوست احباب اور اہل خانہ بے حد فکر مند تھے۔ انھوں نے کہا تشویش کی کوئی بات نہیں، میں نے سحری کے وقت بارگاہِ الٰہی میں دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ضرور صحت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اللہ نے صحت عطا فرما دی۔

میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ سنا ہے، ان کا قد لمبا اور رنگ سرخ وسفید تھا۔ گھنی داڑھی، نرم کلام اور بارعب شخصیت کے مالک۔ قرآن مجید کثرت سے تلاوت کرتے۔

77 برس عمر پا کر 4۔ اپریل 2011ء کو اتوار کے روز صبح نو بجے کراچی میں فوت ہوئے۔ نمازِ جنازہ پروفیسر حافظ ثناء اللہ خاں نے پڑھائی۔ وہ ان کی وفات پر لاہور سے کراچی گئے تھے۔ انھیں دس بجے رات گلشنِ معمار میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حافظ عبداللہ حسین کے بچے ماشاء اللہ تعلیم یافتہ اور نیک کردار ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2۔ حافظ عبدالرحمن مدنی

انھوں نے گارڈن ٹاؤن (لاہور) میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کے نام سے دارالعلوم جاری کیا ہے، جس میں بہت مدت سے تدریسی خدمات کا سلسلہ جاری ہے اور متعدد فاضل اساتذہ طلبا کو پڑھا رہے ہیں۔حافظ عبدالرحمن مدنی جامعہ لاہور الاسلامیہ کی نظامت کے ساتھ ساتھ ''محدث'' کے نام سے ماڈل ٹاؤن سے ماہانہ رسالہ بھی شائع کرتے ہیں جو ایک علمی اور تحقیقی رسالہ ہے۔علاوہ ازیں ان کی نگرانی میں ماہنامہ ''رشد'' بھی شائع ہوتا ہے، جس کے قرآن مجید سے متعلق تین ضخیم نمبر معرضِ اشاعت میں آچکے ہیں۔(ان کا تذکرہ آگے بھی آئے گا)

3۔ حافظ عبدالوحید

لاہور میں مقیم ہیں اور معروف کاروباری شخصیت ہیں۔(ان کا تذکرہ ایک مستقل باب میں آئندہ صفحات میں کیا گیا ہے۔)

4۔ حافظ عبدالماجد

تجارت پیشہ ہیں۔ان کا تذکرہ حافظ عبدالوحید سے متعلق باب میں ملاحظہ فرمایے۔

بے شک حضرت حافظ محمد حسین روپڑی کا گھرانا اہل علم کا گھرانا ہے اور لوگ ان سے استفادہ کررہے ہیں۔ہم عاجز بندوں کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو خیروعافیت سے رکھے اور ان سے استفادے کا سلسلہ جاری رہے۔

☆......☆......☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیسواں باب

حافظ عبدالرحمن کمیر پوری

حاجی محمد اسحاق حنیف مرحوم کا شمار ہمارے مخلص دوستوں میں ہوتا تھا۔ وہ ایک دن یہ کہہ کر مجھے ماڈل ٹاؤن لے گئے کہ آؤ تمھیں ایک بزرگ عالم دین سے ملاتے ہیں۔ ایک مدرسے میں پہنچے، جس کی تعلیم کا وقت ختم ہو چکا تھا اور بچے اپنے گھروں کو جا چکے تھے، لیکن وہ بزرگ موجود تھے، جن سے حاجی صاحب مجھے ملانا چاہتے تھے۔ میانہ قد، دبلے پتلے، سفید شلوار قمیص میں ملبوس، گندم گوں، لمبی داڑھی، تیکھے نقوش۔ ان کا اسم گرامی تھا حافظ عبدالرحمن کمیر پوری۔ اور یہ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے سب سے چھوٹے بھائی تھے۔

بہت اچھی طرح ملے اور بے تکلفی سے باتیں کیں۔ تقویٰ اور صالحیت کے آثار ان کے چہرے پر نمایاں تھے۔ انھوں نے اپنے مدرسے کے نئے تعمیر شدہ کمرے بھی دکھائے اور وہ بھی جو تعمیر کے ابتدائی مرحلے میں تھے۔

حافظ عبدالرحمن کمیر پوری نے تکمیل تعلیم کے بعد دین کی نشر و اشاعت کا سلسلہ اپنے آبائی قصبے کمیر پور میں شروع کیا اور لڑکے اور لڑکیوں کے لیے چھوٹے بڑے مدارس قائم کیے، جن میں سیکڑوں طلبا اور طالبات نے علم حاصل کیا اور پھر آگے چل کر بہت سے لوگوں میں اس علم کو پھیلایا۔ ان کے اس دور کے شاگردوں میں مولانا محمد حسین شیخوپوری، حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری، حافظ محمد یوسف مرحوم (جھنگ)، حافظ علم الدین، مولانا حسن دین فیصل آبادی اور پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری شامل ہیں۔ اس فہرست میں بہت سی خواتین کے نام بھی آتے ہیں، جنھوں نے حافظ عبدالرحمن کمیر پوری سے تحصیل علم کے بعد اپنی اپنی جگہ بے شمار خواتین کو قرآن مجید حفظ کرایا اور دینی تعلیم دی۔

حافظ صاحب نماز تراویح ہمیشہ امرتسر کے محلہ ''لوہ گڑھ'' کی مسجد اہل حدیث میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھایا کرتے تھے۔ ہمارے مرحوم دوست حاجی محمد اسحاق حنیف کا مسکن یہی محلہ تھا اور حاجی صاحب سے ان کے اسی دور سے مراسم قائم تھے۔

تقسیم ملک کے بعد حافظ صاحب لاہور کے علاقہ ماڈل ٹاؤن کے جے بلاک میں آ گئے تھے اور وہاں کوٹھی نمبر 74 میں اقامت اختیار کی۔ یہاں انھوں نے مسجد رحمانیہ کے نام سے مسجد بنائی اور مدرسہ قائم کیا۔ مسجد کی تعمیر میں بڑی رکاوٹیں پیش آئیں، لیکن اللہ نے انھیں کامیابی عطا فرمائی اور تمام رکاوٹیں دور ہوگئیں۔ اس مسجد کے وہ خود ہی امام، خود ہی خطیب اور خود ہی خادم تھے۔ اگر کبھی ان کے برادرِ کبیر حضرت حافظ عبداللہ روپڑی تشریف لے جاتے تو وہ فریضہ امامت انجام دیتے۔ اُس وقت اس مسجد کے خاص معاون ایک بزرگ میاں ظہور احمد تھے، جو ناظمِ لاہور میاں عامر محمود کے والدِ مکرم تھے۔

حافظ عبدالرحمن کمیرپوری کے دل میں خدمت دین کا بے پناہ جذبہ کارفرما تھا اور ہر وقت کسی نہ کسی صورت میں اس کی تبلیغ واشاعت میں مشغول رہتے۔ نماز خشوع وخضوع سے پڑھتے۔ ان کا زیادہ وقت مسجد میں گزرتا۔ نفلی روزے بہ کثرت رکھتے۔ کھانا دن رات میں صرف ایک وقت کھاتے۔ شہر میں کہیں جانا ہوتا تو سائیکل پر جاتے اور یہی ان کی پسندیدہ سواری تھی۔ دنیوی تکلفات سے ہمیشہ دور رہے۔

مسجد اور مدرسے کے سلسلے میں بعض لوگوں نے ان پر مقدمے قائم کیے اور انھیں کئی دفعہ مختلف عدالتوں میں جانا پڑا، لیکن کبھی کسی کو اپنا وکیل نہیں بنایا، خود ہی اپنی وکالت کرتے تھے۔

ان کی زندگی کا ایک نہایت عجیب وغریب واقعہ یہ ہے کہ علاقہ روپڑ کے قصبہ ''ملک پور'' میں سکھوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو گائے کی قربانی نہیں کرنے دیں گے، چنانچہ 1928ء کے عیدالاضحیٰ کے موقعے پر انھوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، ان کی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی، جب کہ ان کے مقابلے میں مسلمان بہت کم تعداد میں تھے، جن میں ہمارے ممدوح حافظ عبدالرحمن بھی شامل تھے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں میں دست بہ دست لڑائی ہوئی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاٹھیوں اور کلہاڑیوں کا بے دریغ استعمال ہوا۔ مسلمانوں کو اللہ نے کامیابی سے نوازا اور غیر مسلم میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے حالات میں بیان کیا جاچکا ہے۔

لڑائی ختم ہوئی تو حکومت کی طرف سے گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا، جن مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا، ان میں حافظ عبدالرحمن بھی شامل تھے۔ مقدمہ عدالت میں گیا اور غیر مسلموں کے عدالت میں بیانات ہوئے تو انھوں نے صاف لفظوں میں کہا کہ ہمیں مارنے والے اور لوگ تھے۔ انھوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ ان میں سے کسی نے ہم کو نہیں مارا۔

علاقے کے لوگوں پر اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے بعد غیر مسلموں نے مسلمانوں کے مقابلے میں بالکل خاموشی اختیار کر لی اور مسلمان برملا گائے کی قربانی کرنے لگے۔ کوئی انھیں روکنے والا نہ تھا۔

روپڑی خاندان میں حافظ عبدالرحمن کمیرپوری کو ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ قیام پاکستان کے بعد جب روپڑی خاندان ماڈل ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر ہوا تو حافظ عبدالرحمنؒ نے یہاں ایک رحمانی مسجد اہل حدیث اور رحمانی مدرسے کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس مسجد کی تکمیل کے لیے حاجی محمد ابراہیم اون والے (شاہ عالم مارکیٹ) نے بہت تعاون کیا۔ حاجی صاحب مرحوم حافظ صاحب کے امرتسر میں بھی نیک کاموں میں معاون تھے۔ حافظ عبدالرحمن اپنی زندگی کے کئی سال تک امامت وخطابت کی ذمہ داری سرانجام دیتے رہے۔ آخری ایام میں پیرانہ سالی کی وجہ سے انھوں نے اپنے بیٹے حافظ محمد صالح (ایم اے عربی، اسلامیات، ایل ایل بی) کو یہ ذمہ داری سونپ دی۔ حافظ محمد صالح جو دینی ودنیوی علوم میں دسترس رکھتے ہیں اس ذمہ داری کو بخوبی نبھا رہے ہیں۔

سارے ماڈل ٹاؤن میں اہل حدیث کی صرف یہی ایک مسجد ہے، جس کی وجہ سے اس کی اہمیت زیادہ ہے۔ میاں عامر محمود ضلعی ناظم کے والد صاحب حاجی ظہور احمد اس مسجد میں ذوق وشوق سے نماز ادا کرتے ہیں اور مذہبی امور میں بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کی تقسیم کے بعد روپڑی خاندان کے علمی اعتبار سے بانی حافظ عبداللہ محدث روپڑی، حافظ محمد حسین، حافظ عبدالرحمن، حافظ اسماعیل، حافظ عبدالقادر یہ سب حضرات مع خاندان کے کیر پور، روپڑ اور امرتسر سے نقل مکانی کر کے پاکستان آئے اور ماڈل ٹاؤن لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ یہ روشنی کے چراغ ایک ایک کر کے بجھ چکے ہیں۔ ان بزرگانِ ذی قدر نے جو دینی خدمات سرانجام دیں ان کی یادیں تاابد درخشندہ رہیں گی، ان شاء اللہ۔ یہ لوگ ماڈل ٹاؤن میں اس لیے آ کر آباد ہوئے کہ حافظ محمد احمد مرحوم تقسیم سے پہلے 81 جے ماڈل ٹاؤن میں رہائش پذیر تھے۔ جس کسی نے روپڑی خاندان کے بارے میں لکھا ہے، وہ حافظ محمد احمد کے متعلق لکھنا بھول گئے حالاں کہ پاکستان میں آ کر ماڈل ٹاؤن میں ان کا اکٹھا ہونا حافظ محمد احمد مرحوم کی وجہ سے ہوا۔ حافظ محمد احمد، حافظ اسماعیل، حافظ عبدالقادر اور حافظ محمود احمد چاروں حقیقی بھائی تھے۔ حافظ محمد احمد سب سے بڑے تھے۔ ان کی ایک بہن حافظہ حاجرہ تھی جو کہ حافظ عبدالرحمن کے شاگردوں میں سے تھی، یہ بھی تقسیم سے پہلے حافظ محمد احمد کے پاس رہتی تھی۔ اس کی شادی مولانا ظفر علی خاں مرحوم کے بھانجے سے کرم آباد میں ہوئی تھی۔ وہ دو بچے چھوڑ کر اللہ کو پیاری ہو گئی تھی۔

یہ سب افراد میاں رحیم بخش کی اولاد میں سے تھے۔ میاں رحیم بخش کی شادی موضع بھسے ضلع لاہور میں محمد رفیع نمبردار کے گھرانے میں ہوئی جو کہ واہگہ باڈر کے بالکل قریب ہے۔ روپڑی خاندان کا ماڈل ٹاؤن میں سکونت اختیار کرنے کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ ایک دفعہ ایک عالم دین نے موچی دروازے کے باہر برکت علی ہال میں دوران تقریر کہا تھا کہ جب پاکستان بنا تو یہ لوگ ماڈل ٹاؤن میں کوٹھیاں ڈھونڈنے لگ گئے۔ حالاں کہ یہ بات نہ تھی۔ بات یہ ہے کہ جب پاکستان بنا ہر کوئی قدرتی طور پر اپنے اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کے پاس آ کر پناہ گیر ہوا اور اس وقت کسی کو بھی صحیح حالات کا پتا نہ تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔

شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ خاں مدنی صاحب نے ''تنظیم اہل حدیث'' (شمارہ نمبر 47 مورخہ 21۔اپریل 2000ء) میں حافظ عبدالرحمن کی وفات پر بڑی تفصیل کے ساتھ بہت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ لکھا ہے۔ خدا انھیں جزائے خیر دے آمین! انھوں نے مولانا حافظ عبداللہ روپڑی کی شاگردی اور خانوادۂ روپڑ سے تعلقات کا حق ادا کر دیا۔

حافظ عبداللہ محدث روپڑی اور حافظ عبدالرحمن کا حقیقی بھائی ہونے کے علاوہ ایک اور رشتہ بھی تھا۔ امرتسر میں دونوں کی شادی ایک ہی گھر میں ہوئی۔ دونوں کی بیویاں سگی بہنیں تھیں۔ حافظ عبداللہ روپڑی کی بیوی کا نام امۃ الرحمن تھا اور حافظ عبدالرحمن کی بیوی کا نام امۃ اللہ۔ ان دونوں بھائیوں کا اپنے سسرال والوں کے ساتھ اس سے پہلے کسی قسم کا رشتہ نہ تھا۔ ان کے سسر کا نام مولوی محمد دین تھا جو بڑے نیک اور باعمل انسان تھے۔ انھوں نے اپنی بچیوں کو دینی اور دنیوی تعلیم سے پوری طرح آراستہ کیا تھا، جس سے دونوں بھائیوں کو بہت مدد ملی۔ مولوی محمد دین مرحوم کسی دفتر میں ملازمت کرتے تھے۔ انگریزی حکومت کا دور تھا۔ ان کا افسر بھی انگریز تھا جو ان کی دیانت داری سے بہت متاثر تھا۔ ایک دن اس انگریز افسر نے ان کو کسی ضروری کام کے لیے بلایا۔ وہ حسب معمول آرام سے گئے۔ انگریز کو جلدی تھی۔ وہ انگریز ان کو اس طرح آتے دیکھ کر کہنے لگا مولوی صاحب قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کی طرف بلائے گا تب بھی آپ اسی طرح آہستہ آہستہ چل کر جائیں گے۔ یہ سن کر سب لوگ ہنس پڑے۔ (انگریزوں کو بھی یقین تھا کہ مسلمان جنت میں جائیں گے)

اگرچہ روپڑی خاندان کی ابتدا ایمن آباد ضلع گوجراں والا سے ہوئی لیکن راجا رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں یہ لوگ امرتسر سے بیس کلومیٹر دور کمیرپور چلے گئے تھے۔ ان کے ناموں کے ساتھ امرتسری، روپڑی، کمیرپوری تینوں کی نسبت کی جاسکتی ہے۔ حافظ عبدالرحمن نے دینی تعلیم کا آغاز کمیرپور میں کیا۔ حافظ اسماعیل اور حافظ عبدالقادر روپڑ میں تھے۔ حافظ محمد حسین اور حافظ عبدالرحمن خدمتِ دین کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے تھے۔ امرتسر میں دونوں نے مل کر کپڑے کی کھڈیوں کا بھی کام کیا۔ حافظ محمد حسین اور حافظ عبدالرحمن اور ان کے بھتیجوں حافظ محمد اسماعیل اور حافظ عبدالقادر نے حضرت حافظ عبداللہ روپڑی سے دینی تعلیم حاصل کی، گویا کہ اپنے ہی گھر کے چراغ سے چراغ جلتے رہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالرحمن کا زیادہ تر وقت پڑھنے پڑھانے میں گزرتا تھا۔ رات کا بہت سا حصہ عبادت میں گزارتے۔ تھوڑی دیر کے لیے سوتے، پھر جاگ پڑتے اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کردیتے، جب تھک جاتے تو لیٹ جاتے۔ پھر آنکھ کھلتی تو پڑھنا شروع کردیتے۔ گوجراں والا اور فیصل آباد جاتے وقت سائیکل آپ کا ساتھی ہوتا۔ راستے میں قرآن مجید دہراتے، منزل پر پہنچنے پر کسی قسم کی تھکاوٹ محسوس نہ کرتے۔ اللہ کی یاد سے ہر وقت سرشار رہتے۔ ان کا دینی مطالعہ وسیع تھا۔ کوئی مسئلہ پیش آتا تو قرآن وحدیث کے حوالے سے مسئلہ فوراً حل کردیتے۔

مولانا محمد حسین شیخوپوری ان کے شاگرد تھے۔ ایک دفعہ مولانا محمد حسین صاحب کمیر پور میں حافظ عبدالرحمن سے قرآن کا ترجمہ پڑھ رہے تھے۔ تیسویں سپارے کی سورہ بلد کا ترجمہ ہو رہا تھا۔ ان دنوں ''سکی نالے'' میں سیلاب آیا تھا۔ چند سکھ جو کہ وہاں سیلاب دیکھنے آئے تھے، ترجمہ سننے کے لیے بیٹھ گئے۔ وہ قرآن شریف کے ترجمے سے بہت متاثر ہوئے۔ کہنے لگے قرآن شریف اور ہمارے گرنتھ صاحب کی بہت سی باتیں ملتی جلتی ہیں۔ اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سکھوں نے بھی اپنے بچے بچیاں کمیر پور بھیجنا شروع کردیے۔ سکھ بچے بچیاں سکول میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ مسلمان بچوں میں گھل مل گئے۔ جب مسلمان بچے نماز کے سبق کے لیے کھڑے ہوتے تو سکھ بچے بھی ان کے ساتھ نماز کا سبق سیکھنے کے لیے کھڑے ہوجاتے اور نماز کا سبق شوق سے یاد کرتے۔ اگرچہ یہ کام مذاق مذاق میں شروع ہوا تھا، مگر بعد میں یہ ایک حقیقت بن گیا۔ دیکھا دیکھی سکھ بچوں کی مائیں بھی سکول میں آنا شروع ہوگئیں۔ وہ حافظ عبدالرحمن کی اہلیہ کے پاس آکر بیٹھ جاتیں۔ قرآن پاک، گرنتھ صاحب، حضرت محمد ﷺ اور بابا گورونانک کے متعلق باتیں ہوتیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ ان عورتوں کو اسلام کے ساتھ کافی لگاؤ پیدا ہوگیا۔

کمیر پور کے اردگرد کے سکھوں کا مسلمانوں پر بڑا اعتقاد تھا۔ جب بارش نہ ہوتی سکھ کمیر پور آتے اور مسلمانوں کو کہتے کہ خدا کے لیے کچھ کرو (یعنی دعا کرو) اوڑ لگی ہوئی ہے (بارش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتی) بہت دفعہ ایسا ہوا کہ مسلمان حافظ عبدالرحمن کی قیادت میں سخت دھوپ میں بارش کی دعا کے لیے نکلے، اور بارش میں بھیگتے ہوئے واپس آئے۔ سکھ یہ ماجرا دیکھتے تو تعجب کرتے اور حیران ہوتے۔ ان کا دل گواہی دیتا تھا کہ مسلمان واقعی سچے ہیں اور اسلام برحق ہے۔

قیام پاکستان کے وقت جب کمیر پور خالی ہوگیا تو سکھ کئی دن کمیر پور میں داخل نہیں ہوئے کہ کہیں کمیر پوریے آکر ہماری مرمت نہ کر دیں۔ چند روز کے بعد سکھ کمیر پور میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئے اور لوٹ مار شروع کر دی۔ ایک لڑکا محمد یعقوب مرحوم مسلمانوں کے کیمپ سے وہاں کسی کام کے لیے گیا۔ اس نے سکی (نالے) کے کنارے کھڑے ہو کر للکارا، ٹھہر جاؤ ہم آگئے ہیں۔ آن کی آن میں سارا گاؤں خالی ہوگیا۔ سکھ یہ کہتے بھاگ کھڑے ہوئے کہ کمیر پوریے آگئے، کمیر پوریئے آگئے۔ یہ تھا کمیر پوریوں کا رعب اور دبدبہ۔

کمیر پور سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں ''ونجاں والا'' تھا، سکھوں نے قیام پاکستان کے زمانے میں اس گاؤں پر حملہ کر دیا۔ چند سکھ وہاں کی مسجد میں داخل ہوگئے۔ اس وقت وہاں صرف دو آدمی تھے۔ ایک میاں حافظ شہید، دوسرا بابا گردور۔ بابے گردور نے اپنے آپ کو صفوں کے پیچھے چھپالیا۔ مگر میاں حافظ صاحب مرحوم بہت ضعیف اور نابینا تھے، وہ ایسا کر نہ سکے۔ سکھوں نے حافظ صاحب مرحوم سے کہا کہ بابا اذان دے، ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح اذان دیتے ہو۔ میاں حافظ مرحوم نے جواب دیا کہ وقت آئے گا تو اذان دوں گا، تمھارے کہنے سے اذان نہیں دوں گا، اللہ کے حکم سے اذان دوں گا۔ ایک نامراد سکھ نے اپنی کرپان سے میاں حافظ صاحب کو شہید کر دیا۔ یہ میاں حافظ صاحب شہید بہت پہلے کمیر پور میں بھی امامت اور خطابت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

قیام پاکستان سے نو سال بعد 1956ء میں حافظ عبدالرحمن، حافظ محمود احمد اور دس بارہ آدمی کمیر پور کے قریب سکھوں کے گاؤں ''دننگل'' گئے۔ قیام پاکستان کے وقت جو کچھ ہوا اس پر سکھ افسوس کرتے تھے۔ انھوں نے مہمانوں کے کھانے پینے کی ہر چیز مہیا کی۔ رہنے کے لیے ایک صاف ستھرا پختہ مکان دیا۔ صبح وشام بچے گھروں سے مرغیوں کے انڈے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکٹھے کر کے لاتے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ صاف ستھرے نئے گرم بستر مہیا کیے۔ یہ لوگ وہاں اذان کہتے اور نماز پڑھتے تو سکھوں کے بچے بچیاں اکٹھے ہو جاتے اور بڑی حیرت سے دیکھتے۔ ان کے گوردوارے کا گرو بہت خوش اخلاق تھا۔ بہت اچھی طرح ملا۔ اس نے کتابوں کے متعلق بتایا کہ ہم نے آپ کی سب کتابیں ایک کنویں میں دفنا دی تھیں۔ میں نے سب کو منع کر دیا تھا کہ خبردار کوئی توہین آمیز کام نہ کرنا اور بتایا کہ وہ ونجاں والے بزرگ میاں حافظ شہید کو ہم نے مسجد ہی میں دفنا دیا تھا۔ پھر یہ سب لوگ وہاں گئے اور شہید میاں حافظ مرحوم کی قبر پر مغفرت کی دعا کی۔ کمیرپور کے قبرستان میں بھی کئی دفعہ گئے اور دعا کی۔

بہرحال تقسیم ملک سے پہلے کمیرپور میں حافظ عبدالرحمن کمیرپوری کا سلسلۂ درس جاری تھا۔ اس کا روپڑ کے قریب کے گاؤں ڈگری کے مولوی نور محمد کو پتا چلا تو وہ ڈگری کی سکونت ترک کر کے کمیرپور آ گئے۔ ان کا مقصد اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنا تھا۔ ان کی اولاد ایک بیٹا حافظ عبداللہ تھا اور دو لڑکیاں تھیں عائشہ بی بی اور مریم بی بی۔ ان تینوں نے حافظ عبدالرحمن سے قرآن مجید حفظ کیا اور دینی تعلیم کمیرپور میں حاصل کی۔

مولانا نور محمد نیک بخت بزرگ تھے۔ انھوں نے اپنے انداز میں اسلام کی بڑی تبلیغ کی۔ غیر اسلامی رسوم ورواج کے سخت مخالف تھے۔ اپنی اولاد کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا۔ وہ حافظ عبداللہ کے والد گرامی تھے، جنھوں نے پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری کے نام سے شہرت پائی۔ ان کے مفصل حالات میں نے اپنی کتاب ''کاروان سلف'' میں لکھے ہیں۔ یہ کتاب مکتبہ اسلامیہ لاہور کی طرف سے کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ موضع کمیرپور صفائی اور کاشت کاری میں بھی سرکاری طور پر ہمیشہ اول رہا، جس میں مولوی اللہ بخش کمیرپوری بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ان دنوں ضلع امرتسر کا انگریز ڈپٹی کمشنر اکثر کمیرپور آیا کرتا تھا۔ وہ وہاں کے حالات دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کمیر پور والوں کو کوئی بڑا انعام دیا اور ساتھ ایک ریڈیو بھی دیا۔ حافظ صاحب نے ریڈیو واپس کر دیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس میں خبروں کا بہت کم اور گانے بجانے کا حصہ بہت زیادہ ہے، اس لیے شراب اور جوئے کی طرح یہ بھی حرام ہے۔

کمیر پور کے لوگ شریعت کے پابند تھے۔ کوئی شخص حقہ سگریٹ نہ پیتا تھا۔ کوئی پیتا تو اس کا پانی کاٹ کر دیا جاتا تھا۔ ہر جوان عورت پردہ کرتی تھی۔ اذان ہوتے ہی ساری مسجد نمازیوں سے بھر جاتی۔ اذان سنتے ہی عورتیں گھروں میں سر ڈھانپ لیتیں۔ نکاح مسجدوں میں پڑھائے جاتے، نکاح کے لیے چھوہارے اور ولیمے کے لیے ستو کافی تھے۔ اس موقع پر کسی قسم کا تکلف نہ ہوتا۔ ہر کام سادگی اور شرع کے مطابق سرانجام دیا جاتا۔ شادیوں میں ڈھول ڈھمکے اور شہنائیاں نہ بجتیں، نہ لڑکیاں گانے گاتیں۔

اگست 1947ء میں ملک تقسیم ہوگیا اور پاکستان معرضِ قیام میں آ گیا تو ان میں سے بعض لوگ سکھوں کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کر گئے اور حافظ عبدالرحمن کمیر پوری اور ان کے اہل وعیال پاکستان آ گئے۔ 1953ء میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کے متعلق تحریک شروع ہوئی تو حکومت پنجاب نے لاہور میں مارشل لا نافذ کر دیا تھا، اور اس تحریک میں بے شمار لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ حافظ عبدالرحمن کمیر پوری بھی اس جرم میں پکڑے گئے کہ انھوں نے مارشل لا کی خلاف ورزی کی ہے اور جلوس نکالا ہے۔ فوجی عدالت نے دو سال قید بامشقت کی سزا دی۔ جیل میں ان سے بہ طور مشقت بان بٹوایا جاتا تھا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد رہا کر دیے گئے تھے۔

حافظ عبدالرحمن کمیر پوری نے 96 برس کی عمر میں 9۔ مارچ 2000ء کو وفات پائی اور گارڈن ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

ان کی نرینہ اولاد دو بیٹے تھے، حافظ محمد صالح اور حافظ محمد عثمان۔ اول الذکر زندہ ہیں اور ثانی الذکر وفات پا چکے ہیں۔

☆☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکیسواں باب

حافظ محمد احمد

میاں رحیم بخش مرحوم کے (جو حافظ عبداللہ صاحب سے عمر میں بڑے) تھے، چار بیٹے تھے اور چاروں حافظ قرآن تھے۔ سب سے بڑے حافظ محمد احمد، ان سے چھوٹے حافظ محمد اسماعیل، ان سے چھوٹے حافظ عبدالقادر اور سب سے چھوٹے حافظ محمود احمد......! میری ان چاروں سے آشنائی تھی۔

حافظ محمد، تقسیم ملک سے کئی سال پہلے سے لاہور میں اقامت گزیں تھے اور ماڈل ٹاؤن کے جے بلاک کی کوٹھی نمبر 81 میں سکونت پذیر تھے۔ انھیں ''مولوی محمد احمد خاں'' کہاں جاتا تھا اور اپنے حلقہ احباب میں ''مولوی صاحب'' کے عرف سے معروف تھے۔ طویل قامت اور نکھرے ہوئے گندمی رنگ کے خوب صورت آدمی۔ خوش پوش اور وجیہ......! کھلے پائینچے کا سفید کھدر کا پاجامہ پہنتے۔ سردیوں میں گرم شیروانی زیب تن ہوتی۔ مختصر داڑھی اور سرننگا۔ ان کی چھوٹے سائز کی سیاہ رنگ کی کار تھی جسے وہ خود ہی چلاتے تھے۔ سیاسی اعتبار سے ان کے سب بزرگ اور بھائی مسلم لیگی تھے، لیکن یہ کانگرس سے تعلق رکھتے تھے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے انتہائی مداح......! مولانا آزاد نے اپنے بعض خطوط میں (جو انھوں نے مولانا غلام رسول مہر کے نام تحریر فرمائے) مولوی محمد احمد کا ذکر کیا ہے۔ یہ خطوط کتابی صورت میں ''نقش آزاد'' کے نام سے چھپے۔ اپنی مشہور کتاب ''غبار خاطر'' کی اشاعت کے سلسلے میں جن حضرات سے مولانا آزاد نے رابطہ قائم کیا تھا، ان میں ہمارے یہ ممدوح مولوی محمد احمد خاں بھی شامل تھے۔

تقسیم ملک سے قبل ان کی شادی مولانا ظفر علی خاں مرحوم کی بھانجی سے ہوئی تھی۔ یہ خاتون اردو کی ادیبہ اور شاعرہ تھیں۔ ان کا پورا نام میرے ذہن میں نہیں رہا، البتہ ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام کا ایک جز ''اختر'' تھا۔ مولوی صاحب کانگرسی تھے اور یہ مسلم لیگ سے تعلق رکھتی تھیں۔ 1945ء کا الیکشن بھی مولوی صاحب نے پنجاب کے کسی حلقے سے کانگرس کے ٹکٹ پر لڑا تھا۔ اردو بازار کا پہلا نام موہن لال روڈ تھا، کچہری کی طرف سے اردو بازار میں داخل ہوں تو بائیں جانب ایک بہت بڑی بلڈنگ ہے، اس میں مولوی محمد احمد خاں کا پریس تھا، جس کا نام انھوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کے ہفت روزہ ''الہلال'' کے نام پر ''الہلال پریس'' رکھا تھا۔ اس کا ایک نام ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس بھی تھا۔ ہمارا اخبار ''الاعتصام'' ابتدا میں حجازی پریس میں چھپتا تھا جو اردو بازار کے باہر سرکلر روڈ پر موری دروازے کے سامنے تھا۔ اس زمانے میں ''الاعتصام'' کا مقام اجرا گوجراں والا تھا۔ میں منگل کے روز گوجراں والا سے اخبار چھپوانے کے لیے لاہور آتا، بوریوں میں بند کر کے بذریعہ بس گوجراں والا لے جاتا اور وہاں کے بڑے ڈاک خانے میں اخبار حوالۂ ڈاک کیا جاتا۔

میں کبھی اردو بازار میں جاؤں اور ''الہلال پریس'' والی بلڈنگ کے سامنے سے گزروں تو مولوی محمد احمد خاں یاد آجاتے ہیں۔ اس بلڈنگ کا وہی بڑا سا گیٹ ہے اور گیٹ کے اندر اچھا خاصا کھلا صحن ہے، لیکن اب اس کے آگے اور جنوبی جانب کتابوں اور کاغذ وغیرہ کی دکانوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ بلڈنگ کے بڑے گیٹ کے اندر ڈیوڑھی میں مولوی صاحب کی کارکھڑی ہوتی تھی۔ ایک میز اور تین چار کرسیاں تھیں اور ایک کونے میں ان کے لیٹنے کے لیے ایک چارپائی تھی۔ صحن سے آگے ایک بڑے سے ہال کمرے میں چھپائی کی مشینیں نصب تھیں۔

میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے آفس سیکرٹری کی حیثیت سے اکتوبر 1948ء میں لاہور آیا تو جلد ہی مولوی محمد احمد خاں سے تعلقات قائم ہوگئے تھے۔ پھر اگست 1949ء میں ''الاعتصام'' جاری ہوا تو میں اس سے وابستہ ہوگیا۔ ایک دن انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں اہل حدیث بھی ہوں اور ہمارے باہمی تعلقات بھی ہیں، لیکن تم اخبار میرے پریس میں نہیں چھپواتے، اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے جواب دیا آپ نے ٹھیک کہا...... ان شاء اللہ جلد ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے پریس سے اخبار چھپوانا شروع کر دیا جائے گا۔ یہ آج سے 62 سال قبل کی بات ہے۔

گوجراں والا جا کر میں نے حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تو انھوں نے مجھ سے حیران ہو کر پوچھا: مولوی محمد احمد نے پریس کا کام شروع کیا ہے؟ اگر ان کا اپنا پریس ہے تو پھر اخبار اسی پریس میں چھپوانا چاہیے۔ اب مولانا نے میرے ہاتھ انھیں خط بھیجا، جس میں مومن خاں مومنؔ کا یہ شعر لکھا۔

کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی، کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

بہر کیف اس کے بعد مولوی محمد احمد خاں صاحب نے میرے کہنے پر خود ہی حکومت کے متعلقہ محکمے سے اجازت لی اور اخبار ان کے پریس میں چھپنے لگا۔

ایک دن مولوی محمد احمد کسی کام کے سلسلے میں شیش محل روڈ پر میرے دفتر آئے۔ اس وقت مولانا معین الدین لکھوی میرے پاس تشریف فرما تھے۔ میں نے ان سے مولانا کا تعارف کرایا تو بہت خوش ہوئے اور ہمیں اپنی کوٹھی پر ماڈل ٹاؤن لے گئے۔ دوپہر کا کھانا کھلایا اور پھر اپنی گاڑی پر واپس شیش محل روڈ پر ہمیں چھوڑ گئے۔

گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا ہے کہ مولوی محمد احمد کی پہلی شادی مولانا ظفر علی خاں کی بھانجی اختر سے ہوئی تھی، ان سے مولوی صاحب کی کوئی اولاد نہیں تھی اور وہ وفات پا گئی تھیں۔

اختر کی وفات کے بعد مولوی محمد احمد خاں نے دوسری شادی گوجراں والا کے قریبی گاؤں کھوکھر کے میں کی۔ میں اس شادی میں شامل تھا۔ سنا ہے کہ ان کا ایک لڑکا ہے جس کا نام شہزاد احمد اور دو بیٹیاں ہیں۔ اس لڑکے سے میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ اس وقت کا یہ لڑکا اب جوانی کی منزل بھی طے کر چکا ہوگا اور ماشاء اللہ خود لڑکوں اور لڑکیوں والا ہوگا۔

پہلے بتا چکا ہوں کہ مولوی صاحب سیاسی افکار کے اعتبار سے کانگرسی تھے اور کانگرسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا کوئی بُری بات نہ تھی۔ بعض لوگ شاید ان کے کانگرسی ہونے پر حیرت کا اظہار کریں۔ انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ حصول آزادی کا ایک طویل پس منظر ہوتا ہے۔ آزادی کی رانی کسی ایک ہی دروازے سے صحن چمن میں داخل نہیں ہوتی۔ مختلف دروازوں پر دستک دیتی ہوئی، ایک دروازے پر آرکتی اور بڑی مسرت سے اندر قدم رکھتی ہے۔ برصغیر کی آزادی کا بھی طویل پس منظر ہے۔ اس میں کانگرس کا بھی حصہ ہے، مسلم لیگ کی کوششیں بھی اس میں کار فرما ہیں، مجلس خلافت، جمعیت علمائے ہند، آل انڈیا مومن کانفرنس، مجلس احرار، نوجوان بھارت سبھا، بنگال کی فرائضی تحریک، کمیونسٹ پارٹی اور سوشلسٹ پارٹی وغیرہ تمام سیاسی جماعتوں کی تگ وتاز کے نتیجے میں برصغیر آزاد ہوا اور پاکستان نقشۂ عالم پر ابھرا......

یہاں میں واضح لفظوں میں عرض کروں گا کہ برصغیر کی آزادی کے لیے سب سے زیادہ جدوجہد کرنے اور جانی اور مالی قربانیاں دینے والی جماعت، ''جماعت مجاہدین'' ہے جو خالص اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھنے والوں کی جماعت تھی اور جس کی قیاوت کی باگ ڈور ابتدا میں حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی اور سید احمد شہید رائے بریلوی کے ہاتھوں میں تھی۔ ان پاک باز حضرات نے 1826ء میں انگریزی حکومت کے خلاف سلسلۂ جہاد شروع کیا تھا جو مختلف مراحل سے گزرتا ہوا آزادئ برصغیر 1947ء تک جاری رہا۔ اس جماعت نے ایک سو اکیس برس کی عمر پائی۔ برصغیر کی سب سے طویل عمر کی یہی جماعت مجاہدین ہے، جس کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ اس کے بارے میں انگریزی اور اردو میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں، انگریزوں نے بھی اس تحریک کی تفصیلات بیان کی ہیں اور مسلمانوں نے بھی اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ اہل حدیث حضرات کا فرض ہے کہ وہ برصغیر کی آزادی کا کریڈٹ اسی جماعت مجاہدین کو دیں۔ دوسری کسی سیاسی اور اسلامی جماعت کو اس پر ترجیح نہیں دینی چاہیے۔

بات مولوی محمد احمد خاں کے بارے میں ہو رہی تھی۔ ایک دن میں نے ان سے کہا آپ اپنے نام کے ساتھ ''خان'' کا اضافہ کیوں کرتے ہیں، جب کہ آپ پٹھان نہیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بڑے دلچسپ آدمی تھے۔ بولے: کیا ''خان'' کا لفظ اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر پٹھانوں کو لکھ کر دے دیا ہے کہ تم ہی اس کے حق دار ہو، اور کوئی اس کا حق دار نہیں اور تمھارے سوا کوئی شخص اپنے نام کے ساتھ یہ لفظ لکھنے کا مجاز نہیں...... مجھے یہ لفظ پسند ہے، میں اسے اپنے نام کے ساتھ لکھتا ہوں، اور بھی جس کا جی چاہے لکھے، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ تم بھی اپنے نام کے ساتھ ''خان'' لکھا کرو۔

بہت سال ہوئے، دہلی سے ایک کتاب چھپی تھی، جس کا نام ہے ''باتیں لاہور کی''۔ اس کے مصنف کا نام ہے، آنند سوئم۔ یہ شخص ماڈل ٹاؤن میں مولوی صاحب کا ہمسایہ تھا۔ میں نے کتاب کی فہرست مضامین دیکھی تو ایک عنوان تھا ''مولوی صاحب''۔ فوراً میرے ذہن میں آیا کہ اس سے مولوی محمد احمد مراد ہوں گے۔ چنانچہ میں نے کتاب کے متن کا متعلقہ صفحہ نکال کر دیکھا تو میرا خیال صحیح ثابت ہوا، مضمون انھی سے متعلق تھا۔ اس مضمون کے علاوہ بھی کتاب میں دو تین مقامات پر مولوی صاحب کا ذکر آیا ہے۔ مصنف ہندو ہے جو آزادی کے بعد اپنے خاندان کے ساتھ لاہور سے دہلی چلا گیا تھا۔ اس نے کتاب میں لاہور کے اپنے بعض مسلمان ساتھیوں اور یہاں کی مختلف شخصیتوں کا دلچسپ انداز میں تذکرہ کیا ہے، جن میں مولوی محمد احمد بھی شامل ہیں۔

مولوی صاحب کے خاندان کے بارے میں تو مجھے معلوم نہیں کہ یہ حضرات انھیں کس طرح مخاطب کرتے تھے۔ لیکن ان کے حلقہ تعارف کے متعلق میں جانتا ہوں کہ ہر شخص انھیں ''مولوی صاحب'' کہہ کر پکارتا تھا، یہاں تک کہ خود وہ بھی کسی کو ٹیلی فون کرتے تو کہتے ''میں مولوی محمد احمد خاں بول رہا ہوں۔'' یا کسی کو کسی کے پاس کسی کام کے لیے بھیجتے تو فرماتے: ''اس سے کہو مجھے مولوی صاحب نے بھیجا ہے۔''

اسی طرح ہمارے فیصل آباد کے دوست مولانا عبیداللہ احرار مرحوم کو ان سے تعلق رکھنے والا ہر شخص ''مولانا عبیداللہ احرار'' کہا کرتا تھا۔ خود وہ بھی اپنا نام اس طرح بتایا کرتے تھے، ''میں ہوں مولانا عبیداللہ احرار''۔ کسی کو ٹیلی فون کرتے تو کہتے ''مولانا عبیداللہ احرار بول رہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔''یعنی ''مولانا'' کا لفظ ان کے نام کا جز ہو گیا تھا۔

مولوی محمد احمد شوگر کے مریض تھے۔ ایک پاؤں کا انگوٹھا زخمی ہو گیا تھا اور غالباً دو یا تین انگلیاں بھی متاثر ہو گئی تھیں۔ انھوں نے 24۔ جنوری 1967ء (12۔شوال 1386ھ) کو وفات پائی اور گارڈن ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سنا ہے کہ ان کا لڑکا شہزاد احمد پیشہ تجارت سے منسلک ہے اور اس کی تجارت اندرون و بیرون ملک پھیلی ہوئی ہے۔ روپڑی خاندان کے لوگ مولوی محمد احمد کی کوشش سے ماڈل ٹاؤن میں آباد ہوئے تھے۔ اس دور کے لاہور کے اکثر محکموں کے اہل کاروں سے مولوی صاحب کے مراسم تھے۔

لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ الہلال پریس والی بلڈنگ کے مالک اب کون لوگ ہیں؟ اس بلڈنگ میں اس وقت ایک رہائشی مکان بھی تھا، اس مکان کے مالک مولوی محمد احمد ہی تھے۔ لیکن اس میں حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کی بیٹی صفیہ اور نواسے محمد اجمل مرحوم سکونت پذیر تھے۔ محمد اجمل صاحب سنٹرل ماڈل کالج میں پروفیسر تھے، جسے اب ایجوکیشن یونیورسٹی کہا جاتا ہے۔

☆O☆O☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بائیسواں باب

حافظ محمد اسماعیل روپڑی

حافظ اسماعیل روپڑی، میاں رحیم بخش کے دوسرے بیٹے، حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے بھتیجے اور حافظ عبدالقادر روپڑی کے بڑے بھائی تھے۔ انھوں نے پوری تعلیم روپڑ میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کی نگرانی میں انہی سے حاصل کی۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا، پھر مروّجہ نصاب کی کتابیں پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے۔ شیریں بیان خطیب اور خوش نوا مقرر تھے۔ توحید وسنت ان کا خاص موضوع تھا۔ اس موضوع پر نہایت موثر وعظ کرتے تھے۔ معاملہ فہم، نرم گفتار اور مسلک اہل حدیث کے سرگرم داعی۔ میں نے ان کو پہلی دفعہ 1934ء میں اپنے وطن کوٹ کپورہ میں دیکھا تھا۔ اس وقت میری عمر نو دس سال کی تھی۔ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی اور ان کے دونوں بھتیجے حافظ اسماعیل اور حافظ عبدالقادر روپڑی وہاں کی انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے میں تشریف لائے تھے۔ حافظ اسماعیل روپڑی کا حلیہ یہ تھا جو اب تک میری لوح ذہن پر نقش ہے۔ مناسب قد، چوڑا چہرہ، سرخی مائل گندمی رنگ، خوب صورت ناک نقشہ، خوش لباس، سر پر مشہدی کلے والی پگڑی۔ ان کے جسم کے انگ انگ سے جوانی کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ اس جلسے کے موقعے پر مرزائیوں سے حافظ عبدالقادر روپڑی کا مناظرہ بھی ہوا تھا۔ اس وقت جو حضرات سٹیج پر بیٹھے تھے، وہ اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہیں، وہ تھے خود حضرت حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا عبدالمجید سوہدروی اور حافظ اسماعیل روپڑی۔ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے حوالے نکال کر حافظ عبدالقادر کو دے رہے تھے اور طویل قامت حافظ عبدالقادر ان حوالوں کی مدد سے مرزائی مناظر پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ پنڈال میں ہندو اور سکھ بھی خاصی تعداد میں موجود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے جو بڑی دلچسپی سے مناظرہ سن رہے تھے۔ مناظرے کے تھوڑی دیر بعد حافظ اسماعیل روپڑی کی تقریر ہوئی جس سے لوگ بے حد متاثر ہوئے۔

تقسیم ملک سے کچھ عرصہ قبل کی بات ہے کہ حافظ اسماعیل روپڑی ایک جلسے میں تقریر کر رہے تھے۔ تقریر کا موضوع تو یاد نہیں رہا البتہ اتنی بات یاد ہے کہ انھوں نے دلکش انداز میں یہ دو شعر پڑھے۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

نہ چھیڑ اے نکہت بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بے زار بیٹھے ہیں

یہ انشاء اللہ خاں انشآ کی ایک غزل کے دو شعر ہیں جو اس نے اپنی زندگی کے آخری دور کے ایک مشاعرے میں پڑھی تھی۔ اس وقت وہ سخت ذہنی اور مالی پریشانی میں مبتلا تھا۔ اس حالت میں مجلس مشاعرہ میں آیا تھا کہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس نے غزل پڑھنا شروع کی تو سناٹا چھا گیا۔ نہایت دردناک غزل، نہایت دردناک لہجے میں پڑھی۔ غزل ختم کرنے کے بعد وہ وہاں رکا نہیں۔ جس کاغذ پر غزل لکھی تھی، وہ کاغذ وہیں پھینکا اور تیزی سے بزمِ مشاعرہ سے باہر نکل گیا۔ لیکن اس غزل نے بڑی شہرت پائی۔ انشاء اللہ خاں انشآ کا تعلق لکھنؤ سے تھا۔ اس نے 1817ء میں وفات پائی۔

بہرکیف اس غزل کے دو شعر جو اوپر درج کیے گئے ہیں، میں نے قبل از تقسیمِ ملک ایک جلسے میں حافظ اسماعیل روپڑی مرحوم سے سنے تھے۔ افسوس ہے یہ یاد نہیں رہا کہ کس جلسے میں سنے تھے اور کہاں سنے تھے۔ یہ بھی ذہن میں نہیں رہا کہ انھوں نے یہ شعر کس سیاق میں پڑھے تھے۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ سامعین یہ شعر سن کر بہت متاثر ہوئے تھے۔

حافظ صاحب مرحوم اس فقیر کے بے حد مہربان تھے۔ ان کی وفات کے وقت میں اخبار ''الاعتصام'' میں خدمت ادارت انجام دیتا تھا اور میں نے ان کے سانحۂ ارتحال پر مندرجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذیل اداریہ لکھا تھا جو 19۔جنوری 1962ء کے ''الاعتصام'' میں چھپا تھا۔ یہ آج سے پچاس سال قبل کی تحریر ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

مولانا حافظ محمد اسماعیل روپڑی کی خبر وفات نہایت اندوہناک خبر ہے۔ یہ خبر جب کانوں میں پڑی تو اس نے دل ودماغ کا سکون متزلزل کر دیا اور ذہن وفکر کی آسودگیوں کی چولیں ہلا ڈالیں۔

حافظ اسماعیل جنھیں موت کے ہمہ گیر حملے کی وجہ سے آئندہ مرحوم کہنا پڑے گا، گزشتہ چار سال سے بیمار تھے۔ تقریباً تین سال کے طویل عرصے تک ان کی بیماری معما بنی رہی۔ ڈاکٹر اور طبیب مرض کی صحیح طور سے تشخیص ہی نہ کر پائے۔ بیماری کی ابتدا ٹانگ میں گھٹنے سے ذرا اوپر کے حصے میں درد سے ہوئی تھی۔ پہلے تو اسے کوئی اہمیت ہی نہیں دی گئی۔ درد میں کچھ اضافہ ہوا تو معالجوں کی طرف رجوع کیا گیا۔ کسی نے دردریح کہا، کسی نے عرق النسا بتایا۔ کسی نے کچھ اور کہہ دیا۔ مگر صحیح نتیجے پر کوئی نہ پہنچ سکا۔ ادھر خود حافظ صاحب بھی اس سے زیادہ متاثر نہ ہوئے اور اسے کسی بہت بڑے حادثے کا پیش خیمہ خیال نہ فرمایا۔ ان کے تبلیغی دورے اور وعظ وارشاد کے سلسلے بہ دستور اپنی پہلی رفتار پر قائم رہے اور معمولات میں کوئی فرق نہ آنے پایا۔ کبھی تکلیف میں اضافہ ہوا تو کسی سے کوئی دوا لے لی اور رفتارِ کار وہی رہی جو پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ لیکن ان کی یہ بیماری جو بہ ظاہر معمولی نوعیت کی معلوم ہوتی تھی درحقیقت بڑی خطرناک تھی اور اس کے اثرات کی رفتار آہستہ آہستہ انھیں موت کی منزل کی طرف لے جا رہی تھی۔

گزشتہ سال ہی اصل میں یہ معلوم ہوا کہ جس بیماری کو یہ زیادہ اہمیت نہیں دے رہے ہیں اور جسے دردریح یا عرق النسا سمجھتے رہے ہیں وہ تو سرطان (کینسر) ہے اور اس کا زہر پورے جسم بلکہ شریانوں میں بھی سرایت کر گیا ہے۔ اسی دوران میں یہ کراچی کے ایک مشہور معالج کے پاس پہنچے۔ انھوں نے کہا کہ چند ماہ پہلے تک تو اس کا علاج ممکن تھا اور ٹانگ کاٹ کر اس کی سمیّت کے اثرات کو آگے بڑھنے سے روکا جا سکتا تھا، لیکن اب تو بیماری قابو سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باہر ہو گئی ہے اور کینسر کے زہریلے اثرات نے جسم کے ہر حصے کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ مگر ڈاکٹر کی اس رائے کے بعد بھی حافظ اسماعیل صاحب اور ان کے ورثا مایوس نہیں ہوئے۔ وہ بہ دستور علاج کراتے رہے اور جہاں بھی امید کی کوئی کرن دکھائی دی وہاں پہنچ گئے۔ ان کی بھاگ دوڑ اور نقل وحرکت اگرچہ صحت وتندرستی کی تلاش کے لیے تھی، مگر فی الحقیقت نہایت مضر تھی اور ان کو موت سے اور قریب کر رہی تھی۔

آخری دفعہ انھیں لاہور کے گنگارام ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ ڈاکٹروں نے پہلے روز ہی صحت سے مایوسی کا اظہار کر دیا تھا۔ تاہم علاج میں فرق نہیں آنے دیا گیا۔ جب تک سانس تب تک آس کے اصول پر برابر عمل ہوتا رہا۔ گنگا رام ہسپتال میں ان سطور کا راقم اور حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی ان کی عیادت کے لیے گئے۔ مولانا غزنوی ان دنوں خود بھی بیمار تھے۔ حافظ صاحب نے ان سے فرمایا، آپ بیماری کی حالت میں کیوں تشریف لائے۔ گھر میں دعا کر دینا کافی تھا۔ اس وقت مولانا کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ موت سے دو ہفتے قبل اس خیال سے ہسپتال سے مسجد قدس میں منتقل کر دیے گئے تھے کہ اب شمع حیات تو بجھنے کو ہے کم از کم عیادت کرنے والوں کو تو کوئی تکلیف نہ ہو۔

بالآخر وہ وقت جو کئی مہینوں سے سر پر منڈلا رہا تھا آ ہی گیا۔ اور وہ 47 برس کی مختصر عمر پا کر 4۔ شعبان 1381ھ (12۔ جنوری 1962ئ) کو جمعۃ المبارک کے روز صبح 8 بج کر 50 منٹ پر مسجد قدس واقع چوک دال گراں لاہور میں انتقال کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون... اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عفہ و اغسلہ بالماء والثلج والبرد۔

حافظ اسماعیل روپڑی نہایت بلند اخلاق، انتہائی مخلص، بہ درجہ غایت شیریں بیان، بے حد خوش گفتار اور ہر دل عزیز تھے۔ گفتگو کا انداز دھیما اور نرم تھا۔ زبان میں اثر اور قلب میں سوز تھا۔ توحید کے بہت بڑے مبلغ اور مسلک اہل حدیث کے زوردار مقرر تھے۔ ہر ایک سے سنجیدگی اور متانت سے گفتگو کرنا ان کا شیوہ تھا۔ وہ متواتر چار سال بیمار رہے، مگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ جامعہ سلفیہ (لائل پور) کانفرنس میں بھی انھوں نے تقریر کی۔ اس وقت مرحوم بہت بیمار تھے اور ان کی صحت بے حد کمزور تھی۔ مگر اس اس کے باوجود وہاں پہنچے اور جلسۂ عام میں تقریر کی۔ ان کی یہ آخری پبلک تقریر تھی۔ قرآن مجید کی تلاوت بڑے دور وسوز کے ساتھ کرتے۔ وعظ میں مناسب مواقع پر بزرگانِ دینی کے واقعات بیان فرماتے اور خوب صورت انداز میں اردو اور پنجابی کے اشعار پڑھتے۔

وہ خاندانی اعتبار سے بلاشبہ مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی کے بھتیجے اور مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی کے بھائی تھے، اور ان حضرات کو ان کی وفات سے بہت صدمہ پہنچا ہے، لیکن درحقیقت وہ تمام جماعت اور پورے حلقۂ اہل توحید کی متاعِ عزیز تھے۔ ان کی وفات سے جہاں ان کا خاندان سخت حزن وملال میں مبتلا ہوا، وہاں پوری جماعت ان کی ماتم کناں اور ہر صاحب دل ان کے لیے غم گین ہے۔

مرحوم کے پس ماندگان میں ایک جوان بیوہ، ایک پانچ سالہ لڑکا اور ایک تین سال کی لڑکی ہے۔ ان کی بیوہ کا حال سب سے دگرگوں اور قابل رحم ہے۔ اس کے لیے آج دنیا اندھیر ہوگئی۔ دو سال پہلے اس کے والد مولانا حافظ محمد حسین روپڑی مرحوم (برادر خرد حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی) فوت ہو گئے تھے۔ اس کے بعد والدہ کا انتقال ہوا۔ اب شوہر جوانی کے عالم میں اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ ایسے مخلص اور بوقلموں خوبیوں کے حامل لوگ اب کہاں پیدا ہوں گے۔!
(ہفت روزہ ''الاعتصام'' 19۔ جنوری 1962ء)

اب حافظ اسماعیل روپڑی مرحوم سے متعلق چند اور واقعات ملاحظہ فرمایئے جو ہمارے دوست مولانا محمد یوسف انور نے ہفت روزہ ''اہل حدیث'' کے 5۔ اگست اور 12۔ اگست 2011ء کے دو شماروں میں تحریر کیے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

✪ 1952ء کی بات ہے کہ فیصل آباد کے ایک بزرگ حاجی نذیر احمد نے چوک گھنٹا گھر میں اپنی دکان کے سامنے تبلیغی جلسہ منعقد کرایا، جس میں حافظ اسماعیل روپڑی نے قرآن وسنت کی اطاعت اور توحید کے موضوع پر تقریر کی۔ بہت بڑا مجمع تھا اور ہر مذہب ومسلک کے لوگ کثیر تعداد میں موجود تھے۔ دورانِ تقریر بہت سے سامعین نے حافظ صاحب ممدوح سے مسلک اہل حدیث سے متعلق سوالات کیے۔ حافظ صاحب نے سب سوالوں کے بڑی نرمی اور خوش اسلوبی سے جواب دیے۔ ان کی تقریر اور طرزِ بیان سے لوگ بے حد متاثر ہوئے اور جس خوش الحانی سے وہ قرآن مجید پڑھتے تھے، وہ سامعین کے لیے انتہائی اثر انگیز تھا۔

✪ اپریل 1955ء میں لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں بہ صدارت مولانا اسماعیل غزنوی مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تیسری سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اسی موقع پر جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا۔ آخری اجلاس میں حافظ اسماعیل روپڑی نے تقریر کی۔ مولانا داؤد غزنوی سمیت متعدد علماے کرام سٹیج پر تشریف فرما تھے۔ تقریر کیا تھی، دعوتِ حق اور تبلیغ توحید کا دریا تھا جو بہتا چلا جارہا تھا۔

✪ ایک مرتبہ گوجرہ (ضلع لائل پور) میں جماعت کا تبلیغی جلسہ تھا۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ حافظ اسماعیل روپڑی کا پروگرام جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار (فیصل آباد) میں جمعہ پڑھا کر گوجرہ پہنچنے کا تھا۔ وہ وقت مقررہ پر فیصل آباد کے چند احباب کے ساتھ وہاں پہنچے تو پتا چلا کہ مولانا علی محمد صمصام نے تقریر کی اور انھیں پکڑ کر پولیس انسپکٹر تھانے لے گیا۔ حافظ صاحب اپنے احباب کے ساتھ تھانے پہنچ گئے۔ انسپکٹر سے پوچھا کہ مولانا علی محمد صمصام کو آپ نے کیوں گرفتار کیا ہے؟ ایک بریلوی عالم کا نام لے کر اس نے بتایا کہ انھوں نے کہا کہ یہ ہمارے خلاف تقریر کریں گے، اس لیے ان کے کہنے پر انھیں گرفتار کیا گیا ہے۔ حافظ صاحب نے فرمایا میں ابھی ایس پی سے بات کرتا ہوں کہ آپ کے یہ انسپکٹر اتنے غیر ذمہ دار ہیں کہ فقط لوگوں کے کہنے پر بلا کسی وجہ کے علما کو گرفتار کرتے اور ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف مقدمے قائم کرتے ہیں۔ انسپیکٹر نے معذرت کی اور مولانا علی محمد صمصام کو اسی وقت رہا کر دیا۔ پھر مولانا علی محمد صمصام نے جلسہ عام میں اپنے انداز میں تقریر کی، جس سے خود پولیس والے بہت متاثر ہوئے۔

✪ 1953ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے زمانے میں حافظ صاحب سرگودھا کی جامع مسجد اہل حدیث (بلاک نمبر 19) میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ رات کو نماز عشاء کے بعد بالعموم دیو بندی حضرات کی جامع مسجد میں ان کی اور بعض دیگر علمائے کرام کی تقریروں کا سلسلہ چلتا تھا۔ پولیس نے بارہا انھیں گرفتار کرنے کی کوشش کی، لیکن کارکن تقریر کے فوراً بعد انھیں کہیں غائب کر دیتے اور دوسرے دن تقریر کے وقت پھر کہیں سے لے آتے۔ اس طرح ایک عرصے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

واقعہ یہ ہے کہ تقسیم ملک سے قبل پورے پنجاب میں روپڑی حضرات کی آواز گونجتی تھی۔ اس زمانے میں تبلیغی جلسوں کا بہت رواج تھا، حافظ اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی کو ہر جلسے میں دعوت دی جاتی تھی اور یہ دونوں بھائی وہاں پہنچنے کو پوری کوشش کرتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد بھی پاکستان میں ان کا آوازۂ حق بلند رہا۔ پشاور سے لے کر کراچی تک ان کی صدائے توحید سنی گئی اور لوگوں نے ہر مقام پر ان کا خیر مقدم کیا۔ اسی قسم کے اخلاص پیشہ مبلغین کی وجہ سے اسلام پھیلا اور توحید وسنت کا گھر گھر چرچا ہوا۔

حافظ اسماعیل روپڑی کی نرینہ اولاد ایک ہی بیٹا ہے، جن کا نام حافظ محمد ایوب ہے اور ماشاء اللہ تجارت ان کا پیشہ ہے۔

☆......☆......☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیئیسواں باب

حافظ عبدالقادر روپڑی

1934 کے مارچ میں انجمن اصلاح المسلمین کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ، مشرقی پنجاب) کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ یہ جلسہ ہر سال عام طور سے مارچ کے مہینے میں ہوتا تھا اور اس میں خالص تبلیغی اور اصلاحی نوعیت کی تقریریں کی جاتی تھیں۔ وقتی سیاسیات کے جھمیلوں سے ان جلسوں کا کوئی تعلق نہ تھا۔ علماے کرام تشریف لاتے، وعظ فرماتے اور دینی مسائل بیان کرتے، جس سے لوگ نہایت متاثر ہوتے۔ یہی ان کی ذہنی غذا، یہی فکری امنگ اور یہی دینی ضرورت تھی جو انھیں مناسب اور صحیح مقدار میں حاصل ہوجاتی تھی۔ اِدھر اُدھر کی بے مقصد سیاسی باتیں جو موجودہ دور کے مذہبی جلسوں میں عام طور پر کی جاتی ہیں، ان جلسوں میں بالکل نہیں کی جاتی تھیں۔

اب صورت حال یہ ہے کہ مقرر جلسے میں کسی سیاسی شخصیت یا سیاسی جماعت پر تنقید کرتا ہے اور کسی کی تعریف کرتا ہے۔ سامعین کو نہ تنقید سے کچھ حاصل ہوتا ہے، نہ تعریف سے ان کے کچھ پلے پڑتا ہے۔

میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ روپڑی حضرات کو کوٹ کپورہ کی انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے میں باقاعدہ دعوت شرکت دی جاتی تھی اور وہ شرکت فرماتے تھے، یعنی حضرت حافظ عبداللہ روپڑی اور ان کے دونو جوان بھتیجے حافظ اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی کو ان جلسوں کی جان سمجھا جاتا تھا۔ اگر ان میں سے کوئی نہ آتا تو جلسہ ادھورا قرار پاتا۔ 1934ء کے انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے میں جس کا آغازِ گزارشات میں ذکر کیا گیا ہے، یہ حضرات تشریف لائے تھے اور میری ہوش میں یہ پہلا جلسہ تھا، اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبل کے جلسوں کا مجھے کچھ پتا نہیں۔

اس سے ایک سال بعد 1935ء کے سالانہ جلسے میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے چھوٹے بھائی مولانا حافظ محمد حسین روپڑی بھی تشریف لائے تھے، اس سے پہلے یا بعد وہ کبھی تشریف لائے یا نہیں، اس کا مجھے علم نہیں۔ مجھے ان کی صرف ایک ہی دفعہ تشریف آوری کا علم ہے، جس کا حافظ محمد حسین صاحب کے ترجمے میں ذکر کیا گیا ہے۔

1934ء کے جلسے میں ایک مناظرہ بھی ہوا تھا۔ کوٹ کپورہ میں ایک گھر مرزائیوں کا تھا۔ جلسے کے موقعے پر انھوں نے قادیان سے اپنے ایک مبلغ کو بلایا اور مناظرے کی دعوت دی۔ یہ بالکل اچانک معاملہ تھا۔ اس وقت جلسہ گاہ میں جو حضرات علما موجود تھے، ان میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی، حافظ اسماعیل روپڑی، حافظ عبدالقادر روپڑی اور مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی کے اسمائے گرامی مجھے یاد ہیں۔ جلسے کے اصحاب انتظام اور ان علمائے کرام کی مختصر سی میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا کہ مرزائیوں سے ضرور مناظرہ کیا جائے گا۔ مناظرہ حافظ عبدالقادر روپڑی کریں گے اور صدر ہوں گے مولانا عبدالمجید سوہدروی۔

وہ امن کا زمانہ تھا، تمام مذاہب کے لوگ اطمینان سے رہتے اور آپس میں صلح صفائی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسی طرف سے نہ کوئی شور شرابہ ہوتا تھا، نہ ہلڑ بازی کا کوئی تصور تھا۔ مذہب اور عقیدے کے اختلاف کو لڑائی جھگڑے تک نہیں پہنچایا جاتا تھا۔ سب لوگ اپنے اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے ایک حد میں رہتے تھے، اس حد سے آگے قدم نہیں بڑھاتے تھے۔ وہ حد تھی امن کی، ایک دوسرے کے احترام کی، اپنے سے اختلاف رکھنے والے کے جان و مال کو تحفظ فراہم کرنے کی۔ چنانچہ اس موقعے پر بھی یہی ہوا۔

مرزائی مناظر کو میز کرسی کی سہولت فراہم کر دی گئی۔ اس کے ساتھیوں کو بھی کھلے دل سے کھلی جگہ دی گئی۔ وہ مطمئن اور پرسکون تھے اور خوش گوار ماحول تھا۔

بہت بڑا پنڈال اور بہت بڑا مجمع تھا۔ دن کے دس گیارہ بجے کا وقت ہوگا۔ جلسے میں مسلمان، سکھ اور ہندو وغیرہ تمام مذاہب کے لوگ موجود تھے اور بڑی دلچسپ صورت حال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ مرزائی مبلغ کا نام تو یاد نہیں رہا، البتہ یہ معلوم ہے کہ وہ اچھی خاصی عمر کا تھا۔ انجمن اصلاح المسلمین کے سٹیج پر حضرت حافظ عبداللہ صاحب (جنھیں اس خاندان میں بڑے حافظ صاحب کہا جاتا ہے) کے علاوہ حافظ اسماعیل صاحب روپڑی اور مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی تشریف فرما تھے۔ مولانا سوہدروی بہت اچھے مقرر اور بہت اچھے منتظم تھے۔

ابتدائی تقریر مولانا عبدالمجید صاحب نے کی۔ انھوں نے فرمایا ہماری طرف سے مناظرے کی کارروائی امن وسکون سے جاری رہے گی۔ کوئی شخص کسی قسم کی گڑبڑ نہیں کرے گا۔ انھوں نے فریق مخالف سے کہا کہ ہمیں امید ہے وہ بھی امن کی فضا قائم رکھیں گے اور حالات کو بگڑنے نہیں دیں گے۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ علمی انداز میں یہ واضح کیا جائے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ لڑائی جھگڑا یا دنگا فساد ہرگز ہمارا مقصد نہیں۔

اب مناظرے کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلی تقریر کس مناظر نے کی اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ جو بات ذہن میں محفوظ ہے، وہ یہ ہے کہ حافظ عبدالقادر صاحب تقریر کے لیے اٹھے...... کشیدہ قامت، مناسب کسرتی سا جسم، تیکھی اور قدرے اونچی ناک، تھوڑا سا لمبا چہرہ، نکھرا ہوا گندمی رنگ، تہبند اور قمیص میں ملبوس۔ سر پر کلے والی مشہدی پگڑی، مقررانہ لہجہ اور کھنک دار آواز، اکیس بائیس سال کے خوب رو درشتی جوان......!

خطبۂ مسنونہ کے بعد انھوں نے تقریر شروع کی اور اس اسلوب میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کا آغاز کیا کہ ہر بات آسانی سے لوگوں کے ذہن میں اترتی جاتی تھی۔ بے حد اعتماد اور متانت کے ساتھ بولتے اور مضبوط دلائل سے اپنے زاویۂ فکر کی وضاحت کرتے تھے۔

مرزائی مناظر کافی عمر رسیدہ اور تجربہ کار تھا، اور ادھر اس کے مقابلے میں ایک نوعمر میدان میں کھڑا تھا۔ حضرت حافظ عبداللہ صاحب سٹیج پر تشریف فرما تھے اور حسب ضرورت نوجوان مناظر کو مختلف کتابوں سے حوالے نکال نکال کر دے رہے تھے۔ مجمع دور تک پھیلا ہوا تھا اور نہایت پُرسکون......! ہر شخص خاموشی کے ساتھ بہ درجہ غایت توجہ سے دونوں طرف کے مناظرین کی باتیں سن رہا تھا۔ نہ کسی طرف سے کوئی نعرہ بازی ہوئی اور نہ کسی مناظر کو پریشان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والی کوئی آواز اٹھی.....!

حافظ عبدالقادر کی جوانی، کلام کی روانی اور دلائل کی فراوانی سبحان اللہ۔ ان عناصر ثلاثہ کے مجموعے نے خوب سماں باندھا۔ لوگ حیران تھے کہ ایک طرف اچھی خاصی عمر کا تجربہ کار مناظر ہے اور دوسری طرف ایک نوعمر مقرر ہے جو اپنے زورِ بیان سے اس کو بری طرح دبائے جا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مرزائی مناظر کی گردن حافظ صاحب کے دلائل کی گرفت میں تھی اور اس کی زبان ان کے طرزِ استدلال کے شکنجے میں لڑکھڑا رہی تھی۔ اب اس کے لیے ہتھیار پھینکنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، چنانچہ اس نے یہی کیا۔

یہ پہلا مناظرہ تھا جو ہم نے سنا۔ اس سے کئی سال بعد لاہور میں اس مناظرے کے متعلق میں نے حافظ صاحب سے بات کی تو جواب دیا کہ یہ ان کا پہلا مناظرہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ان کے مناظروں کا آغاز ہمارے شہر کوٹ کپورہ سے ہوا اور یہ مناظرہ ان کے آئندہ مناظروں کی رسم افتتاح تھی۔

اب ماہ وسال کا طویل سفر طے کر کے 1945ء میں آیے۔ میں اس زمانے میں مرکز الاسلام میں خدمت تدریس انجام دینے پر مامور تھا۔ مرکز الاسلام 1928ء کے لگ بھگ موضع لکھو کے سے دو میل کے فاصلے پر حضرت مولانا محمد علی لکھوی مرحوم ومغفور نے قائم کیا تھا۔ یہ کل رقبہ 145 ایکڑ زمین پر مشتمل تھا۔ اس کی آبادی صرف چار گھروں پر محیط تھی۔ ایک گھر مولانا کا اپنا تھا، ایک مزارع کا، ایک فتح محمد لوہار کا اور ایک قمر دین ترکھان کا......! یہ آبادی دو یا تین ایکڑ زمین میں تھی۔ باقی 43۔142 ایکڑ زمین زرعی تھی، جس میں غلہ وغیرہ بویا جاتا تھا۔ 1945ء میں مولانا محمد علی لکھوی تو مدینہ منورہ میں اقامت گزیں تھے، لیکن ان کے دو صاحب زادے مولانا محی الدین اور مولانا معین الدین لکھوی مرکز الاسلام میں سکونت پذیر تھے۔ وہاں جو دارالعلوم قائم تھا، اس کا نام جامعہ محمدیہ تھا۔ اس میں ایک خاص پیمانے پر طلبا کو قدیم اور جدید تعلیم دی جاتی تھی۔ جو مدرس وہاں فرائض تدریس انجام دیتے تھے، ان میں چودھری غلام حسین تھاڑیہ اور یہ فقیر شامل تھے۔ چودھری غلام حسین تھاڑیہ نے فیروز پور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے آر، ایس، ڈی (رام سکھ داس) کالج سے بی، اے پاس کیا تھا۔ مرکز الاسلام کے قریب ہی ان کا گاؤں (چک تہاڑیہ) تھا اور وہ اس نواح کی ارائیں برادری کے ایک معزز فرد تھے۔ آج کل ضلع قصور کے موضع تلونڈی میں مقیم ہیں اور میرے مخلص و محترم دوست ہیں۔ ہمارے ملک کے ممتاز ادیب وصحافی اسداللہ غالب ان کے داماد ہیں اور کالم نگار عمار چودھری ان کے نواسے۔

مرکز الاسلام سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ریاست فرید کوٹ میں ایک گاؤں دیپ سنگھ والا تھا۔ اس گاؤں کا انتساب اگرچہ ایک ''سکھ'' کے نام پر تھا، لیکن اس میں مسلمان اچھی خاصی تعداد میں آباد تھے اور زمین جائداد کے مالک تھے۔ مسلمانوں میں احناف کے بریلوی افکار کے حامل بھی تھے اور اہل حدیث حضرات بھی......! 1945ء میں یا اس کے پس و پیش وہاں مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبدالقادر حصاری قیام فرماتے تھے اور انھوں نے ایک مدرسہ بھی وہاں جاری کیا تھا۔ وہ نہایت مستعد، باہمت، اپنے مسلک پر پوری طرح عامل اور اچھے مقرر وواعظ تھے۔ وہاں کے بریلوی حضرات نے ان کو ''علم غیب'' کے موضوع پر مناظرے کا چیلنج دیا اور کہا کہ نبی ﷺ کو غیب کا علم تھا اور حضور ﷺ جانتے تھے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے اور ہماری نظروں سے دور کیا ہو رہا ہے۔

مولانا عبدالقادر حصاری نے بریلویوں کا چیلنج قبول کیا اور مناظرے کی شرائط طے کر کے اور وقت و تاریخ وغیرہ مقرر کر کے حافظ عبدالقادر روپڑی کو تشریف لانے کی دعوت دی۔ بریلوی حضرات کی طرف سے مناظر مولانا محمد عمر اچھروی تھے، جیسا کہ ان کی نسبتِ سکونت سے واضح ہے، وہ لاہور کے علاقہ ''اچھرہ'' کے رہنے والے تھے۔ مئی کا مہینا تھا اور سورج آگ اُگل رہا تھا۔ اس کے ساتھ لو یعنی گرم ہوا نے بھی زور باندھ رکھا تھا۔ اس کے باوجود اردگرد کے دیہات کے بے شمار لوگ دیپ سنگھ والا میں پہنچ گئے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ نقشہ کچھ اس قسم کا آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے کہ جہاں مجلس مناظرہ کے انعقاد کا اہتمام کیا گیا تھا، وہاں پانی کا کچا تالاب (یعنی جوہڑ) تھا جیسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ عام طور پر اس زمانے کے دیہات میں ہوتا تھا، اس کے اردگرد گھنے سایہ دار درخت تھے۔ ان درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں دونوں مناظروں کے لیے میز کرسیاں آمنے سامنے رکھ دی گئی تھیں۔ پینسٹھ چھیاسٹھ سال قبل کے اس مناظرے کی تمام تفصیلات تو ذہن میں محفوظ نہیں رہیں، البتہ یہ دلچسپ منظر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے کہ جب حافظ صاحب کے حریف مولانا محمد عمر اچھروی کے علم کی کشتی مناظرے کے دریا میں ڈگمگانے لگی اور ان کی گفتگو بے چارگی کی سرحدوں پر جا پہنچی تو حافظ صاحب نے اپنے مناظرانہ فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر آخری حملہ یہ کیا کہ سوسو کے پانچ نوٹ، جو اس زمانے میں سبز رنگ کے ہوتے تھے، جیب سے نکالے۔ ان میں سے ایک نوٹ پگڑی کے بیچے ماتھے پر لٹکایا، دو اسی طرح پگڑی کے بیچے سے ایک ایک کر کے دونوں کانوں پر لٹکائے اور دو نوٹ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر بہ آواز بلند حریف کو مخاطب کر کے للکارا:

''مولوی صاحب! اگر آپ میرے سوالوں کا صحیح جواب دے دیں تو چھتروں جیسے یہ پانچ ہرے ہرے نوٹ آپ کی خدمت میں پیش کر دیے جائیں گے۔''

یہ اس میدان مناظرہ میں حافظ صاحب کے آخری الفاظ تھے، جنھیں سننے کے بعد مولانا محمد عمر اچھروی کو اپنی جگہ سے اٹھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اور اس طرح یہ مناظرہ حافظ عبدالقادر کی فتح کا جھنڈا الہراتا ہوا منزلِ اختتام کو پہنچ گیا۔

میں نے حافظ صاحب کی تقریریں بھی بہت سنیں، ان کی اقتداء میں متعدد مرتبہ نماز جمعہ بھی پڑھی اور ان کے خطبات سننے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ لیکن ان کے مناظرے دو ہی سننے کا اتفاق ہوا۔ بلاشبہ وہ بہت کامیاب مقرر اور حاضر جواب مناظر تھے۔ حریف کو گرفت میں لانے اور اس کے سوالات کا فوری جواب دینے کے فن میں کامل مہارت رکھتے تھے۔

جب وہ میدانِ مناظرہ میں میں قدم جما کر کھڑے ہو جاتے اور حریف کو للکارتے تو اس کے لیے ان کا سامنا کرنا بے حد مشکل ہو جاتا اور اسے مجبوراً میدان چھوڑنا پڑتا۔ اگر کسی صاحب کے جذبۂ دین داری کو ٹھیس نہ لگے تو جی چاہتا ہے کہ اس سلسلے میں وارث شاہ کا ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعر پیش کیا جائے۔

جھیڑیاں لین اڈاریاں نال بازاں اوہ بلبلاں تھک مریاں نے
اونھاں ہرنیاں دی عمر ہو چکی پانی شیر دی جوہ جو پیندیاں نے

یعنی جو بلبلیں باز کے ساتھ اڑنے کا مقابلہ کرتی ہیں وہ راستے ہی میں تھک کر مر جاتی ہیں اور جو ہرنیاں شیر کی گھاٹ پانی پینے کی کوشش کرتی ہیں، انھیں شیر دبوچ لیتا ہے اور وہ اپنی عمر گنوا بیٹھتی ہیں۔

بعض حضرات کہا کرتے ہیں کہ مناظرے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ یہ محض فریقین کے علم کی نمائش کا ذریعہ ہے۔ دو شخص گفتگو کے اکھاڑے میں اترتے ہیں اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے علم کی کشتی شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے تلخیاں بڑھتی ہیں اور دلوں میں کدورتوں کے جراثیم جنم لیتے ہیں۔ لیکن مجھے اس نقطہ نظر سے اتفاق نہیں۔ میرے خیال میں مناظرے سے صحیح اور غلط میں امتیاز کی راہیں کھلتی ہیں۔ سچ اور جھوٹ میں فرق کا پتا چلتا ہے۔ مسائل نکھرتے اور حقائق کھل کر سامنے آتے ہیں۔

بہت لوگ مناظروں سے متاثر ہو کر راہ راست پر آئے اور کسی اہم مسئلے میں فریقین کے دلائل سننے کے بعد ان پر حقیقت واضح ہوئی اور وہ صراط مستقیم پر گام زن ہوئے۔

مسلک اہل حدیث سے وابستہ مناظر حضرات میں سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ابوالقاسم بنارسی، مولانا احمد الدین گکھڑوی، حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا عبداللہ معمار، مولانا نور حسین گھرجاکھی اور دیگر متعدد بزرگان دین شامل ہیں۔ ان کے حالات کے ساتھ اگر کوئی صاحب ان کے مناظروں کی تفصیل (جو میسر آئے) لکھ دیں تو میرے خیال میں یہ بڑی خدمت دین ہوگی اور تبلیغ اسلام کی تگ ودو کے سلسلے کا ایک دلچسپ گوشہ لوگوں کے علم ومطالعہ میں آئے گا۔

حافظ عبدالغفار اور حافظ عبدالوہاب روپڑی نے یہ بہت اچھا کیا کہ ''میزان مناظرہ''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام سے دو جلدوں میں حافظ عبدالقادر کے بعض مناظروں کی تفصیل شائع کر دی ہے۔ اس میں ہمارے دوست حکیم محمد یحییٰ ڈاہروی کی کوششوں کا بھی دخل ہے۔ ''تذکرہ المناظرین'' کے نام سے ہندوستان میں بھی مختلف حضرات کے مناظروں کا تذکرہ شائع ہو گیا ہے۔ تذکرۃ المناظرین بھی دو جلدوں پر مشتمل ہے جو مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری (استاذ جامعہ اثریہ مئو ہندوستان) نے مرتب کیا اور ادارہ تحقیقات اسلامی مئو کی طرف سے شائع ہوا۔

پہلی جلد میں 1835ء سے 1946ء تک کے علمائے اہل حدیث کے ان مناظروں اور مباہلوں کا ان کے مختصر حالات کے ساتھ ذکر ہے جو انھوں نے مختلف مسالک کے اہل علم سے کیے۔ یہ جلد 624 صفحات پر مشتمل ہے۔

دوسری جلد میں 1947ء سے 2001ء تک کے مناظروں اور مباہلوں کا تذکرہ ہے۔ اس میں بھی مناظرین کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ جلد 732 صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہ بہت اچھی خدمت ہے جو ہندوستان کے ایک عالم دین نے سرانجام دی۔ میرے خیال میں اس موضوع پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔

کسی کے حالات میں صرف یہ لکھ دینا کافی نہیں کہ وہ بہت بڑے مناظر تھے اور اپنے حریف کو چند لمحوں میں خاموشی اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے تھے...... اس کی مثالیں دینی چاہئیں اور بتانا چاہیے کہ انھوں نے کس عالم سے کس مقام پر کس موضوع سے متعلق مناظرہ کیا اور پھر اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ فریقین کی باہمی گفتگو کا کوئی حصہ یاد ہو یا کسی سے سنا ہو یا کہیں پڑھا ہو تو اس کا تذکرہ ضرور کرنا چاہیے۔ یہ کام محنت طلب تو بے شک ہے لیکن ہے بڑا مفید اور دلچسپ۔ خوشی کی بات ہے کہ یہ اہم کام میزانِ مناظرہ میں بھی ہوا اور تذکرۃ المناظرین میں بھی۔

ہم اپنے علمائے کرام کے حالات اور بزرگان دین کے واقعات جمع کرنے، ایک خاص ترتیب کے ساتھ انھیں محفوظ کرنے اور ضبط تحریر میں لانے میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں ان کے متعلق بعض بنیادی باتوں کا بھی علم نہیں ہوتا اور جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو بے حد پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

آج سے کم وبیش دوسوسال قبل پنجاب میں اہل حدیث کے دو خاندان ایسے تھے جو درس وتدریس کے میدان میں بھی سرگرم عمل تھے، تصنیف وتالیف کے مختلف شعبوں میں بھی ان کی تگ وتاز جاری تھی اور روحانی اعتبار سے بھی لوگ ان سے فیض حاصل کرتے تھے۔ وہ تھے لکھوی حضرات اور غزنوی علمائے کرام۔ اس وقت ہمارے ہاں درس وتدریس کے جو سلسلے جاری ہیں اور جو مدرسین عظام یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں، بالواسطہ یا بلاواسطہ ان خاندانوں کے فیض یافتہ ہیں۔ روپڑی خاندان کے اکابر نے بھی انھی سے استفادہ کیا تھا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اس فقیر نے اپنی مختلف کتابوں میں لکھوی اور غزنوی خاندان کے تقریباً تمام علمائے کرام کا تذکرہ کردیا ہے۔ روپڑی بزرگانِ دین کے واقعاتِ زندگی بھی بیان کردیے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالك

حافظ عبدالقادر روپڑی اس فقیر کے مہربان تھے۔ جہاں ملاقات ہوتی نہایت شفقت کا اظہار کرتے۔ ایک دفعہ میرے اس وقت کے دفتر ادارہ ثقافت اسلامیہ تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے۔ میں انھیں دیکھ کر متعجب بھی ہوا اور خوش بھی۔! عرض کیا آپ کی تشریف آوری تو اس عاجز کے لیے نہایت مسرت کا باعث ہے لیکن اگر کچھ ارشاد فرمانا مقصود تھا تو مجھے پیغام بھجوادیتے، میں بلاتامل حاضر ہوجاتا۔

بولے: ایک کام سے آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم اس کی انجام دہی پر آمادہ ہوجاؤ۔

عرض کیا: حکم کیجیے اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور تعمیل ہوگی۔

فرمایا: تمھارے بس میں ہے اور تم کرسکتے ہو۔ وہ کام یہ ہے کہ ''تنظیم اہل حدیث'' کا اداریہ لکھ دیا کرو۔

انھوں نے بہت کہا اور بار بار کہا، افسوس ہے میں اس حکم کی تعمیل نہ کرسکا۔ عرض کیا میں انتہائی معذرت چاہتا ہوں۔ اس خدمت کی انجام دہی میرے بس کی بات نہیں ہے۔

ایک دن میں دفتر سے نکلا اور نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد قدس گیا۔ حافظ صاحب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ میں مسجد کے صحن میں دھوپ میں بیٹھ گیا۔ انھوں نے مجھے دیکھ لیا۔ دوسرا خطبہ ختم ہونے کو آیا تو میرا نام لے کر فرمایا کہ وہ سامنے بیٹھے ہیں۔ نماز کے بعد مجھے ملے بغیر نہ جائیں۔ چنانچہ میں ملا۔ بعض ملاقاتیوں سے باتیں کرنے کے بعد مجھے اپنے کمرے میں لے گئے۔ کافی دیر جماعتی سلسلے میں گفتگو ہوتی رہی۔ اس اثنا میں مجھے چائے بھی پلائی اور کھانا بھی کھلایا۔ یہ ان کا اس فقیر پر کرم تھا۔

ایک دفعہ میں نے اور مولانا محمد حنیف ندوی نے مغرب کی نماز مسجد قدس میں پڑھی۔ حافظ صاحب نے نماز پڑھائی اور ہمیں دیکھ کر اور مل کر نہایت مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا میں آپ کو آج وہ چائے پلاؤں گا جس کا ذکر مولانا ابوالکلام آزاد نے ''غبار خاطر'' میں کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے وہ چائے پلائی اور بتایا کہ اس چائے کا ڈبہ انھیں ایک دوست نے بطور تحفہ دیا ہے۔ اسے خاص خاص دوستوں کو پلاتا ہوں، خود بہت کم پیتا ہوں۔

1970ء کے الیکشن میں حافظ صاحب پیپلز پارٹی کے سخت خلاف تھے۔ حضرت مولانا عبدالقادر قصوری کے فرزند گرامی میاں محمود علی قصوری مرحوم پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر لاہور سے الیکشن لڑ رہے تھے۔ میں کسی سیاسی پارٹی سے وابستہ نہیں تھا اور میاں محمود علی قصوری چوں کہ اہل حدیث تھے، اس لیے ان کا حامی تھا اور ان کے حلقۂ انتخاب میں ان کی حمایت کے لیے جاتا تھا۔ ایک دن نماز عشا کے بعد میاں صاحب کے کہنے سے میں اور میاں صاحب کے صاحب زادے میاں عمر محمود قصوری ایڈووکیٹ مسجد قدس میں حافظ صاحب کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ میاں صاحب اہل حدیث ہیں اور اہل حدیث کی حیثیت سے ان کی مدد کرنی چاہیے۔ حافظ صاحب نے بڑے تحمل سے ہماری گزارش سنی اور فرمایا میرا تو آپ کے ساتھ ان کے حلقہ انتخاب میں ان کی مدد کے لیے جانا مناسب نہیں۔ آپ ان کے حلقے کے فلاں فلاں افراد سے ملیے اور انھیں میرا پیغام پہنچایے۔ میں خود بھی کسی وقت اکیلا ان سے ملوں گا۔ چنانچہ ہم ان حضرات کے پاس گئے اور حافظ صاحب کا پیغام پہنچایا اور اس کا وہی نتیجہ نکلا جو ہم چاہتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح حضرت الاستاذ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحوم ومغفور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے بھی اسی انداز سے میاں محمود علی قصوری کی حمایت کی۔ البتہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے بڑے صاحب زادے مولوی عمر فاروق غزنوی ہمارے ساتھ گئے اور جماعت کے لوگوں سے واضح الفاظ میں میاں محمود علی قصوری کو ووٹ دینے اور ان کی حمایت کے لیے کوشاں ہونے کے لیے کہا۔ اس وقت دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں حافظ عبدالرشید گوہڑوی مرحوم فریضہ تدریس انجام دیتے تھے، وہ بھی ہمارے ساتھ گئے اور لوگوں پر میاں محمود علی قصوری کی مدد کے لیے زور دیا۔

حافظ عبدالقادر کے ایک بے تکلف دوست بشیر احمد بھٹی تھے۔ مجھ سے بھی وہ اچھے مراسم رکھتے تھے۔ میرے ساتھ حافظ صاحب ان کے پاس گئے اور آمد کا مقصد بیان کیا۔ رات کا کھانا ہم نے انہی کے ہاں کھایا اور جو مقصد ہم لے کر گئے تھے، اس میں انھوں نے ہمارے ساتھ تعاون کیا۔

ایک دن مولانا عبدالقادر ندوی مرحوم میرے پاس تشریف لائے۔ وہ میری رفاقت میں حافظ صاحب سے ملنا چاہتے تھے۔ حافظ صاحب بیمار تھے اور مسجد قدس میں ان کا قیام تھا۔ ظہر سے تھوڑی دیر پہلے ہم ان کی خدمت میں گئے۔ حافظ صاحب اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے، مسجد میں چل کر جانا مشکل تھا۔ کافی دیر ہم ان کی خدمت میں رہے۔ ہم نے جانے کے لیے اجازت چاہی تو فرمایا کھانا کھائے بغیر آپ نہیں جا سکتے۔ چنانچہ انھوں نے ہمارے لیے کھانا منگوایا۔ پھر چائے پلائی۔ اس کے بعد فرمایا اجازت دینے کو جی تو نہیں چاہتا، لیکن آپ ضرور جانا ہی چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی۔!

حافظ عبدالقادر روپڑی کو سلطان المناظرین کہا جاتا ہے اور وہ واقعی سلطان المناظرین تھے۔ مناظرے کا نام سن کر ان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھتا تھا اور ان کے دل کی کھیتی مسرت کی آب یاری سے لہلہانے لگتی تھی۔

وہاڑی کے ایک شخص نے بتایا کہ 1961ء کی بات ہے، وہاڑی میں انجمن اہل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے سالانہ تبلیغی جلسے میں حافظ عبدالقادر روپڑی تقریر کر رہے تھے کہ وہاں کی ایک مسجد کے حنفی خطیب کا ان کے نام رقعہ آیا کہ وہ فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر ان سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ صاحب نے اس پر بے حد خوشی کا اظہار کیا اور ان کی دعوتِ مناظرہ قبول کرتے ہوئے فرمایا: آیئے ابھی مناظرہ کرتے ہیں، چنانچہ وہ خطیب صاحب اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لائے اور گفتگو شروع ہوئی تو تابِ مقابلہ نہ لا کر چند لمحوں کے بعد واپس چلے گئے۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا ''میزان مناظرہ'' کے نام سے دو جلدوں میں حافظ عبدالقادر صاحب کے بعض مناظروں کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔ پہلی جلد 418 اور دوسری 272 صفحات پر مشتمل ہے۔ 690 صفحات کی ان دو جلدوں میں دلچسپ انداز میں ان کے مناظروں کا تذکرہ ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ پھر جس مناظر سے جس موضوع پر مناظرہ ہوا اس کی وضاحت بھی کتاب میں آ گئی ہے۔ یہ انتہائی اہم خدمت ہے جو سرانجام دی گئی اور چھپ بھی گئی اور اسے لوگوں نے دلچسپی سے پڑھا اور پڑھ رہے ہیں۔

مناظرے کے علاوہ حافظ صاحب کی عام تقریر بڑی مدلل اور آیاتِ قرآن اور احادیث پیغمبر ﷺ سے مزین ہوتی تھی۔ ہمارے مرحوم دوست مولانا عبدالعزیز سعیدی کے فرزند گرامی پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی بیان کرتے ہیں کہ 1980ء سے 1983ء تک وہ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتے رہے تھے۔ ایک مرتبہ حج کے موقعے پر انھوں نے مسجد نبوی میں مغرب کی نماز پڑھی۔ مسجد کے اندرونی حصے سے باہر صحن میں آئے تو دیکھا کہ حافظ عبدالقادر روپڑی اردو میں تقریر کر رہے ہیں اور بہت سے پاکستانی اور ہندوستانی ان کی تقریر سن رہے ہیں۔ سامعین میں عرب بھی خاصی تعداد میں موجود تھے اور غور سے تقریر سن رہے تھے۔ تقریر قرآن وحدیث کی روشنی میں شانِ رسالت کے موضوع پر ہو رہی تھی اور بتایا جا رہا تھا کہ اہل حدیث کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقام وہی ہے، جس کی قرآن وحدیث میں وضاحت فرمائی گئی ہے۔ تقریر اس قدر موثر تھی کہ اکثر لوگوں کی آنکھوں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنسو جاری تھے۔ عرب سامعین بھی شدتِ تاثر سے رو رہے تھے۔ پروفیسر سعید مجتبیٰ بتاتے ہیں کہ ایک عرب باشندے سے میں نے پوچھا آپ تقریر سن کر رو رہے ہیں، آپ کو اس کی سمجھ آتی ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ مقرر جس انداز اور روانی سے تقریر میں قرآن کی آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھ رہے ہیں، اس سے پتا چلتا ہے کہ تقریر کس موضوع پر ہو رہی ہے۔ اس نے کہا: مقرر کا اسلوبِ بیان بڑا پُر تاثیر ہے۔

حافظ عبدالقادر روپڑی تبلیغ دین کے بے حد شائق بلکہ کہنا چاہیے کہ نہایت حریص تھے۔ جہاں انھیں اس کے لیے بلایا جاتا فوراً تیار ہو جاتے۔ اگر وہاں پہنچنے کے لیے کوئی سواری مل گئی تو سواری کے ذریعے چلے گئے، ورنہ پیدل ہی چل پڑتے۔ ایک مرتبہ کسی جلسے میں انھیں بلایا گیا۔ تاریخ مقررہ آئی تو اس گاؤں میں جانے کے لیے بس پر سوار ہوئے۔ لوگ انھیں لینے کے لیے بس سٹاپ پر آئے، لیکن بس بہت دیر سے عشا کے قریب آئی۔ لوگ انتظار کر کے چلے گئے۔ حافظ صاحب نے اِدھر اُدھر دیکھا تو ان کو گاؤں میں لے جانے والا کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ کسی سے پوچھ کر رات کے اندھیرے میں پیدل گاؤں کو روانہ ہو گئے، لیکن آگے جا کر راستہ بھول گئے اور وہیں بیٹھ گئے۔ رات وہیں گزار دی۔ صبح کے وقت کچھ لوگ ادھر سے گزرے تو اس گاؤں کا راستہ پوچھ کر گاؤں پہنچے۔

حافظ عبدالقادر روپڑی کا حلقۂ تبلیغ اور دائرۂ تقریر ملک کی حدوں تک ہی محدود نہیں رہا، اس کے لیے انھیں انگلستان میں بھی بلایا گیا اور وہاں کے متعدد مقامات میں انھوں نے تقریریں کیں۔ پاکستان اور ہندوستان کے بے شمار مسلمان ان دیار میں سکونت پذیر ہیں۔ انھوں نے نہایت شوق سے ان کی تقریریں سنیں اور ان کے طرزِ بیان اور اسلوبِ تبلیغ سے وہ بے حد متاثر ہوئے۔ بلاشبہ حافظ صاحب ممدوح بہت اچھے مقرر اور بہت اچھے مناظر تھے۔ اللہ نے ان کی زبان میں بڑا اثر رکھا تھا اور لوگ ان کے وعظ و تقریر کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

جس طرح حافظ صاحب تبلیغ دین کے شائق تھے، اسی طرح ہمیشہ حصولِ علم کے متمنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی روپڑ اور لاہور کی مسجد قدس میں ان کا یہ حال تھا کہ جب حضرت حافظ محدث روپڑی طلبا کو پڑھاتے تو یہ بھی طلبا کے ساتھ سبق میں جا بیٹھتے۔ کسی بھی موضوع کی کوئی بھی چھوٹی بڑی کتاب ہوتی، یہ اس میں شامل ہو جاتے۔ نقطۂ نظر حضرت محدث روپڑی سے استفادہ کرنا تھا۔ حضرت مرحوم ہر کتاب کے ہر سبق میں کوئی نہ کوئی علمی نکتہ بیان فرماتے تھے اور یہ نکتہ ان کے علم میں آجاتا تھا۔ ہر عمر اور ہر موقعے پر علم کی یہ حرص نہایت قابلِ تحسین ہے۔

قیامِ پاکستان سے پہلے حافظ صاحب کا سیاسی تعلق مسلم لیگ سے تھا اور وہ تحصیل روپڑ کی مسلم لیگ کے صدر تھے۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں اپنے 35 ساتھیوں سمیت گرفتار ہوئے اور انبالہ جیل میں بند کر دیے گئے۔ جیل میں پنج وقتہ نماز کے لیے اذانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جیل کا سپرنٹنڈنٹ ہندو تھا، اس نے اذان دینے سے روکا، لیکن انھوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ مقدمہ چلا تو سات سال قید کی سزا سنائی گئی، لیکن بعد میں انھیں رہا کر دیا گیا۔ پھر پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا تو بڑی مشکل سے پاکستان پہنچے۔

حافظ عبدالقادر کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ 1953ء میں مرزائیت کے خلاف جو تحریک چلی تھی، حافظ صاحب نے اس میں بے حد سرگرمی کا مظاہرہ کیا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اس میں اہل حدیث علما و عوام نے بڑے جوش و جذبے کے ساتھ حصہ لیا تھا۔ ان کے بے شمار لوگ گرفتار کیے گئے تھے اور کئی کئی مہینے ملک کی مختلف جیلوں میں قید رہے تھے۔ اس تحریک کے نتیجے میں 1953ء کے فروری میں حکومت نے مارشل لا لگا دیا تھا۔ اس کی خلاف ورزی میں لاتعداد اہل حدیث حضرات کو پکڑ کر جیلوں میں بند کر دیا گیا تھا۔ حافظ صاحب نے اس تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے بے پناہ تگ و دو کی۔ مرزائیت کی مخالفت ان کا خاص موضوع تھا، اس لیے اس میں وہ ہر آن اور ہر موقعے پر پیش پیش رہے اور اس کے نتیجے میں کافی عرصہ جیل میں رہے۔

1974ء میں مرزائیوں کی مخالفت میں تحریک چلی تو اس میں بھی انھوں نے خوب کام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اور مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کے مطالبے پر بڑی سرگرمی دکھائی۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ

☆ مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ سب سے پہلے اہل حدیث عالم حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا اور اس پر اولین دستخط حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ثبت فرماتے تھے۔

☆ مرزا غلام احمد سے مناظرہ ومباحثہ کرنے کے لیے سب سے پہلے جو عالم قادیان گئے، وہ اہل حدیث تھے اور ان کا اسم گرامی تھا، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری۔! وہ 11۔جنوری 1903ء کو قادیان گئے تھے اور مرزا صاحب ان کے مقابلے میں نہیں آئے تھے۔

☆ اس کے نتیجے میں فاتح قادیان کا خطاب ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو دیا گیا تھا۔

☆ مرزا صاحب کی موت کا باعث بھی مولانا ثناء اللہ صاحب ہوئے۔ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔ میری دعا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ اس مضمون کا اشتہار انھوں نے 15۔اپریل 1907ء کو شائع کیا تھا۔ چنانچہ اس دعا سے چودہ مہینے دس دن بعد 26۔جون 1908ء کو مرزا صاحب لاہور میں مر گئے، جب کہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس سے چالیس برس بعد 15۔مارچ 1948ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ یعنی جھوٹا (مرزا) سچے (مولانا ثناء اللہ) کی زندگی میں مر گیا۔ مرزا صاحب کی زندگی بھر کی یہی ایک دعا یا بد دعا تھی جو قبول ہوئی۔

☆ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ سب سے پہلے اہل حدیث نے کیا۔ 1950ء میں اس موضوع پر مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم نے ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں مضامین لکھے، اور اس پر زور دیا کہ پاکستان کے آئین میں مرزائیوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی، حکومت انھیں اقلیت قرار دے، بلکہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں خود مرزائیوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے کہ وہ حکومت سے مطالبہ کریں کہ انھیں اقلیت کا درجہ دیا جائے۔ اس ملک کے آئین میں یہی صورت ان کے لیے فائدہ مند رہے گی۔

1953ء میں مولانا محمد حنیف ندوی کی کتاب ''مرزائیت نئے زاویوں سے'' کے نام سے شائع ہوئی تھی جو ان کے ان بہت سے مضامین پر مشتمل تھی جو اس موضوع سے متعلق ''الاعتصام'' میں شائع ہوئے تھے۔ اپنی نوعیت کی یہ اولین کتاب تھی جو چند روز میں ختم ہوگئی تھی۔ اس کے بعد اسے طارق اکیڈمی فیصل آباد نے شائع کیا۔

حافظ صاحب سے متعلق ہم اپنی گزارشات کے آخری موڑ پر پہنچ گئے ہیں اور یہ وہ مقام ہے، جہاں سے خود ان کے کاروان حیات کا بھی آخری موڑ شروع ہوجاتا ہے...... اس موڑ میں وہ اس طرح داخل ہوتے ہیں کہ پہلے انھیں شوگر ہوئی، لیکن انھوں نے اس کی پروا نہیں کی۔ تبلیغی سرگرمیاں بہ دستور جاری رہیں۔ دور ونزدیک کے سفر کا سلسلہ چلتا رہا۔ وعظ وتقریر میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ خوش مزاج، بلند حوصلہ اور ہنس مکھ عالم دین تھے۔ بیماری یا تکلیف سے گھبرانے اور آرزدہ خاطر ہونے کے عادی نہ تھے۔ مرض اور تکلیف کے باوجود تقریر کے لیے جس نے جہاں بلایا، چل پڑے، اپنی صحت اور جسمانی حالت کی کبھی پروا نہ کی۔ پیدل جانا پڑا تو پیدل جا رہے ہیں۔ کسی نے سائیکل پر بٹھالیا ہے تو سائیکل پر بیٹھ گئے ہیں۔ تانگے، موٹر یا بس کی سواری مل گئی ہے تو اس میں سوار ہوگئے ہیں۔ آرام وسہولت سے انھیں کبھی سروکار نہیں رہا۔ ابتدا میں شوگر کے مرض کا انھوں نے زیادہ خیال نہیں کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرض تیزی سے بڑھنے لگا، یہاں تک کہ اس نے اندر سے بہت حد تک انھیں کھوکھلا کر دیا اور اپنے ساتھ اور بھی کئی تکلیفیں لے آیا۔ علاج معالجے کی تمام سہولتیں حاصل تھیں لیکن انھوں نے ان سہولتوں سے زیادہ فائدہ نہیں اٹھایا۔

پھر ایک وقت آیا کہ انھیں اتفاق ہسپتال میں داخل کرادیا گیا۔ ہسپتال کے معالجوں نے توجہ اور محنت سے ان کے علاج کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ عرصہ ہسپتال میں رہنے کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر آ گئے۔ گھر میں تکلیف بڑھی تو دوبارہ ہسپتال کا رخ کیا گیا۔ میں ان کی عیادت کے لیے ایک دفعہ مولانا محمود احمد غضنفر کے ساتھ ماڈل ٹاؤن ان کی کوٹھی نمبر 119 سی بلاک گیا۔ دوسری مرتبہ ایک اور دوست کی معیت میں گیا۔ اسی طرح تین چار دفعہ ہسپتال جا کر ان کی مزاج پرسی کی۔ وہ بیماری کے باوجود باتیں کرتے اور گزشتہ دور کے واقعات سنتے اور سناتے تھے۔ آخری مرتبہ دسمبر 1999ء کی پہلی یا دوسری تاریخ کو حافظ احمد شاکر، حافظ عبدالرشید گوہڑوی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ (انجینئرنگ یونیورسٹی) اور یہ فقیر ہسپتال میں ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ اب وہ انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں تھے۔ بے حد کم زوری نے چاروں طرف سے انھیں گھیر رکھا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ زبان سے کوئی لفظ بولنا ان کے لیے مشکل ہو گیا تھا۔ بہت اونچی آواز سے اپنا نام بتایا جاتا تو کچھ سمجھ لیتے تھے۔ اس کا اندازہ اس وقت ہوتا تھا، جب وہ سر کو ذرہ جنبش دیتے یا نہایت ہلکی آواز میں ''ہوں'' کہتے۔

ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ تیزی کے ساتھ عالم جاودانی کی طرف جا رہے ہیں۔ 1915ء کو ان کی ولادت ہوئی تھی اور اس جہان فانی کا 84 سالہ دور گزار کر اب ان کا قافلہ حیات جنت الفردوس کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ آخر 6۔ دسمبر 1999ء (27۔ شعبان 1420ھ) کی تاریخ تھی اور دوشنبہ کا دن تھا کہ جوں ہی گھڑی کی سوئیاں چلتے چلتے شام کے چار بج کر 45 منٹ پر پہنچیں، فرشتہ اجل نے صدا دی۔

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾
فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾

(اے اطمینان پانے والی روح۔ اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے ممتاز بندوں میں داخل ہو جا اور میری بہشت میں اپنا مسکن بنا لے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدمات

یہاں یہ الم انگیز حقیقت بھی عرض کر دیں کہ حافظ عبدالقادر صاحب کے سانحہ ارتحال کے بعد روپڑی خاندان یکے بعد دیگرے کئی صدمات سے دوچار ہوا۔

ان کی وفات پر ابھی پورے دو مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ

☆ یکم فروری 2000ء کو ان کے بڑے صاحب زادے جناب عارف سلمان روپڑی کا دس سالہ بیٹا حافظ محمد عثمان اچانک وفات پا گیا۔

☆ حافظ صاحب مرحوم کے عم محترم اور حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے برادرِ صغیر حافظ عبدالرحمن کمیرپوری مختصر علالت کے بعد 9۔مارچ 2000ء کو وفات پا گئے۔

☆ اس سے چند روز بعد عارف سلمان صاحب روپڑی کے دوسرے بیٹے حافظ محمد عمر پر دل کا حملہ ہوا اور انھیں ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ کچھ افاقہ ہوا تو امراض قلب کے ماہرین نے اس بچے کو مزید علاج کے لیے امریکہ یا برطانیہ لے جانے کا مشورہ دیا، چنانچہ اسے امریکہ لے جایا گیا اور وہاں اس کے دل کا اپریشن کرایا گیا۔

☆ 5۔اگست 2000ء کو حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے صاحب زادہ گرامی پروفیسر حافظ مسعود احمد روپڑی دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔

☆ 21۔اگست 2000ء کو حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے پوتے ہارون روپڑی ایک حادثے میں وفات پا گئے۔

اس طرح حافظ عبدالقادر صاحب کے سفرِ آخرت پر روانہ ہونے کے ساتھ ہی اس خاندان کو متعدد الم ناک حادثات پیش آئے۔

دعا ہے اللہ مرحومین کو جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ بیماروں کو صحت سے نوازے اور زندوں سے اپنے دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت لے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی حکمرانوں کے تعزیت نامے

حافظ عبدالقادر روپڑی کی وفات پر پاکستان میں تو اظہار حزن وملال ہونا ہی تھا، سعودی حکمرانوں نے بھی اظہار تعزیت کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ

اس عالم جلیل کی وفات پر ملک اور بیرون ملک کے بے شمار لوگوں نے ٹیلی فون اور خطوط کے ذریعے ان کے عم زاد جناب حافظ عبدالرحمن مدنی اور ان کے صاحب زادے جناب عارف سلمان روپڑی سے تعزیت کی۔ اس خاندان کے سعودی عرب کے حکمران خاندان اور وہاں کے علما وزعما سے گہرے مراسم تھے، اس لیے ان کی طرف سے بھی تعزیتی پیغامات موصول ہوئے۔ ذیل میں ان حضرات کے پیغامات درج کیے جا رہے ہیں۔ پہلے اُس دور کے سعودی حکمران خادم الحرمین فہد بن عبدالعزیز اور اس زمانے کے ولی عہد اور موجودہ خادم الحرمین محترم المقام عبداللہ بن عبدالعزیز کا مشترکہ تعزیت نامہ ملاحظہ کیجیے۔ اس کے بعد دیگر شخصیات کے پیغامات تعزیت پڑھیے۔

ہر پیغام تعزیت کا اردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔

1.....شاہ فہد اور ولی عہد امیر عبداللہ کا برقیہ:

الرقم: ان/ب/1485ھ/6 التاریخ: 1420/9/15ھ

المکرم عارف سلمان روبری

رئیس لجنة الشؤن السیاسیة فی جماعة اهل حدیث جمهوریة باکستان الاسلامیه

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

فقد علمنا بألغ الاسف عن وفاة الشیخ حافظ عبدالقادر روبری رئیس جماعة اهل الحدیث فی جمهوریة باکستان الاسلامی الشقیقة. ونبعث لکم ولاسرة الفقید تعازینا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومواساتنا البالغة سائلين المولى القدير أن يتغمده برحمته
وواسع مغفرته ويسكنه فسيح جناته ويجزل له الأجروالثواب
على ما بذله فى حياته من خدمات جليلة للعلم وأهله۔ وانا لله
وانا اليه راجعون"

خادم الحرمين الشريفين
فهدبن عبدالعزيز آل سعود
ملك المملكة العربية السعوديه
عبدالله بن عبدالعزيز آل سعود
ولى العهد نائب رئيس مجلس الوزارة
رئيس الحرس الوطني

اردو ترجمہ:

محترم جناب عارف سلمان روپڑی صاحب چیئرمین پولیٹیکل افیرز، جماعت اہل حدیث، پاکستان۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمیں انتہائی افسوس ناک خبر ملی ہے کہ برادر ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جماعت اہل حدیث کے سربراہ مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی انتقال فرما گئے ہیں...... انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم اس اندوہناک موقع پر آپ سے اور مرحوم کے سارے خاندان سے انتہائی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ سے دست بدعا ہیں کہ وہ مرحوم کو وسیع بخششوں سے نواز کر اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے اور انھیں اپنی کشادہ جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

ہماری یہ بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو ان عظیم الشان دینی اور علمی خدمات پر جو انھوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے زندگی بھر علم کے لیے انجام دی ہیں، بہترین اجر عطا فرمائے۔

خادمِ حرمین شریفین فہد بن عبدالعزیز آلِ سعود شاہ مملکت عربیہ سعودیہ
عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود ولی عہد، نائب وزیر اعظم، چیئرمین نیشنل گارڈز

2۔ دنیا بھر کے سعودی مشنوں اور مذہبی امور کے وزیر کا برقیہ:

الرقم: 1/1455 التاریخ: 1420/8/20ھ

المكرم الأخ الشيخ حافظ عبدالرحمن مدنى وفقه الله
نائب رئيس جمعية اهل حديث فى باكستان ومدير جامعة لاهور الاسلاميه

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، امابعد:

فأبعث لكم تعزيتي، وصادق مواساتي فى وفاة الشيخ الحافظ عبدالقادر الروبرى...رحمه الله... وأدعوا الله سبحانه وتعالى أن يتغمد الفقيد بواسع رحمته ويسكنه فسيح جناته، وأن يلهمكم وذويه الصبر والسلوان، والدعاء له.

وانا لله وانا اليه راجعون

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته"

اخوكم صالح بن عبدالعزيز بن محمد آل الشيخ
وزير الشؤون الاسلامية والأوقاف والدعوة والارشاد

ترجمہ:

برادرِ مکرم شیخ حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب نائب امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان و پرنسپل جامعہ لاہور الاسلامیہ

السلام علیکم، ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"

میں الشیخ حافظ عبدالقادر روپڑی کی وفات پر آپ کے لیے سچی غم گساری اور تعزیت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جذبات پیش کرتا ہوں۔ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مرحوم کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے اور انھیں اپنی وسیع وعریض جنتیں نصیب فرمائے۔ نیز اللہ تعالیٰ آپ کو اور مرحوم کے رشتہ داروں کو صبر اور تسلی عطا فرمائے اور ان کے لیے دعا کرنے کی توفیق دے......ہم سب اللہ کے لیے ہیں......اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا بھائی: صالح بن عبدالعزیز بن محمد آل شیخ

وزیر اوقاف واسلامی امور ودعوت وارشاد، سعودی عرب

3۔ گورنر مکہ امیر عبدالمجید بن عبدالعزیز کا تعزیتی برقیہ:

السادة لأهل الحديث عنهم عارف عبدالقادر الروبرى

باكستان (فيكس 5868178) كلب جوك، مادل تاؤن لاهور

رقم: AM/B/2871

قد قرأنا خبر وفاة المشرف العام على الجماعة فضيلة الشيخ عبدالقادر الروبرى، فعظم الله أجر كم، وأحسن عزائكم، ونسال الله أن يتغمده بواسع رحمته ويسكنه فسيح جناته، وأن يجزل لكم الأجر والمثوبة. وانا لله وانا اليه راجعون.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

-عبدالمجيد بن عبدالعزيز

أمير منطقة مكة المكرمة

ترجمہ:

محترم اکابرین اہل حدیث معرفت جناب عارف عبدالقادر روپڑی، کلب چوک ماڈل ٹاؤن لاہور۔

ہم نے جماعت اہل حدیث پاکستان کے نگرانِ اعلیٰ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالقادر روپڑی کی وفات کی خبر پڑھی۔ اس مصیبت پر اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور صبر جمیل کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توفیق بخشے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ مرحوم کو اپنی وسیع رحمت سے ڈھانپ لے اور انھیں اپنی وسیع وعریض جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو اس کے بدلے بہترین اجر وثواب نصیب فرمائے۔ حقیقتاً ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکت نازل ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبدالمجید بن عبدالعزیز (گورنر مکہ مکرمہ)

4......رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ کے سیکرٹری جنرل کا فیکس:

سعادة الأستاذ حافظ عبدالرحمن مدنی وفقه الله تعالىٰ

نائب رئيس المجلس الأعلى لاتحاد اهل الحديث باكستان.

لاهور ومدير جامعة لاهور الاسلامية

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، وبعد:

تلقينا خطاب سعادتكم (بالفاكس) المؤرخ في 7 / 12 / 1999م الذي أفدتم فيه بوفاة الشيخ حافظ عبدالقادر روبري..رئيس المجلس الأعلى لاتحاد اهل حديث بباكستان يوم 28 شعبان 1420ه، فأعظم الله أجر كم وأحسن عزاء كم، ونضرع الى المولى عزوجل أن يتغمد الفقيد بواسع رحمته ويسكنه فسيح جناته، وأن يلهمكم وجميع أسرته ومحبيه الصبر والسلوان،

وانا لله وانا اليه راجعون، والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته"

الأمين العام

د/عبدالله بن صالح العبيد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:

سعادۃ الاستاذ جناب حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب وفقہ اللہ

وائس چیئرمین اتحاد اہل حدیث سپریم کونسل پاکستان اور پرنسپل جامعہ لاہور الاسلامیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم نے فیکس کے ذریعے جناب کا نامہ مبارک مؤرخہ 1999/12/7ء کو وصول کیا۔ آپ نے اس میں اتحاد اہل حدیث، پاکستان کی سپریم کونسل کے چیئرمین فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالقادر روپڑی کی وفات کی اطلاع دی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے اور صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے بڑی عاجزی سے دعا گو ہیں کہ وہ مرحوم کو اپنی وسیع رحمت میں ڈھانپ لے اور انھیں وسیع وعریض جنت میں جگہ عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ کے خاندان اور ان سے محبت رکھنے والوں کو صبر وسکون نصیب فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبداللہ بن صالح العبید (سیکرٹری جنرل)

5۔ پاکستان میں سعودی سفیر کا مراسلہ:

فضیلة الشيخ عارف سلمان روبری حفظه الله

رئيس الشؤون السياسية لجماعة اهل الحديث

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

ببالغ الحزن والأسى تلقيت نبأ وفاة والد كم العلامة الشيخ الحافظ عبدالقادرالروبرى المشرف العام لجماعة اهل الحديث وانى اذاشاطر كم هذا المصاب الجلل فى فقد عالم من أبرز علماء عصره بذل حياته فى نشر العقيدة الاسلامية وساهم فى نشرها وسعى فى سبيلها. أسأل الله أن يتغمده برحمته ويسكنه فسيح جناته وأن يلهمكم الصبر والسلوان.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انالله وانا اليه راجعون ولكم تحياتي"

السفير أسعد الزهير

ترجمہ:

محترم جناب عارف سلمان روپڑی چیئرمین شعبہ سیاسی امور جماعت اہل حدیث پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے حد درجہ رنج والم کے ساتھ آپ کے والد محترم فضیلۃ الشیخ علامہ حافظ عبدالقادر روپڑی نگران اعلیٰ جماعت اہل حدیث کی وفات کی خبر سنی اور میں اس دور کے سربرآوردہ عالم دین کے دنیا سے چلے جانے پر آپ کے اندوہ ناک غم میں برابر کا شریک ہوں۔ اس عالم دین نے عقیدۂ اسلامیہ کی نشرواشاعت میں اپنی زندگی صرف کردی اور اس کی دعوت وتبلیغ میں پورا پورا حصہ لیا اور اس راستے میں مسلسل آگے بڑھتے چلے گئے۔ میں اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ مرحوم کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور انھیں کھلے اور گھنے باغات میں جگہ عطا فرمائے۔ اور آپ کو صبر اور تسلی نصیب فرمائے۔ انا للہ وانا للہ راجعون! اور میری طرف سے آپ کو دعا وسلام۔

اسعد زہیر (سفیر سعودی عرب)

6...... پاکستان میں سعودی عرب کے معاون سفیر کا مراسلہ:

فضيلة الشيخ عارف سلمان روبرى حفظه الله

رئيس الشؤن السياسية لجماعة اهل الحديث

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته"

باسمي واسم زملائی نشاطر كم الحزن فى وفاة والد كم الشيخ الحافظ عبدالقادر الروبرى المشرف العام لجماعة اهل الحديث، نسأل الله العلى القدير أن يتغمده برحمته ومغفرته

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویسکنه فسیح جناته انه علی کل شئ قدیر وأن یلهمکم الصبر والسلوان وانا لله وانا الیه راجعون۔

ولکم خالص تحیاتی۔۔۔

الوزیر المفوض

احمد محمد العجلان

اردو ترجمہ:

فضیلۃ الشیخ جناب عارف سلمان روپڑی چیئرمین شعبہ سیاسی امور جماعت اہل حدیث پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اور میرے تمام رفقائے کار، آپ کے والد محترم الشیخ حافظ عبدالقادر روپڑی نگران اعلیٰ جماعت اہل حدیث کی وفات پر آپ کے دکھ اور غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ہم اللہ اعلیٰ قدرت والے سے سوال کرتے ہیں کہ وہ مرحوم کو اپنی رحمت اور مغفرت میں ڈھانپ لے اور انھیں وسیع وعریض باغات میں جگہ عطا فرمائے کیوں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نیز اللہ آپ کو صبر اور تسلی عطا فرمائے۔ حقیقتاً ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اور ہماری جانب سے آپ کو تہ دل سے سلام ودعا۔

احمد محمد العجلان (معاون سفیر)

7۔ نوجوانانِ اسلام کی عالمی کونسل WAMY کے سیکرٹری جنرل کا مراسلہ:

الأخ الفاضل حافظ عبدالرحمن مدنی حفظه الله

نائب رئیس المجلس الأعلی ومدیر جامعة لاهور الاسلامیة

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته وبعد:

بقلوب مؤمنة بقضاء الله تعالیٰ وقدره تلقینا ببالغ الحزن والأسی نبأ وفقدة فضیلة الشیخ حافظ عبدالقادر روبری۔۔۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رئيس المجلس الأعلى لاتحاد اهل الحديث بباكستان، رحمه الله تعالىٰ واسعة وأسكنه فردوسه الأعلى فى جنات عدن مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين.

ورغم فداحة الخطب وجلل المصاب، فلا نقول الاما يرضى ربنا جل وعلا، فلله تعالىٰ ما أخذ وله ما أعطى وكل شئى عنده بأجل مسمى فلتصبروا ولتحتسبوا. أسأل الله تعالىٰ أن يعظم أجر كم ويحسن عزاء كم ويلهمكم الصبر والسلوان، كم أسأله جل وعلا للفقيد الرحمة والمغفرة والرضوان ورفع الدرجات فى عليين. وانا لله وانا اليه راجعون. والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته"

د/مانع بن حماد الجهني

الأمين العام للندوة العالمية للشباب الاسلامئى وعضو مجلس الشورىٰ

ترجمہ:

فاضل بھائی حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب حفظہ اللہ وائس چیئر مین سپریم کونسل اتحاد اہل حدیث پاکستان و پرنسپل جامعہ لاہور اسلامیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے ایسے دلوں نے جو اللہ رب العزت کی قضاء وقدر پر ایمان رکھنے والے ہیں، بڑے رنج والم کے ساتھ اتحاد اہل حدیث کی سپریم کونسل کے چیئر مین فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالقادر روپڑی کی وفات کی خبر سنی۔ اللہ تعالیٰ ان پر وسیع رحمت فرمائے اور انھیں جنات عدن میں نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، نیک بزرگوں کے ساتھ فردوسِ اعلیٰ میں جگہ عطا فرمائے۔

ناقابل برداشت دکھ اور مصیبت کے باوجود ہم وہی کچھ کہیں گے جو ہمارے رب کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش نودی کا باعث ہو، سو اللہ کے لیے ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے، جو اس نے دیا اور ہر چیز کا اللہ کے ہاں ایک وقت مقرر ہے۔ چنانچہ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ اور آپ کو صبر و سکون نصیب فرمائے، نیز میں مرحوم کے لیے اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کو اپنی رحمت، مغفرت، رضامندی کی آغوش میں لے اور اعلیٰ علیین میں ان کے درجات بلند فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیکرٹری جنرل ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ WAMY

ڈاکٹر مانع بن حماد جہنی (رکن مجلس شوریٰ، سعودی عرب)

حافظ صاحب کی نرینہ اولاد

حافظ عبدالقادر روپڑی کی نرینہ اولاد دو بیٹے ہیں، حافظ عارف سلمان روپڑی اور حافظ حامد سلمان روپڑی۔ حافظ عارف سلمان روپڑی نے اپنی بہترین خاندانی روایت کے مطابق پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر میٹرک پاس کرنے کے بعد ایف سی کالج سے ایف ایس سی اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اکنامکس کیا۔ حافظ عبدالقادر صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں ہی جماعت اہل حدیث پاکستان کے سیاسی امور ان کے سپرد کر دیے تھے اور اس شعبے کا انھیں انچارج مقرر کر دیا تھا۔ اس طرح یہ اپنے والد محترم کی زندگی میں سیاست میں ان کی معاونت کرنے لگے تھے۔ احسن طریقے سے اپنی ذمہ داری نبھاتے اور ملکی سطح پر ہونے والی سیاسی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں حضرت حافظ صاحب کی نمائندگی کرتے ہیں۔

ان کی کوششوں اور کاوشوں سے جماعت ہر مذہبی اور سیاسی اتحاد میں شامل رہی اور حضرت حافظ صاحب کی وفات کے بعد انھوں نے جامع قدس میں کچھ عرصہ خطبات جمعہ بھی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمائے۔لیکن اچانک ان کے بیٹے حافظ محمد عثمان عارضہ قلب کی بنا پر 10 سال کی عمر میں انتقال کر گئے، چند دنوں کے بعد دوسرے بیٹے جو کہ متوفی سے بڑے تھے اور جن کا نام حافظ محمد عمر ہے، اسی عارضے میں مبتلا ہو گئے۔ جناب سلمان روپڑی کو بیٹے کے علاج کی غرض سے امریکہ جانا پڑا، وہ ابھی تک علاج کے سلسلے میں وہیں مقیم ہیں اور علاج جاری ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بچے کو صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے۔

بیٹے کے علاج کے ساتھ ساتھ وہ نیویارک کے دارالحکومت (البنی) میں اللہ کے دین کی خدمت میں بھی مصروف ہیں اور مستقل طور سے جمعۃ المبارک کا خطبہ وہاں کے اسلامک سنٹر میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے کئی غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق فرمائی اور متعدد لوگ شرک وبدعت سے تائب ہو کر کتاب وسنت پر عمل پیرا ہوئے۔

الحمد على ذالك

عارف سلمان روپڑی کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی جب کہ ایک بیٹا حافظ عثمان وفات پا گیا اور تین بیٹے ابوبکر، عمر، علی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ رب العزت انھیں سلامت رکھے آمین۔

حامد سلمان روپڑی حافظ عبدالقادر روپڑی کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں اور حافظ قرآن ہیں۔ انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ اپنے والد محترم کی زندگی ہی میں امریکہ سیٹ ہو گئے تھے۔ وہاں اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ شکل وصورت میں بالکل والد گرامی کی طرح ہیں اور اکثر دینی مسائل پر عبور حاصل ہے۔ امریکہ میں کاروبار کے ساتھ ساتھ لوگوں کو وعظ ونصیحت بھی کرتے رہتے ہیں، وہ اس معاشرے میں رہتے ہوئے رزق حلال کا پورا اہتمام کرتے ہیں اور خاص طور پر سود سے دور رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بیٹا ابراہیم اور دو بیٹیاں عطا کی ہیں۔ اللہ ان سب کی عمر دراز کرے۔ آمین یارب العالمین۔

✡✡✡✡✡

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوبیسواں باب

میرے عظیم محسن

سلطان المناظرین مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی

(از حافظ مفتی ثناء اللہ مدنی)

مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی مرحوم ومغفور کے متعلق اپنے اپنے انداز میں متعدد حضرات نے لکھا اور بہت اچھا لکھا۔ ان حضرات کے یہ مضامین مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوئے۔ ان میں ایک طویل مضمون شیخ الحدیث حافظ مفتی ثناء اللہ مدنی کا ہے، جو ماہنامہ ''محدث'' میں چھپا۔ اس مضمون کی وساطت سے روپڑی خاندان کے اکثر اصحاب علم کے کتنے ہی واقعات پہلی مرتبہ قارئین کے علم میں آئے۔ حافظ ثناء اللہ صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا، اسے ان کے عقیدت مندانہ جذبات اور قلبی محبت کا پُرازمعلومات مرقع کہنا چاہیے۔ ''میرے عظیم محسن۔ سلطان المناظرین مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی'' کے دوہرے عنوان سے جو واقعات حوالۂ قرطاس کیے گئے ہیں، ان سے حافظ عبدالقادر روپڑی کی تگ وتازِ تبلیغ اور ان کے خاندان کی تدریسی اور تقریری سرگرمیوں کی پوری تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ مضمون شروع سے آخر تک خاص تسلسل کے ساتھ چلتا ہے۔ ہر جملہ نکھرا ہوا اور ہر بات واضح ۔۔۔ آیئے آج سے بارہ سال قبل کے حضرت مفتی ثناء اللہ مدنی کے رقم فرمودہ اس گراں قدر مضمون سے استفادہ کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام ونسب اور خاندان

آپ کا سلسلۂ نسب یوں ہے: عبدالقادر بن میاں رحیم بخش بن میاں روشن دین......
دادا میاں روشن دین موضع کمیر پور، تحصیل اجنالہ، ضلع امرتسر رہتے تھے۔ درحقیقت کمیر پور ان کا اصل وطن نہیں، ان کے آباواجداد ایمن آباد ضلع گوجراں والا کے باشندے تھے...... میاں روشن دین اکثر علماء کی صحبت میں رہتے تھے۔ اس وجہ سے ان کو علم دین سیکھنے کا شوق پیدا ہوا اور یہ شوقِ جنوں اس حد تک بڑھ گیا کہ سب کچھ فروخت کر کے اور بیوی کو طلاق دے کر حافظ محمد لکھوی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا پہلے بیوی سے رجوع کرو، پھر پڑھنے کو آسکتے ہو، چنانچہ کمیر پور واپس آئے، بیوی سے رجوع کیا اور پھر دوبارہ لکھوکی چلے گئے۔ یہ 1301ھ کا واقعہ ہے۔ عیسوی حساب سے 1884ء۔

ان کی یہ بھی انتہائی تمنا رہی کہ ان کی سب اولاد عالم دین اور خادمِ دین ہو۔ اللہ کی خصوصی توفیق کے ساتھ آپ نے عملاً اس آرزو کو تکمیل کے مراحل تک پہنچایا۔ آپ نے 27۔ذی الحجہ 1342ھ (30۔جولائی 1924ء) کو روپڑ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

میاں رحیم بخش 1301ھ کو کمیر پور میں پیدا ہوئے۔ 5۔صفر 1353ھ (20۔مئی 1934ء) کو کمیر پور میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے۔

میاں رحیم بخش کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھیں۔ سب سے بڑے بیٹے حافظ محمد مرحوم تھے۔ وہ قیام پاکستان سے پہلے ہی ماڈل ٹاؤن، لاہور میں رہائش پذیر تھے۔ انھوں نے 12۔شوال 1386ھ (24۔جنوری 1967ء) کو وفات پائی اور گارڈن ٹاؤن کے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔

دوسرے بیٹے حافظ محمد اسمٰعیل نے روپڑ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ فراغت تک تمام علوم حضرت محدث روپڑی سے حاصل کیے۔ شیریں بیان خطیب، شعلہ نوا مقرر، توحید وسنت کے سرگرم داعی اور حق وصداقت کے بے باک علَم بردار۔ انھوں نے ملک کے کونے کونے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحید وسنت کی تبلیغ واشاعت کی۔ پوری ملت ان کی دینی خدمات اور اخلاقِ حسنہ پر فخر کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ 4۔شعبان 1381ھ (12۔جنوری 1962ء) کو لاہور میں وفات پائی۔اپنے حقیقی چچا اور سسر حافظ محمد حسین (والد حافظ عبدالرحمن مدنی) کے پہلو میں گارڈن ٹاؤن لاہور کے قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔

تیسرے بیٹے حافظ احمد عرف محمود احمد قرآن مجید کے حافظ، عالم دین، مسجد قدس چوک دالگراں لاہور کے نائب ناظم تھے۔ مسجد قدس کی وسعت اور تعمیر وترقی میں زندگی بھر بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے اور جامعہ اہل حدیث کے لیے فراہمئ زر میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ عربی کے علاوہ فارسی زبان میں ان کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ سیکڑوں فارسی اشعار زبانی یاد تھے۔ لوگوں کے دینی، سیاسی اور سماجی کاموں میں مساعدت ومعاونت کرنا اور مظلوموں، بیواؤں کی دادرسی کرنا وہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔ عاجز (راقم الحروف) پر ان کے بڑے احسانات ہیں جن کا بدلہ چکانا میرے لیے ممکن نہیں۔ رب العزت کے حضور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عنایت فرمائے۔ آمین!...... مرحوم عمر میں حافظ عبدالقادر سے تین سال چھوٹے تھے۔ خدمات دینیہ میں ان کے شانہ بشانہ رہتے۔ 1918ء میں پیدا ہوئے، 11۔ذی الحجہ 1409ھ (15۔جولائی 1989ء) کو امریکہ میں وفات پائی۔ 20۔جولائی 1989ء کو گارڈن ٹاؤن، لاہور کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

میاں رحیم بخش کے چوتھے بیٹے سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی ایک ممتاز عالم دین، نامور خطیب، کامیاب مبلغ، یکتا مناظر، علم وفضل کے اعتبار سے بلند وبالا مقام کے حامل تھے۔ صغرسنی میں قرآن مجید حفظ کیا، فراغت تک اکثر علوم محدث روپڑی سے حاصل کیے۔

1915ء میں پیدا ہوئے۔ 6۔دسمبر 1999ء کو بروز سوموار داعی اجل کو لبیک کہا۔ بروز منگل بعد از ظہر راقم الحروف نے نماز جنازہ پڑھائی۔ گارڈن ٹاؤن لاہور کے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے تعارف کا آغاز

1953ء کی بات ہے، ہمارے قصبے سرہالی کلاں (ضلع قصور) میں سید ہدایت اللہ کنگن پوری اور مولانا عبداللہ کلسوی کی مساعی سے ایک عظیم الشان سہ روزہ کانفرنس سید اسمٰعیل مشہدی کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس میں پنجاب بھر کے تقریباً تمام مشاہیر خطبائے کرام اور علمائے عظام شریک تھے۔ اس زمانے میں معمول تھا کہ استراحت کے مخصوص اوقات کے علاوہ دعوتی پروگرام شب و روز جاری رہتا اور مدعوین علما اختتامی نشست تک وہاں قیام کرنا دینی فرض سمجھتے تھے۔ اس کا فائدہ عامۃ الناس کو یوں پہنچتا کہ وہ علما کے عمل سے آگاہی حاصل کرنے کے علاوہ اپنے الجھے ہوئے مسائل کا حل اصحاب علم سے تلاش کر لیتے۔ وائے افسوس آج کے پُرفتن دور میں سائل اور مسئول عنہ دونوں عملی کوتاہی کا شکار نظر آتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ...... اس کانفرنس میں روزانہ نمازِ فجر کے بعد درس قرآن مجید ہمارے محترم استاد محدث روپڑی کے ذمے ہوتا تھا۔ دورانِ درس وجدانی تاثیر سے خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رلاتے۔

محدث روپڑی کے دونوں بھتیجے حافظ محمد اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہم اللہ بھی اس عظیم الشان پروگرام میں شریک تھے۔ تینوں نے پٹھانی انداز میں اپنے سروں پر کلے سجائے ہوئے تھے جو دیکھنے والوں کے لیے رعب دار حسین منظر پیش کر رہے تھے۔ ان بزرگوں اور سلاطین العلم سے یہ میرا پہلا تعارف تھا۔

راقم الحروف اس زمانے میں اپنے گاؤں میں قرآن کریم حفظ کر رہا تھا، خالق کائنات کو منظور تھا کہ تھوڑے ہی عرصے بعد یہی اربابِ علم میرے مربی اور اتالیق قرار پائے۔ میرے لیے ان کے احسانوں کا بدلہ حیاتِ مستعار میں دینا بڑا مشکل ہے، البتہ ربِ کریم کے حضور فریاد کناں ہوں کہ ان کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔ آمین!

جامعہ اہل حدیث (مسجد قدس) لاہور میں داخلہ

حفظ قرآن سے فراغت کے بعد ہمارے گاؤں کے ایک نیک دل بزرگ اور علما کے خادم حاجی عبدالعزیز نے مجھے مزید دینی تعلیم کے حصول کی ترغیب دی۔ والدین سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشورے کے بعد مجھے اور میرے عم زاد حافظ مقبول احمد مرحوم کو جو میرے ساتھ ہی حفظ سے فارغ ہوئے تھے، 1954ء میں جامعہ اہل حدیث لاہور میں داخلہ دلوادیا گیا۔ پہلی دفعہ حاجی عبدالعزیز صاحب بذاتِ خود ہمارے ساتھ آئے اور بعد میں بھی مسلسل رابطہ رکھا۔ کئی کئی روز تک ہمارے پاس قیام کرتے اور محدث روپڑی کے پہلو میں بیٹھ کر مسائل سے خوب مستفید ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ اَن پڑھ ہونے کے باوجود ان کو مسائل کا عمدہ فہم اور ادراک حاصل تھا۔ باہر سے آنے والے مہمانانِ گرامی بسا اوقات یہ سمجھتے کہ حاجی صاحب ہمارے والد ہیں جس پر ہمیں صراحت کرنا پڑتی کہ یہ ہمارے والد نہیں بلکہ ہمارے سرپرست ہیں۔ حاجی عبدالعزیز مرحوم 1969ء کو ہمارے گاؤں سرہالی کلاں، ضلع قصور میں فوت ہوئے۔

میرے عم زاد حافظ مقبول احمد مرحوم یہاں سے فراغت کے بعد مدینہ یونیورسٹی میں ہمارے ساتھ آ ملے۔ حصول تعلیم کے بعد شارجہ کو اپنا مستقر بنایا۔ سولہ سال تک متحدہ عرب امارات کے کونے کونے میں دعوتِ توحید وسنت دیتے رہے، جہاں بارہ مدارس ان کی زیر نگرانی تھے۔ دنیا بھر کے دینی مدارس وجامعات کی امداد کرانا وہ اپنا دینی فرض سمجھتے تھے۔ تقبل الله جهوده الطيبة للاسلام والمسلمين! یکم اگست 1994ء کو وہ لاہور میں خالق حقیقی سے جا ملے، اپنے گاؤں میں دفن ہوئے۔

تعلیم کا آغاز

شروع سے ہی محدث روپڑی نے ہماری عمدہ تعلیم وتربیت کا اہتمام فرمایا۔ میزان الصرف، میزانِ منشعب، نحومیر، صرف میر، زرادی، هداية النحو، ابواب الصرف، مرقات جیسی درسی کتابیں بڑی محنت سے ہمیں خود پڑھائیں۔ ابواب الصرف کے ابواب رات کے کھانے کے وقت سنا کرتے اور بعض دفعہ چوک دالگراں سے لے کر میوہسپتال تک پیدل چلتے چلتے سنتے جاتے، کیوں کہ ماڈل ٹاؤن جانے لیے آپ رتن چند کی سرائے سے روزانہ عشاء کے بعد بس پر سوار ہوتے۔

بعض زائرین مشورہ دیتے کہ حضرت چھوٹی کتابوں کے بجائے بڑی کلاسوں کو پڑھایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں، جواباً فرماتے: میں ان کی بنیادیں پختہ کر رہا ہوں تاکہ بلند و بالا عمارت کی استواری میں فرق اور جھول نہ آنے پائے۔ جب قرآن مجید کا ترجمہ شروع کرایا تو آغاز سورۂ ق سے کیا اور فرمایا: میں نے اس لیے یہاں سے شروع کرایا ہے کہ اپنے استاد امام عبدالجبار غزنوی سے میں نے اسی مقام سے شروع کیا تھا۔ جب سبق پڑھاتے تو تقریباً سارا وقت آنسو بہاتے ہوئے گزرتا۔

اسباق میں مشارکت

حافظ عبدالقادر کی عادت تھی کہ اکثر وپیشتر اسباق میں وہ بھی ہمارے ساتھ آ بیٹھتے۔ اسی اثنا میں کئی مسائل پر بحث مباحثہ چل پڑتا جس سے طلبہ کو بہت فائدہ حاصل ہوتا۔ ہمارے استاد محدث روپڑی کی عادت تھی کہ کئی ایک مقامات پر اعتراضات واشکالات وارد کر کے جوابات طلبہ سے مانگتے۔ جواب کی صورت میں کئی دفعہ اشکال در اشکال پیدا کر کے طلبہ کی ذہنی تربیت کرتے تاکہ فہم ورسوخ پیدا ہو۔ اس سلسلے میں ہماری بہت ساری معاونت حافظ عبدالقادر روپڑی کیا کرتے تھے، جس سے ہمیں بہت فائدہ پہنچتا۔ پھر علیحدہ مذاکرے کی صورت میں بھی حافظ عبدالقادر روپڑی ہمارے ساتھ بیٹھ کر سبق یاد کرانے کی کوشش کرتے تاکہ استاذ کا بیان کردہ کوئی نکتہ فوت نہ ہونے پائے۔ حفظ سے ہماری فراغت چوں کہ تازہ تازہ ہوئی تھی، موصوف کا معمول تھا کہ روزانہ منزل سنتے تاکہ ضبط ہو اور کبھی انھیں موقع میسر نہ آتا تو کسی دوسرے کے ذمہ لگا دیتے کہ ان کی منزل سنو۔

شرح مشکوۃ المصابیح اور انتقاض الاعتراض کے معاون کی حیثیت سے

ہمارے استاذِ محترم محدث روپڑی نے جب مشکوۃ المصابیح کی شرح لکھنے کا ارادہ فرمایا تو اس کے محرر حافظ عبدالقادر ہی تھے، جس کی بڑی دو وجوہ ہیں: اول تو بذاتہ ان کو اس کام کا بے حد شوق تھا۔ دوسری وجہ یہ کہ ان کا خط نہایت شان دار تھا (تسر الناظرین)...... رب العزت نے حافظ عبدالقادر روپڑی کو اتنا خوش خط بنایا کہ دیکھنے والا داد دیئے بغیر نہ رہ سکتا۔ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت اس شرح کو لکھنے کے لیے مخصوص تھا۔ یہ شرح مظہر النکات کے نام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے موسوم تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس شرح میں ایسے عظیم اور عجیب وغریب نکات بیان ہوتے کہ پڑھنے والا دنگ رہ جاتا۔ صاحب ہدایہ، صاحب نور الانوار، ملا علی قاری اور شیخ رشید رضا مصری وغیرہ پر محدثانہ اور محققانہ انداز میں بعض مقامات پر تعلیقات یا تعاقب کرنا محدث روپڑی کا ہی مقام تھا۔ یہ شرح کتاب الایمان فی القدر تک مکمل ہوئی تھی۔ میں نے کوشش کر کے اس شرح کا کچھ حصہ نقل کرلیا اور جو نقل نہ کرسکا وہ ایک ہنگامے کی نذر ہوگیا جس کا اب کوئی اتا پتا نہیں۔ جو حصہ میرے پاس تھا، اس کی ایک کاپی راقم الحروف نے حافظ عبدالقادر روپڑی کے سپرد کردی تھی تاکہ ریکارڈ میں رہے بلکہ میرے ہی مشورے پر وہ حصہ ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' میں شائع بھی ہوگیا۔

ایک دوسرے موقعے پر بعض اہل علم نے ہمارے استاد محدث روپڑی کو توجہ دلائی کہ کتاب انتقاض الاعتراض کو شائع کرنا چاہیے۔ موصوف نے جب اس کا قلمی نسخہ دیکھا تو اس میں بہت ساری اغلاط تھیں۔ اس کتاب کا اصل نسخہ دارالکتب مصر میں ہے، ❶ جس کی نقل رام پور کے کتب خانے میں بھی ہے، اس سے نسخہ ہذا کو نقل کیا گیا تھا جس کی ایک نقل مولانا محمد اسمٰعیل سلفی گوجراں والا کے پاس بھی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ اس کی ایک نقل مرکزی جمعیت اہل حدیث کی سالانہ سیالکوٹ کانفرنس میں ہمارے استاذ عطیہ محمد سالم قاضی مدینہ منورہ کو عطا کی گئی تھی اور جو کاپی ہمارے شیخ محدث روپڑی کے پاس تھی، یہ نسخہ دراصل ہمارے استاد مولانا قادر بخش بہاول پوری رحمہ اللہ کی ملکیت تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مرحوم کی وفات کے بعد اُن کی آل اولاد نے اس کو پانچ ہزار روپے میں فروخت کردیا تھا۔

حاصل کلام یہ کہ اس نسخے کی تصحیح میں محدث روپڑی کے معاون حافظ عبدالقادر روپڑی تھے۔ تصحیح اغلاط کے بعد اس کتاب کو علیحدہ اپنے قلم سے نقل کرتے تھے تاکہ کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

❶ اس کتاب کا ایک نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں بھی ہے جس کی نقل راقم الحروف نے جدہ میں شیخ محمد نصیف کے ہاں دیکھی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تالیف کا مختصراً پس منظر یہ ہے کہ علامہ بدرالدین عینی حنفی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں حافظ ابن حجر کی کتاب فتح الباری کے کئی ایک مقامات پر اعتراضات کیے ہیں جن کے جوابات حافظ ابن حجر نے کتاب انتقاض الاعتراض کی صورت میں دیے، موصوف کا یہ عظیم شاہ کار ہے۔ راقم الحروف نے ان دونوں کتابوں کو مقابلتاً پڑھا تو مجھے یہ نظر آیا کہ علامہ بدرالدین بہت ساری عبارتیں بلاحوالہ فتح الباری سے ہی نقل کرتے چلے جاتے ہیں اور جہاں حافظ ابن حجر پر اعتراض مقصود ہو تو وہاں بعض الناس کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ افسوس کہ یہ کام بھی ادھورا رہ گیا۔ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

پھر ہمارے استاذ محدث روپڑی نے قرآن مجید کی تفسیر بھی شروع کی تھی۔ اس میں سورہ فاتحہ سمیت پہلا پارہ مکمل کیا۔ اس کی تکمیل 23۔ جنوری 1964ء کو بروز جمعرات ہوئی۔ اس کام میں ان کے کاتب ان کے بیٹے حافظ محمد جاوید تھے۔ حافظ عبدالقادر صاحب گاہے بگاہے مشاہدہ کر کے اظہار مسرت فرماتے۔ محدث روپڑی نے عجیب وغریب نکات اس میں سمو دیے ہیں جو عام متداول تفاسیر میں شاید آسانی سے نہ مل سکیں۔

طلبہ سے شفقت کا اظہار

حافظ عبدالقادر روپڑی بحیثیت ناظم جامعہ مشفق باپ کی طرح طلبہ کے مسائل، حاجات اور ضروریات کا پوری طرح خیال رکھتے۔ لگن، محنت، دلچسپی سے انھیں حل کرنے کے لیے کوشاں رہتے۔ اگر کبھی غیر حاضری میں کوئی مسائل جنم لیتے تو ان کا مداوا کرنے کی کوشش کرتے۔

شہر میں احباب شوق اور پیار ومحبت سے آپ کو دعوتوں پر بکثرت مدعو کرتے۔ ان کی عادت تھی کہ عام طور پر بلا امتیاز چند طلبہ کو بھی ہمراہ لے جاتے۔ صاحب خانہ کو بھی علم ہوتا تھا کہ ایک کی بجائے میں نے متعدد احباب کے کھانے کا بندوبست کرنا ہے، جسے وہ اپنے اوپر بوجھ تصور نہیں کرتے تھے بلکہ بخوشی انتظام کرنا سعادت مندی سمجھتے۔ 1963ء میں راقم الحروف اور میرے قریبی ساتھی مولانا عبدالسلام کیلانی کو مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ محدث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روپڑی اور حافظ عبدالقادر ہی کی مساعی جمیلہ سے ملا تھا۔ سعودی عرب کے رئیس القضاۃ شیخ محمد ابراہیم آل شیخ اور سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے ساتھ ان کے مثالی تعلقات تھے۔ شیخ ابن باز نے محدث روپڑی کو پیش کش کی تھی کہ آپ مدینہ یونیورسٹی تشریف لے آئیں۔ لیکن حضرت نے بڑے شکریہ کے ساتھ معذرت کردی۔ شیخ ابن باز نے اپنے حواشی والی فتح الباری بطور ہدیہ پیش کی تو آپ نے فتح الباری کو شروع سے ملاحظہ کرکے فرمایا: فلاں مقام پر بھی حاشیہ ہونا چاہیے تھا، اس پر شیخ ابن باز نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس وقت کے سعودی فرماں روا شاہ سعود کی ضیافت کا بھی دونوں کو متعدد مرتبہ شرف حاصل ہوا۔

جب ہمیں مدینہ یونیورسٹی کو روانہ ہونا تھا، مسجد قدس میں الوداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا، اس میں وقت کے کبار شیوخ حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی، مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا مودودی اور دیگر بہت سے علمائے کرام تشریف فرما تھے جو ہمارے لیے ایک عظیم شرف ہے۔ اس تقریب کی تفصیل ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث میں شائع ہوچکی ہے۔

ہمارے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ حافظ عبدالقادر کراچی تک ہمارے ہمراہ تشریف لے گئے۔ اس وقت سعودی سفارت خانہ کراچی تھا۔ سعودی سفیر محمد الحمد الشبیلی کے ساتھ ان کے خصوصی تعلقات تھے، جب کبھی وہ لاہور آتے تو محدث روپڑی کی دعائیں لے کر جاتے۔ طبعاً وہ نیک اور شریف آدمی تھے، بعد میں ان کا تبادلہ ہندوستان ہوگیا۔ پھر تھوڑا عرصہ بعد انتقال ہوگیا۔ ہماری خاطر حافظ عبدالقادر نے کراچی میں ایک ہفتہ سے زائد قیام فرمایا تھا، ایسے ایثار و خلوص کی مثال ملنا مشکل ہے۔

فن مناظرہ کی تربیت

موصوف کی عادت تھی کہ فارغ اوقات میں طلبہ کو فن خطابت اور فن مناظرہ کی گتھیوں سے روشناس کراتے تاکہ کل کو یہ لوگ اسلام اور ملک و ملت اور دین حق کی خدمت بطریق احسن انجام دے سکیں۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو ان سے مستفید ہوکر بعد میں مختلف علاقوں کے لیے روشنی کے مینار بنے۔ بذات خود زندگی بھر بہت سارے مذاہب کے اہل علم کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بکثرت مناظرے کیے۔ ان میں عیسائی، ہندو، آریہ سماجی، قادیانی، پرویزی، چکڑالوی اور جامد مقلدین شامل ہیں۔

جامع الصفات شخصیت

مرحوم گوناگوں صفات کے مالک تھے۔ حددرجہ منکسر مزاج، سادہ طبیعت اور فخروتکبر سے مبرا۔ شہر میں رہائش کے باوجود دیہاتی طرز بودوباش کو پسند کرتے۔ عام حالات میں تہبند پہنتے۔ میرے علم کے مطابق زندگی بھر ہاتھ پر گھڑی نہیں سجائی اور نہ جیب میں رکھی۔

مہمان نوازی اور ملنساری ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ زائرین جامعہ کی ضیافت کرنا وہ اپنا اولین فرض سمجھتے تھے۔ حتی المقدور ان کی کوشش ہوتی کہ مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول کریں۔ کھانے پینے کے دوران ان کے ساتھ لطف وکرم کا اظہار کرتے۔ مثلاً دسترخوان سے مختلف اشیاء مہمانوں کی طرف دھکیلتے اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں روٹی کا لقمہ اور گوشت کی بوٹیاں پکڑا کر شفقت ومحبت کا اظہار کرتے۔ ہر ایک کی صرف خیریت ہی دریافت نہ کرتے بلکہ جس قریہ یا شہر سے مہمانوں کا تعلق ہوتا وہاں کے افراد اور مذہبی رجحانات وغیرہ کے بارے میں تفصیلی رپورٹ طلب کرتے تاکہ ان کی ضروریات کے سلسلے میں معاونت کی جاسکے۔

لوگ طرح طرح کے مسائل لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ بعض کا تعلق حکومت یا عدالتوں کے افسران بالا سے ہوتا اور کچھ مقامی نوعیت کے ہوتے۔ ان میں مذہبی قسم کی مشکلات بھی درپیش ہوتیں لیکن کبھی کسی کو انکار نہیں کیا۔ مقدور بھر ہر ایک کی معاونت کی بشرطے کہ معاملہ حق وانصاف پر مبنی ہو۔ ہر ممکن طریقے سے ان کی امداد کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رینجرز کسی معمولی غلطی کی بنا پر ہمارے والد مرحوم کو پکڑ کر واہگہ لے گئے۔ رمضان کے دن تھے، مجھے بہت فکر لاحق ہوئی۔ جب یہ بات حافظ عبدالقادر صاحب کے علم میں آئی تو کہا گھبرائیں مت، راتوں رات ہم ان کو واپس لے آئیں گے، ان شاء اللہ! اپنے چھوٹے بھائی حافظ محمود احمد سے کہا: گاڑی تیار کرو، ابھی واہگہ جانا ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میجر صاحب مسجد میں نماز تراویح پڑھ رہے تھے۔ فراغت کے بعد میجر صاحب سے گفتگو ہوئی تو انھوں نے انھیں رہا کر دیا۔ اسی وقت لے کر ہم واپس آ گئے۔ دیگر کئی ناحق ملزموں کو بھی نجات دلائی۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو قیامت کے دن ان کی میزان حسنات میں شمار ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

ہمارے گاؤں (سرہالی کلاں) کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ وہاں ان کی آمدورفت اکثر جاری رہتی تھی۔ گاؤں سے جامعہ کے لیے تعاون زرعی اجناس کی شکل میں وافر مقدار میں ملتا بلکہ گڑ، گنا، دودھ وغیرہ کی صورت میں کافی معاونت ہوتی۔ ہمارے بزرگ حاجی عبدالعزیز مرحوم سفر وحضر میں ان کے اور خطیب ملت حافظ اسمٰعیل روپڑی کے ہمراہ رہنا اپنے لیے باعث افتخار سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مرض الموت میں جب کبھی ان کا اور حافظ مقبول احمد مرحوم کا ذکر چھڑتا، آنکھوں میں آنسو بھر لاتے اور ان کا نام لے کر رفاقت ماضی کو یاد کرتے۔

مسجد قدس کی تعمیر

لاہور شہر کے وسط میں عالی شان مسجد قدس کی تعمیر روپڑی خاندان کی ایک عظیم یادگار ہے۔ مرکز اسلامی کی تاسیس کے لیے رحمن گلی نمبر 5، چوک دالگراں کا انتخاب طویل غور وخوض کے بعد کیا گیا، اس جگہ پر قدم جمانا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ قرب وجوار کی پوری آبادی بے دین تھی۔ بالخصوص گجر برادری جو اس کے اطراف میں آباد تھی، انھوں نے اس مرکز کی شدید مخالفت کی۔ وہ جہالت کی بنا پر یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہاں اہل حدیث کا مرکز بنے۔ اس خاندان کے اکابر نے عالی ہمت اور مضبوط ارادے کا مظاہرہ کر کے کٹھن اور مشکل ترین حالات کا مقابلہ کر کے بڑی جوان مردی اور مجاہدانہ قوت سے قابو پایا۔ اتار چڑھاؤ سے حوصلہ نہ ہارا۔ اس سلسلے میں گجروں کے تشدد کا سامنا کرتے ہوئے ہمارے محترم استاد حافظ محمد حسین (حافظ عبدالرحمن مدنی کے والد) کے بہتے خون کی قربانی نے جبر کا رخ بدل دیا۔ عدالتوں میں مقدمات کا سامنا کرنا پڑا اور لمبی جدوجہد کے بعد اندھیری رات چھٹ گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رب العزت نے کامیابی سے سرفراز فرمایا۔ شدید ترین مخالفین زیر ہونے پر مجبور ہو گئے۔ نتیجتاً ان میں سے بعض اپنی رہائشی جگہ اربابِ مسجد کو فروخت کر کے چل دیئے۔ حتیٰ کہ پٹھان کا لکڑی کا ٹال بھی عبادت گاہ کا حصہ بن گیا۔ وقفے وقفے کے بعد ان حضرات نے قطعات اراضی خرید کر کے ملحقہ سڑک تک مسجد وسیع کر دی۔ اور کچھ وہ تھے جنھوں نے منتظمین مسجد کا حسن خلق اور وسعت ظرفی دیکھ کر بعد میں مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔ اس کے باوجود اگر کسی نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا تو اس کو منہ کی کھانا پڑی۔

ایک گجر بڑا زبان دراز تھا، اکثر وبیشتر محدث روپڑی کو سب وشتم کرتا۔ ایک دفعہ گندی زبان استعمال کرتا ہوا گیلری تک آپہنچا تو طلبہ نے پکڑ کر اس کی خوب گوشمالی کی۔ اس کے نتیجے میں دوہرا فائدہ ہوا۔ ایک تو پھر اس نے ایسی جرأت نہ کی، دوسرے بعد ازاں اس نے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔ اس طرح دین کا خادم اور محدث روپڑی کا معتقد بن گیا۔

اس مرکز عظیم کی تعمیر وترقی کا سہرا خاندان کے سربراہ ہونے کی بنا پر ہمارے استاد محدث روپڑی کے سر ہے جن کی شب وروز محنت سے مسجد وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ اصحابِ خیر کی طرف سے ان کے برادران اور برادرزادگان کی وساطت سے مسلسل مالی تعاون جاری رہتا۔ مالی تعاون میں مسجد کے پنج وقت کے نمازی حاجی جمال الدین مرحوم پیش پیش رہتے۔ وہ علما سے تعلق رکھنا باعثِ افتخار سمجھتے تھے۔ دینی اداروں کی مالی امداد کرتے۔ کئی دفعہ علما کو اپنے گھر میں کھانا کھلاتے۔ مولانا محمد یحییٰ حافظ آبادی کے والد بابا امیر الدین مرحوم تو ان کے پکے مہمان تھے، جب بھی لاہور تشریف لاتے، حاجی صاحب کے ہاں قیام کرتے۔ حافظ عبدالقادر صاحب کا بھی بابا امیر الدین سے گہرا تعلق تھا، ان کی طبیعت بڑی ظریفانہ تھی۔ اکثر باتیں لطیفوں کے انداز میں کرتے۔ حافظ صاحب مرحوم بھی ان کو نقل کر کے مجالس کو گرمایا کرتے تھے۔ دوسرے مناظر اسلام مولانا احمد دین گکھڑوی مرحوم کے واقعات اور لطائف بھی اکثر سناتے رہتے تھے، جن کی فہرست طویل ہے۔ بابا امیر الدین جب فوت ہوئے تو حافظ صاحب مرحوم اور راقم الحروف نے حافظ آباد میں ان کی قبر پر جا کر دعا کی۔ قبر پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہو کر کافی دیر تک ان کی زندگی کے واقعات دہراتے رہے۔

جامعہ اہل حدیث کا قیام

میری دانست کے مطابق استقلالِ پاکستان کے بعد دوبارہ مدرسہ کا مستقلاً قیام جامعہ اہل حدیث لاہور کے نام سے 1949ء میں عمل میں آیا۔

ہمارے استاد محدث روپڑی شیخ الحدیث تھے اور اعلیٰ معقولاتِ آلیہ کی تدریس ان کے چھوٹے بھائی حافظ محمد حسین امرتسری کے ذمے تھی۔ جب کہ دیگر مدرسین میں مولانا عبدالجبار ملک پوری، حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا قادر بخش بہاول پوری، مولانا محمد کنگن پوری (معاون تحفۃ الاحوذی) شامل تھے۔

مولانا عبدالجبار نے پہلے محدث روپڑی کے فتووں کو مرتب کرنے کا خیال بھی پیش کیا تھا اور ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث کی جلدوں کو سامنے رکھ کر اس سلسلے میں انھوں نے کچھ محنت بھی کی۔ لیکن ان کی مکمل ترتیب کا شرف مولانا محمد صدیق (سرگودھا) کو حاصل ہے، جو محدث روپڑی کے لائق ترین شاگرد تھے اور علم میراث کے بڑے ماہر تھے۔

روپڑ سے لے کر آج تک جو طلبہ جامعہ اہل حدیث سے فیض یاب ہو چکے ہیں، ان کا شمار ناممکن ہے۔ چند ایک کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمائیں: شیخ محمد عمر بن ناصر نجدی، شیخ عبداللہ الابیض عرب جامعہ ازہر، مولوی محمد بن عبدالعظیم پسروری، مولانا دین محمد سنانوی، مولوی نور محمد ساکن ڈگری، مولوی عبدالرحمن بن مولوی محمد (محشی سنن نسائی)، مولوی احمد (بانی مدرسہ دارالحدیث، مدینہ منورہ)، شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولوی عبدالعظیم ٹونکی، مولوی ابوبکر بنگالی، مولوی محمد یوسف بنگالی، مولوی عبدالقیوم بردوانی، مولوی عبدالرحمن افریقی (مہتمم دارالحدیث، مدینہ منورہ)، مولوی محمد، حافظ محمد حسین امرتسری (محدث روپڑی کے دست راست، برادر صغیر)، مولوی سید محمد (چونیاں)، مولوی قادر بخش بازید پوری، مولوی شہاب الدین کوٹلوی، حافظ محمد اسمٰعیل روپڑی، حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا محمد صدیق (سرگودھا)، سید حبیب الرحمن (راولپنڈی)، حافظ عبدالرحمن مدنی، حافظ مقبول احمد، راقم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحروف، مولانا عبدالسلام کیلانی، حافظ عبدالرحمن کمیر پوری (محدث روپڑی کے برادر خرد) مولانا محمد یوسف (راجو وال)، حافظ عبدالوحید روپڑی، حافظ عبدالماجد (برادر زادگان)، مولوی محمد یوسف (ڈسکہ)، مولوی محمد شریف، مولوی تاج الدین (بڈھا گورایہ)، مولوی عبدالسلام فتح پوری، سراج الدین ظفر، حافظ محمود احمد، مولوی عطاء اللہ وغیرہم۔ رب العزت محدث روپڑی کے لگائے پودے کو تادیر قائم رکھے۔ آمین!

اسی طرح محدث روپڑی کے برادرانِ نسبتی بابو عبدالحنان اور عبدالکریم کے مشوروں سے مسجد کا کام بہتر سے بہتر ہوتا چلا گیا اور مسجد کی پہلی بڑی چھت حاجی عبدالرحمن اور حاجی عبیداللہ برادران (گوجراں والا) کی کاوش سے پایۂ تکمیل کو پہنچی تھی۔ خطیب ملت حافظ اسمٰعیل روپڑی سے دونوں بھائیوں کا خصوصی تعلق تھا۔ اسی جذبے سے وہ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

مدرسۂ اہل حدیث، روپڑ کا آغاز

استاد محترم محدث روپڑی جب اپنے والد کے دوست مولانا محمد حسین بٹالوی کی ہدایت پر روپڑ تشریف لائے تو وہاں آپ نے مدرسہ اہل حدیث کی بنیاد رکھی۔ 1914ء میں دارالحدیث کا افتتاح ہوا۔ نماز عصر کے بعد بخاری شریف شروع کی گئی۔ شیخ محمد عمر بن ناصر نجدی عرف عرب صاحب، مولوی محمد بن عبدالعظیم پسروری، مولوی دین محمد سنانوی اولین درسِ بخاری میں شریک ہوئے۔ مولوی نور محمد سکنہ ڈگری نے نسائی شریف شروع کی۔ اس کے بعد تلامذہ کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا اور درس وتدریس کا یہ سلسلہ 1938ء تک روپڑ میں رہا۔

1938ء میں جب آپ نے دیکھا کہ روپڑ کی مسجد اور مدرسے کا انتظام آپ کے بھتیجوں حافظ محمد اسماعیل اور حافظ عبدالقادر نے سنبھال لیا ہے تو آپ نے مولانا احمد اللہ کی طرف سے امرتسر تشریف لانے کی آرزو کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کرلیا۔ اس طرح امرتسر تشریف لاکر مسجد مبارک کا مکمل انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مسجد میں مدرسہ دارالحدیث جاری کیا۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امرت سر شہر میں درس وتدریس اور خطابت وامامت کا یہ سلسلہ اگست 1947ء کے فسادات تک جاری رہا۔ افسوس اس مسجد ومدرسہ اور عظیم لائبریری کو ہندوؤں اور سکھوں نے آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔

خطباتِ جمعہ

جہاں تک مسجد قدس (لاہور) میں خطبات جمعہ کا تعلق ہے، اس میں حافظ محمد اسماعیل کو اولیت حاصل ہوتی۔ دوسرا نمبر حافظ عبدالقادر روپڑی کا تھا۔ ان کی غیر حاضری میں محدث روپڑی خطبہ دیتے۔ بعض خاص موقعوں پر اہم موضوعات پر حافظ محمد حسین برادرِ صغیر محدث روپڑی مسلسل خطبات جمعہ ارشاد فرماتے۔ جب حافظ محمد اسماعیل کو جمعہ پڑھانا ہوتا تو مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نظر نہ آتی بلکہ قرب وجوار کے بازار بالخصوص گلی نمبر 5 میں صفیں بچھانی پڑتیں۔ اس زمانے میں آج کی طرح اتوار کو چھٹی ہوتی تھی۔ تجارت پیشہ حضرات دیگر شہروں اور قصبوں سے سامان لینے کے لیے جمعے کے دن لاہور آتے تاکہ مسجد قدس میں جمعہ ادا کرسکیں۔

حافظ محمد اسمٰعیل روپڑی

خطابت میں حافظ اسماعیل روپڑی کا کوئی ثانی نہ تھا۔ رب العزت نے ان کو لحن داؤدی سے نوازا تھا۔ قرآن کی تلاوت کرتے تو حد درجہ دل ودماغ میں رقت وسرور پیدا ہوتا۔ متاثر ہونے کے علاوہ سننے والا داد دیے بغیر نہ رہ سکتا۔ انھوں نے پاکستان کے متعدد اہم شہروں کے علاوہ کراچی کے کونے کونے میں توحید وسنت کی دعوت کو پہنچایا۔ مولانا غلام اللہ خاں مرحوم (راولپنڈی) فرمایا کرتے تھے کہ کراچی میں ہمارے لیے دعوتی میدان حافظ اسماعیل نے صاف کیا ورنہ ایسی مذہبی جھگڑوں والی جگہوں تک رسائی ہمارے لیے ممکن نہ تھی۔ حافظ محمد اسمٰعیل روپڑی مرحوم دعوتی پروگراموں کے سلسلے میں کراچی میں ہر سال تقریباً چار ماہ گزارتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دنوں حیدر آباد سندھ میں ہمیشہ سالانہ کانفرنس ہوتی۔ ایک دفعہ حافظ محمد اسماعیل ذبیح توحید کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے کہ اہل بدعت نے ہنگامہ بپا کر دیا۔ سٹیج پر حافظ اسماعیل روپڑی خطیب ملت بھی تشریف فرما تھے، انھوں نے مولانا اسماعیل ذبیح کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جائیں اور تھوڑی دیر کے لیے کھڑے ہو کر اپنی خطابت کا ایسا جادو جگایا کہ مجمعے پر سناٹا چھا گیا۔ پھر فرمایا: ذبیح صاحب! اب کھڑے ہو کر موضوع مکمل کریں۔

سرگودھا شہر کے بلاک 19 کی جامع مسجد کے بانی مبانی حافظ محمد اسماعیل روپڑی مرحوم ہی تھے۔ گوجراں والا کی آبادی حاکم رائے میں انصاری برادران والی مسجد میں ایک عرصے تک خطبات جمعہ میں اپنی سحر بیانی سے بیداری کی لہر پیدا کی۔ کسی وقت اگر خود وہاں نہ پہنچ سکتے تو پھر نیابت حافظ عبدالقادر کرتے۔ اگر یہ بھی نہ جا سکتے تو پھر محدث روپڑی تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ راستے میں حافظ اسماعیل روپڑی کچھ لیٹ ہو گئے۔ مسجد میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حافظ محمد محدث گوندلوی منبر پر تشریف فرما ہیں، جب ان کی نگاہ ان کی طرف پڑی تو احتراماً منبر سے اتر کر نیچے بیٹھ گئے۔ کسی زمانے میں وہ فیصل آباد، امین پور بازار والی مسجد میں بھی مسلسل خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔ قصبہ مہموں والی، ضلع شیخوپورہ کو تو اپنا دوسرا گھر سمجھتے تھے اور ان لوگوں کو بھی آپ سے بہت زیادہ پیار تھا جو آخری دموں تک قائم رہا۔

فیصل آباد کی آبادی گلبرگ سی بلاک کی اہل حدیث مسجد میں اس کی تاسیس سے لے کر خطبہ جمعہ حافظ عبدالقادر ارشاد فرمایا کرتے تھے بلکہ بعض دفعہ رمضان میں قرآن بھی یہاں سناتے لیکن روزانہ لاہور آتے۔ بوقتِ تراویح نیوخاں کی بس کے ذریعے پھر واپس چلے جاتے۔

ایک دفعہ کسی مجبوری کی بنا پر نہ جا سکے تو مجھے کہا: فیصل آباد میں تراویح پڑھا آؤ، اس زمانے میں فیصل آباد بس کا کرایہ سوا دو روپے ہوتا تھا، احتیاط کے طور پر میں پانچ روپے لے کر گیا۔ اس مسجد میں ایک رمضان میں حافظ مقبول احمد مرحوم نے بھی تراویح پڑھائی تھی۔ آج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کل اس مسجد میں خطبہ جمعہ ہمارے دوست قاری محمد رمضان استاذ جامعہ سلفیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

جماعت اہل حدیث

1932ء سے قبل جماعت اہل حدیث کی تنظیم معرضِ وجود میں آئی اور شاہ محمد شریف گھڑیالوی مرحوم اس جماعت کے امیر منتخب ہوئے۔ یہ نظم 1947ء تک اسی طرح قائم رہا۔

پاکستان کی تشکیل کے بعد غالباً 1955ء میں دوبارہ جماعت کی تنظیم کا احیا ہوا۔ اس کے ناظم مرحوم بابو یاسین ڈائریکٹر رستم سہراب سائیکل فیکٹری لاہور مقرر ہوئے۔ بعد ازاں ملتان، سیالکوٹ اور گوجراں والا، پنجاب بھر کے کثیر علما نے واں رادھا رام کے اجتماع میں بالاتفاق مولانا محی الدین لکھوی کو امیر منتخب کیا۔ چند سال بعد مولانا محمد علی لکھوی کی ہدایت پر مولانا محی الدین لکھوی نے استعفادے دیا تو مولانا محمد عبداللہ (گوجراں والا) کی کوششوں سے حافظ محمد محدث گوندلوی ایک عرصے تک اس جماعت کے عہدۂ امارت پر فائز رہے۔ پھر ان کی علیحدگی کی صورت میں حافظ عبدالقادر روپڑی اس کے امیر مقرر ہوئے۔ پھر موصوف نے اپنی جگہ مولانا محمد حسین شیخوپوری کو امیر مقرر کر دیا اور خود تاحیات سرپرست رہے۔

ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث''

غیر منقسم ہندوستان میں اہل حدیث کی تنظیم اور مسلک کی نشر و اشاعت کے لیے اخبار کے اجرا کی ضرورت محسوس کی گئی تو اراکین نے اس کا تمام بوجھ حضرت محدث روپڑی پر ڈال دیا۔ کثرت اشغال کے باوجود آپ نے روپڑ سے مؤرخہ 26۔رمضان 1350ھ (5۔فروری 1932) کو ''تنظیم اہل حدیث'' کے نام سے پندرہ روزہ جریدہ جاری کیا جو بعد ازاں ہفت روزہ کر دیا گیا۔ اس وقت سے لے کر قیام پاکستان کے چند سال کے تعطل کے علاوہ آج تک یہ جریدہ تبلیغی اور تنظیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔

1959ء میں جماعت اہل حدیث نے اس بات پر غور کیا کہ جماعت کا ایک آرگن ہونا چاہیے، جس کے ذریعے خبروں کی ترسیل ہو۔ ابتدا میں اس کام کے لیے مولانا محمد اسحاق بھٹی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سہ روزہ منہاج سے کام لیا گیا۔ انھوں نے بخوشی اس فیصلے پر صاد کیا۔ کچھ عرصے تک سہ روزہ منہاج ہی جماعت کا ترجمان رہا۔ پھر دوبارہ روپڑ والے تنظیم اہل حدیث کا ڈیکلریشن، لاہور سے حاصل کر لیا گیا۔ اس کے پہلے ایڈیٹر مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری متعین ہوئے۔ اس وقت موصوف کی رہائش بدوملہی شہر میں تھی۔ ہفتے میں ایک دو دن کے لیے لاہور تشریف لاتے۔ مضامین کی اصلاح وترتیب کا کام کر کے واپس چلے جاتے۔ ان دنوں پاکستان اور بیرون پاکستان ''تنظیم اہل حدیث'' نے خوب شہرت حاصل کی۔ بالخصوص استاذِ محترم محدث روپڑی کا فتویٰ اس جریدے کی جان سمجھا جاتا تھا۔ قارئین کرام شدت سے ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' کے انتظار میں رہتے۔

بعد میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک تقریر کی بنا پر حافظ ابراہیم کمیرپوری گرفتار ہو گئے۔ کئی ماہ بعد رہا ہوئے تو شوگر کی بیماری نے آلیا۔ اس طرح تنظیم اہل حدیث کی ذمہ داری سے سبک دوش ہو گئے۔ پھر مولانا عزیز زبیدی اس کارِ خیر کے لیے منتخب ہوئے۔ انھوں نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ دینی حلقہ صحافت میں ان کی تحریروں کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔

پھر 1962ء میں حافظ عبدالرحمن امرتسری مدنی ''تنظیم اہل حدیث'' کے مدیر مقرر ہوئے۔ سالہا سال تک اس فرض کو انجام دینے کے بعد انھوں نے دسمبر 1970ء میں ماہنامہ ''محدث'' کا اجرا کر لیا جو اعلیٰ مضامین کا حامل رسالہ ہے۔ دینی مجلّات میں اس کا ممتاز مقام ہے، ان کے زیر اہتمام ایک بڑی درس گاہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے نام سے چل رہی ہے جس کے تحت متعدد کلیات و مدارس ہیں۔ اس طرح کئی تعلیمی، تحقیقی اور سماجی ادارے ان کے زیر نگرانی رواں دواں ہیں۔ رب العزت ان پودوں کو قائم ودائم رکھے۔ آمین!

بعد ازاں حافظ عبدالقادر روپڑی مرحوم نے خود ہی ''تنظیم اہل حدیث'' کی ادارت سنبھال لی۔ درپیش مسائل کو سامنے رکھ کر بڑی لگن اور محنت سے مضامین کا انتخاب کرتے۔ اس سلسلے میں حافظ محمد جاوید بن محدث روپڑی کا انتظامی تعاون مسلسل ان کو حاصل رہا، جس کی وجہ سے طباعتی کام آسان ہو گیا۔ مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی ''تنظیم اہل حدیث'' کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے فتویٰ راقم الحروف سے لکھوانا باعثِ اطمینان سمجھتے تھے۔ فرماتے آپ کا انداز تحریر محدث روپڑی کا سا ہے۔

تبلیغی پروگراموں کی تشکیل

اس دور میں جامع مسجد قدس اپنی مرکزی حیثیت کی بنا پر مرجع علما سمجھی جاتی تھی۔ لیل ونہار اہل علم کی آمدورفت جاری رہتی۔ دعوت وتبلیغ کے جملہ پروگرام یہیں سے تشکیل پاتے۔ موصوف خود ہی تبلیغ کے انچارج تھے۔ تاریخیں لینے کے لیے لوگوں کا جم غفیر ہر وقت ان کے گرد جمع رہتا۔ مختلف علاقوں کے اعتبار سے علما کے تبلیغی پروگرام خود وضع کرتے، پھر اس کے مطابق اشتہارات شائع ہوتے تاکہ اہل علاقہ آگاہی حاصل کر کے جوق در جوق شرکت کریں اور اگر کسی جگہ مناظرہ کا چیلنج درپیش ہوتا تو وہاں خود تشریف لے جاتے۔ آپ کے مناظروں کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے۔

مولانا حکیم محمد اشرف سندھو مرحوم کی عادت تھی کہ وہ ان کے مختلف مناظروں کی روداد شائع کرتے رہتے۔ حکیم صاحب مرحوم کا محدث روپڑی سے بڑا قلبی تعلق تھا۔ اتفاق دیکھیے کہ دونوں ایک ہی دن فوت ہوئے۔ ان کی وفات میں صرف چھ گھنٹے کا فرق ہے۔ محدث روپڑی نے 20۔ اگست 1964ء کو ظہر کے بعد سوا دو بجے دن میو ہسپتال لاہور میں انتقال فرمایا۔ سندھو صاحب بھی اس ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ کچھ دیر بعد جب ان کو محدث روپڑی کی وفات کی اطلاع ملی تو وہ بھی انتقال کر گئے۔ ہمارے زمانۂ طالب علمی میں سندھو صاحب مرحوم مسجد قدس کی چار دیواری میں اکثر قیام فرماتے اور اس دوران غیر سلفی عقائد کے حامل لوگوں کے خلاف کتابیں تالیف کرنے کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

''اکابر علمائے دیوبند'' نامی کتاب جب انھوں نے طبع کی تو انہی دنوں نسبت روڈ لاہور کے ایک مکان میں علما کی دعوت میں یہ کتاب پیش کر دی۔ اس مجلس میں مولانا غلام اللہ خاں راولپنڈی بھی شریک تھے۔ ان کو جب یہ نسخہ پیش کیا گیا تو وہ سیخ پا ہو کر مجلس سے اٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد اسی مجلس میں حافظ محمد اسماعیل روپڑی تشریف لائے، جب انھیں اس واقعہ کا علم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا تو فوراً مولانا کے پیچھے قاسی برادران کی ٹیمپل روڈ والی مسجد میں پہنچ گئے۔ مولانا غلام اللہ خاں نے احباب کو تاکید کر رکھی تھی کہ کوئی آئے تو دروازہ نہ کھولنا لیکن جب حافظ اسماعیل روپڑی گئے تو ان کو دروازہ خود ہی کھولنا پڑا اور واپس تشریف لے آئے۔ اس سے قبل حافظ عبدالقادر نے بھی ان کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہے تھے۔

حافظ اسماعیل روپڑی نے ایک دفعہ ساری سردیاں میرا کمبل سفروں میں ہمراہ رکھا اور اپنی اونی لوئی مجھے دے گئے۔ بعد میں یہ کمبل مجھے واپس کر کے اپنی لوئی وصول کر لی۔ آہ! آج حافظ اسماعیل روپڑی صاحب جیسا خلیق شخص ملنا مشکل نظر آتا ہے۔ کہاں سے لائیں گے اس جیسا مہربان، شفقت ورحمت کا پتلا......!

چند مناظرے

پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل حافظ عبدالقادر روپڑی کا ایک مناظرہ ہمارے سابقہ گاؤں کلس، ضلع لاہور میں مسئلہ تراویح پر مولوی محمد عمر اچھروی سے ہوا تھا۔ یہ واقعہ میرے ہوش سے پہلے کا ہے۔ ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ رب العزت نے حافظ صاحب کو بڑی کامیابی سے ہم کنار فرمایا تھا۔

ان کے چند مناظرے ایسے بھی ہیں جن میں راقم الحروف شریک تھا۔ ایک دفعہ لاہور کی مسجد وزیر خاں کے جوار میں ایک شخص کے گھر ''اولیاء اللہ حاضر ناظر ہیں!'' کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ مقابل نے آٹھویں پارے کے آخر میں حضرت صالح علیہ السلام کے اپنی مردہ قوم سے اندازِ تخاطب سے استدلال کیا کہ ثمودی صالح علیہ السلام کی بات سنتے تھے۔ اس کے جواب میں حافظ صاحب نے فرمایا: اس کے معنی یہ ہیں کہ کافر بھی حاضر ناظر ہیں تو وہ سوچ میں پڑ کر لاجواب ہو گیا۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک مناظرہ مغل پورہ، (لاہور) کی توحید مسجد میں مسئلہ علم غیب پر ہوا۔ اس میں راقم الحروف دلائل مہیا کر رہا تھا اور آپ مدِ مقابل کے سامنے دلائل کے انبار لگا رہے تھے۔ جب مقابل کی انتہائی پریشانی کو دیکھا تو کہا: پانی پینا ہے اور نہ پینے دینا ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر کار مقابل نے میدانِ مناظرہ سے راہِ فرار اختیار کی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے مولوی محمد عمر اچھروی نے سرحدی گاؤں جاہمن میں اہل حدیث کو جاللکارا۔ وہاں اہل حدیث کم تعداد میں تھے۔ وہ لوگ حافظ عبدالقادر روپڑی کی خدمت میں آئے کہ ہم بڑے پریشان ہیں، آپ ہمارے ساتھ چلیں، اچھروی صاحب نے مناظرہ کا چیلنج کر دیا ہے۔ آپ فوراً ان کے ہمراہ ہولیے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو مدمقابل وہاں سے غائب ہو گئے اور مناظرے کی نوبت ہی نہ آئی۔

کافی عرصہ پہلے کی بات ہے، واں رادھارام سے کچھ آگے چک نمبر 8 میں مشہور مناظر مولوی اسماعیل نے مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ وہ ابھی تقریر کر ہی رہے تھے کہ دوسری طرف حافظ عبدالقادر اور حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری بھی وہاں پہنچ گئے۔ کھلے بازار کے ایک طرف مولوی اسماعیل کا سٹیج اور دوسری طرف ان دونوں نے اپنا سٹیج بنا لیا۔ گھبراہٹ کے عالم میں مولوی اسماعیل نے اپنی تقریر ختم کر کے کتابوں کو صندوق میں ڈالا اور تانگے پر سوار ہو کر راہِ فرار اختیار کی۔ بعد میں ان علما نے اپنی تقریروں میں بڑے واضح دلائل و براہین کے ساتھ مخالف کی کمزوریوں کی نشان دہی کی۔ اس کے نتیجے میں بہت سارے لوگ حقائق سے واقفیت حاصل کر کے اہل حدیث ہو گئے۔

مسجد قدس میں تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد مناظرے ہوتے رہتے تھے۔ لاہوری مرزائیوں کا مرکز چوں کہ مسجد قدس، چوک دالگراں کے قریب ہے، حیلوں بہانوں سے ان کی آمد ورفت رہتی۔ ایک دفعہ مرزائی مبلغ عبداللطیف ایک مناظر کو لے کر آ گیا کہ ہم نے حیاتِ مسیح پر مناظرہ کرنا ہے۔ جب مناظرہ شروع ہوا تو مرزائی مناظر نے مماتِ مسیح پر قرآن کی آیت قد خلت من قبله الرسل (آپ سے پہلے بھی رسول گزر چکے) پیش کی اور کہا کہ الرسل کا الف لام استغراقی ہے جو سب انبیاء کو شامل ہے، دیگر انبیا چوں کہ موت کے ذریعے دنیا سے منتقل ہوئے لہٰذا اس عموم میں عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، دوبارہ زمین پر ان کی آمد نہیں ہوگی۔ اس کے جواب میں حافظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالقادر روپڑی نے فرمایا:

"سورۃ الدہر میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے: إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ (ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا) یہاں الانسان میں بھی الف لام استغراقی ہے لیکن عیسیٰ علیہ السلام اس عمومی ضابطے سے یہاں مستثنیٰ ہیں عین اسی طرح قد خلت من قبله الرسل میں بھی عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں۔"

اسی نکتے پر آپ جیت گئے اور مرزائی مناظر کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

دوسرے کسی موقع پر ایک مرزائی بڑے فخریہ انداز میں گفتگو کر رہا تھا کہ مجھے احمدی بننے سے پہلے نماز میں بڑے وسوسے اور خیالات آتے تھے اور جب سے احمدی مسلک اختیار کیا، خیالات آنے بند ہو گئے۔ گویا اس کے نزدیک یہ بات مرزائی مذہب کی حقانیت کی دلیل ہے۔ جواباً حافظ صاحب نے فرمایا دراصل بات یہ ہے کہ جب تو اہل اسلام میں شامل تھا، اس وقت تیرے پاس چوں کہ ایمان کی دولت تھی اس لیے شیطان ڈاکا ڈالنے کے لیے آتا تھا اور جب اس نے سمجھا کہ یہ بھی میرا ہمنوا بن گیا ہے، جو کام میں نے کرنا تھا، یہ کر رہا ہے تو ڈاکا ڈالنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔

جن دنوں خطیب ملت حافظ محمد اسماعیل روپڑی کراچی میں مقیم تھے، ان کی خواہش پر ایک مناظرہ مولوی محمد عمر اچھروی سے کراچی میں ہوا تھا، جو مناظروں کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے، اس میں اچھروی صاحب کو خفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مناظرے کی روداد حکیم محمد اشرف سندھو صاحب مرحوم نے بڑی تفصیل کے ساتھ شائع کی تھی۔ اس طرح فروکہ ضلع سرگودھا کا مناظرہ بھی بڑا مشہور ہے۔

حافظ عبدالقادر مرحوم کی زندگی کا میں نے بڑے قریب سے مشاہدہ کیا ہے، وہ ہر لمحے مجھے اللہ کے دین کے لیے دیوانہ وار سفر میں مصروف نظر آئے۔ ان کی نیند بسوں اور گاڑیوں میں پوری ہوتی، لیل ونہار دعوت وتبلیغ میں گزرتے، زندگی کے آخری ایام میں اتفاق ہسپتال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ڈاکٹروں کا بورڈ دماغ کے آپریشن کے بعد اس پر تبصرہ کر رہا تھا کہ اللہ کے اس بندے نے اپنے دماغ کو کس قدر صرف کیا ہے؟ واقعی اس دماغ کے ذریعے ہزاروں لوگوں نے ہدایت پائی اور سیکڑوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ فیصل آباد کے معروف تاجر رہنما صوفی احمد دین صاحب کی حافظ صاحب کے جنازے میں مجھ سے ملاقات ہوئی تو آنسو بہاتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے ہمیں صحیح عقیدہ نصیب فرمایا۔ اس نعمت عظیم پر رب العزت کا جتنا شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔''

سعودی حکومت اور موحدین کے تعلقات

حادثۂ حرم اور انقلابِ ایران سے قبل سعودی حکومت کا معمول تھا کہ اندرون ملک اور بیرون ملک سے ممتاز علما و مبلغین کو ایام حج میں دعوت دیتی تاکہ وہ حجاج کو احکام و مسائل حج سے روشناس کرائیں۔ اس کے لیے حافظ عبدالقادر روپڑی کو بالخصوص دعوت دی جاتی۔ ان کے علاوہ مولانا محمد حسین شیخوپوری، حافظ عبدالرحمن مدنی اور راقم الحروف بھی اس تبلیغی مشن میں شریک ہوتے۔ حضرت حافظ صاحب کا منبر مسجد الحرام میں رکن یمانی کی سمت میں ہوتا تھا۔ نماز فجر اور مغرب کے بعد باقاعدہ تبلیغی پروگرام ہوتا جس میں ہزاروں لوگ شریک ہوکر اپنی علمی تشنگی بجھاتے اور پیش آمدہ مسائل سے آگاہی حاصل کرتے۔ اس طرح دنیا بھر کے حجاجِ کرام سے متعارف ہونے کا موقع بھی میسر آجاتا اور دعوتی پیغامِ ارض معمورہ (آباد سرزمین) کے اکناف واطراف میں پہنچ جاتا۔ دوسری جانب سعودی علما سے بالعموم اور کبار علمائے حرمین سے بالخصوص تعارفی مجلس کا انعقاد ہوتا۔ مسلمانوں کو درپیش مسائل پر غور وخوض کیا جاتا۔ اسی طرح بیرونی اہل علم اور دانشوروں سے ملاقاتیں کر کے دنیا بھر کے مسائل ومشکلات سے آگاہی حاصل ہوتی اور ان کے حل کے لیے تدابیر کی جاتیں۔ اس سلسلے میں بوقت ضرورت سعودی علما اور ارباب حکومت سے رابطہ کر لیا جاتا تاکہ آسانی سے درپیش مسائل کا حل نکل سکے۔

واضح ہو کہ جب سے سعودی حکومت کا قیام عمل میں آیا ہے، اس وقت سے لے کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزنوی اور روپڑی خاندان کا اس سے عقیدۂ توحید کی بنیاد پر مثالی تعلق رہا۔ ابتدا میں شاہ عبدالعزیز ابن سعود (شاہ عبداللہ کے والدِ گرامی اور مؤسس مملکتِ سعودیہ) کی حکومت کو کئی قسم کی مشکلات کا سامنا تھا۔ اللہ کے فضل وکرم سے برصغیر ہند کے موحدین سعودی حکومت کے شانہ بشانہ روحانی ومالی اور اخلاقی ہر قسم کی خدمات کو باعثِ افتخار تصور کرتے آئے ہیں۔ روپڑی خاندان کے پاس وہ سندات اور شاہی تحائف وخطوط بکثرت موجود ہیں جو ان کو شاہ عبدالعزیز کی طرف سے اسلامی حکومت کی مالی اور اخلاقی تعاون کے اعتراف کے طور پر دیے گئے۔ دوسری طرف سعودی حکمرانوں نے بھی کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ان کے خزانے کھلے ہیں، ہر مشکل گھڑی میں ہر جگہ وہ پیش پیش نظر آتے ہیں۔ آج وہ کون سا مقام ہے جہاں سعودی عرب کی خدمات کے اثرات نمایاں نہ ہوں۔ کہیں مدارس وجامعات کا تعاون کیا جارہا ہے اور کسی جگہ مسجدیں بنوائیں جارہی ہیں، کہیں یتیم خانے قائم ہورہے ہیں اور کہیں ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کا جال بچھ رہا ہے اور کفر کے مقابلے میں میدان کارزار میں پیسا پانی کی طرح بہایا جارہا ہے تاکہ روئے زمین پر کلمہ حق کی سربلندی ہو اور کفر نیست ونابود ہو۔ پورے عالم میں سعودی عرب کے مبعوثین رب کے دین کی نشر واشاعت میں شب وروز مصروف ہیں۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

حافظ صاحب مرحوم کے جریدۂ ''تنظیم اہل حدیث'' کا یہ امتیاز ہے کہ اس نے سعودی حکومت کے کارہائے نمایاں کو ہمیشہ صفحۂ اول پر جگہ دے کر یا پھر کسی مناسب مقام پر شائع کر کے محبت کا اظہار کیا۔ ابتدائی ادوار میں جب سعودی حکمرانوں نے اپنی سرزمین سے بالعموم اور حرمین شریفین سے بالخصوص آثارِ شرک مٹانے کا اہتمام کیا تو اہل بدعت نے بڑا شور بپا کیا۔ اس کے جواب میں شاہ ابن سعود نے فرمایا: عالم اسلام کے ثقہ علما اگر ان چیزوں کا وجود کتاب وسنت سے ثابت کردیں تو ابن سعود ان قبوں اور آثار کو نئے سرے سے صرف مٹی کی اینٹوں سے نہیں بلکہ سونے کی اینٹوں سے تعمیر کرادے گا لیکن ثبوت پیش کرنے کی آج تک کسی میں جرأت نہ ہوسکی۔ مؤقر جریدہ تنظیم اہل حدیث کے پہلے دور کی فائلوں کو اٹھا کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھ لیجیے تو اس میں ایسی خبریں نمایاں نظر آئیں گی۔ پٹرول کی دریافت کے موقعے پر امریکی کمپنیوں سے معاہدے، تاریخ کا ایک اہم باب ہے، وہ بھی تنظیم اہل حدیث کے سینے میں محفوظ ہے۔

تقریروں میں حاضری کے لیے اہتمام

جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) جماعت کا مشہور تعلیمی ادارہ ہے۔ راقم الحروف نے درس وتدریس کے سلسلے میں وہاں اچھا خاصا وقت گزارا ہے۔ لیکن جمعہ ہمیشہ اپنے قصبے سرہالی کلاں (ضلع قصور) میں پڑھاتا تھا۔ فیصل آباد جانے کے لیے گزرنا چونکہ لاہور سے ہوتا تھا، کوشش ہوتی کہ حضرت حافظ عبد القادر روپڑیؒ کو مسجد قدس میں سلام کر کے پھر سفر اختیار کروں۔ ایک دفعہ میں سلام کے لیے حاضر ہوا تو فرمایا: ٹھہرو، اکٹھے چلتے ہیں۔ مسجد سے نکل کر ریلوے اسٹیشن کی طرف چل دیے، وہاں پہنچے تو گاڑی نکل چکی تھی، فرمایا: اب شیخوپورہ چلتے ہیں۔ وہاں سے اس گاڑی کو پکڑیں گے۔ جب وہاں پہنچے تو گاڑی پھر آگے نکل گئی۔ پھر ہم اس ریل کے تعاقب میں ننکانہ پہنچے، گرمی کا موسم تھا، سورج یہیں غروب ہوگیا۔ آگے منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے ریل کے علاوہ سڑک کا راستہ نہیں تھا، وہاں سے ہم نے سائیکل کرائے پر لیے تو ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سفر شروع کر دیا۔ راستہ غیر ہموار اور کم نظر آتا۔ اندھیری رات میں بچیانہ پہنچ کر دوسرے گاؤں میں پروگرام تھا۔ سحری کے وقت مطلوبہ مقام پر پہنچے۔ شدید تھکاوٹ کی وجہ سے وہاں پہنچتے ہی میں تو لیٹ گیا۔ لیکن مرحوم نے خود ہی سپیکر کھول کر اکیلے تقریر شروع کر دی۔ سوئے ہوئے لوگ گھروں سے اٹھ کر مسجد میں پہنچ گئے۔ تقریر کرتے ہوئے صبح کی اذان شروع ہوگئی۔ پھر نماز پڑھانے کے لیے مجھے مصلے پر کھڑا کر دیا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے مجھ میں نماز پڑھانے کی ہمت نہ تھی، لیکن الأمر فوق الأدب کے تحت نماز تو پڑھا دی۔ پھر کہنے لگے: قرآن کا درس دو۔ میں نے بہت معذرت کی لیکن میری ایک نہ سنی اور کہا: درس آپ ہی کو دینا ہوگا۔ بہرصورت درس سے فراغت کے بعد میں فیصل آباد کی طرف چلا گیا۔ آپ واپس لاہور تشریف لے آئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ایک دفعہ کوٹلی رائے ابوبکر میں عشا کے بعد تقریر سے فارغ ہوکر راؤ خاں والا سے انھوں نے ریل کا سفر کرنا تھا۔ رات کو حاجی عبدالعزیز مرحوم کے ہمراہ قریباً چھ میل کا سفر پیدل ہی کیا۔ شدید اندھیری رات تھی اور کوئی واضح راستہ بھی نہ تھا۔ کئی بستیوں کے کتے پیچھے لگ گئے لیکن اللہ رب العزت نے اپنی حفاظت میں منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ ان واقعات کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ دین کی اشاعت کے لیے اس مردِ مجاہد نے بہت سی صعوبتیں برداشت کیں، جن کے عشر عشیر بھی آج ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ رب العزت مرحوم کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

مختلف تحریکوں میں شمولیت

برصغیر میں مسلمانوں کی برطانوی حکمرانوں سے نفرت ایک تاریخی حقیقت ہے جس میں تاویل یا انکار کی گنجائش نہیں، بالخصوص مسلک سلف کے حامل لوگوں نے برطانوی سامراج کے خلاف تحریک مجاہدین کی صورت میں ایثار وقربانی کا جو کردار ادا کیا، وہ تاریخ کا ایک سنہری باب ہے، جس کے آج بھی چراغ روشن ہیں۔ ان کے عظیم کارناموں کے اوراق بالاکوٹ سے چمرکند تک آج عظمت وعزیمت کا نشان ہیں۔ 1935ء میں برطانوی استعمار نے برصغیر کو ایک دستور دیا۔ 1937ء میں اس کے تحت انتخابات میں کانگرس کو سارے ہندوستان میں غلبہ حاصل ہوا۔ 1940ء میں مسلم لیگ نے علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کے لیے قرارداد کی صورت میں مطالبہ پیش کر دیا۔ یہ وہ دور تھا کہ بطل حریت حافظ عبدالقادر کے جواں جذبات اوجِ ثریا کی بلندیوں پر تھے۔ آپ نے مسلم لیگ کی سیاسی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا، یہاں تک کہ محنت شاقہ اور ممتاز کارکردگی کی بنا پر ان کو روپڑ کی مسلم لیگ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ ضلع انبالہ میں بہت کام کیا، تقریروں اور تحریروں کے ذریعے عامۃ الناس کو مجوزہ مملکت پاکستان کا ہم نوا بنایا۔ ان کی محنت کا ثمر تھا کہ 1946ء کے الیکشن میں روپڑ کے مسلمانوں کے پندرہ ہزار ووٹوں میں سے صرف ایک ووٹ مسلم لیگ کے خلاف گیا۔

موصوف تحریک آزادی کی سرگرمیوں کی بنا پر قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ 35 رفقاء سمیت ان کو انبالہ جیل میں پابند سلاسل کیا گیا، اس سلسلے میں اذانوں کا قصہ معروف ہے کہ اذانیں ایک ہندو سپرنٹنڈنٹ جیل کو ناقابل برداشت تھیں، مگر اسے بھی مفاہمت کے سوا کوئی دوسری راہ نظر نہ آئی۔ اس مقدمے میں حافظ صاحب کو سات سال قید ہوئی تھی مگر بعد میں مسلم لیگ اور حکومت کے مابین صلح ہوجانے کی وجہ سے تمام قیدیوں کو رہائی حاصل ہوگئی۔ استقلال پاکستان سے چند روز قبل روپڑ کے ہندو ایس ڈی ایم لکشمی چند نے یہ حکم صادر کیا کہ حافظ عبدالقادر جہاں نظر آئے، اس کو گولی مار دو۔ مقصود اس سے مسلم لیگ کو کمزور کرنا تھا مگر اللہ رب العزت نے آپ کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھا۔

تقسیم ملک کے موقع پر روپڑی خاندان کو انتہائی کٹھن حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ 17 افراد دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ ملکی سطح پر جتنی تحریکوں نے جنم لیا، خواہ مذہبی ہوں یا سیاسی، حافظ صاحب ہر ایک کے ہراول دستے میں نظر آتے ہیں۔ 1953ء میں تحریک ختم نبوت میں پوری سرگرمی سے حصہ لیا۔ دیگر محبانِ اسلام کے ساتھ مل کر تحریک کو کامیاب بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ 1974ء میں پاکستان جمہوری پارٹی میں شامل ہوئے۔ 1977ء کی تحریک نظام مصطفی میں اس پارٹی کے نائب صدر تھے۔ گرفتاری کے بعد آپ کو میانوالی جیل بھیج دیا گیا۔ جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں رکن مجلس شوریٰ، مشیر وفاقی شرعی عدالت اور رؤیت ہلال کمیٹی کے رکن رہے۔

مجھے تو یوں نظر آتا ہے کہ مناصب کی ان کو چنداں ضرورت نہ تھی بلکہ خصائص وامتیازات اور خوبیوں کی بنا پر عہدے ان کے پیچھے دوڑتے تھے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء... وہ اکیلے جماعتوں اور گروہوں سے بھاری تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے باصلاحیت موتی مائیں خال خال ہی جنم دیتی ہیں جن کی اولوالعزمی پر تاریخ ناز کرے۔ آج اسماعیل اور عبدالقادر کے ثنا خواں تو بہت نظر آئیں گے لیکن ان جیسے عظمت وعزیمت کے پیکر اور جذبہ ایثار وقربانی کے حاملین کا وجود مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائے اور مرحومین کی خدمات کو قبول کر کے اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔ آمین!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روپڑی خاندان کو ایک اور صدمہ

حافظ عبدالقادر روپڑی مرحوم کی وفات کے ٹھیک ایک ماہ چھبیس دن بعد روپڑی خاندان کو مزید صدمہ یہ پہنچا کہ یکم فروری بروز منگل 2000ء کو مغرب سے قبل حافظ عبدالقادر صاحب کا پوتا اور جناب عارف سلمان روپڑی کا صاحب زادہ جو پہلے کریسنٹ سکول کا ذہین طالب علم تھا، عارف سلمان روپڑی صاحب نے اپنے اس صاحب زادے عثمان سلمان کو سکول سے طویل چھٹیاں لے کر کچھ عرصہ کے لیے جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) گارڈن ٹاؤن، لاہور کے شعبۂ تحفیظ میں داخل کرا رکھا تھا۔ اس بچے نے اس سال قرآن کا پہلا نصف مکمل کر کے نماز تراویح میں سنایا تھا۔ مدرسے سے چھٹی کے بعد اپنے پھوپھی زاد حمزہ سے مسابقت کرتے ہوئے آیا اور دھکم پیل میں پلنگ پر گر پڑا۔ اسی دوران دل کے دورے کی وجہ سے اسے سانس نہ آسکا اور اللہ کو پیارا ہو گیا...... انا للہ وانا الیہ راجعون!

قابل ذکر بات یہ ہے کہ دادا اور پوتا کی وفات کا وقت تقریباً ایک تھا۔ اسی طرح جس وسیع میدان میں دادا کا جنازہ پڑھایا گیا، اسی جگہ پوتے کا جنازہ ادا کیا گیا۔ تاحدِ نظر ہزاروں لوگ جنازے میں شریک تھے۔ دادا کی طرح پوتے کا جنازہ بھی راقم الحروف نے پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ روپڑی خاندان کو اس حادثے کا صدمہ برداشت کرنے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخش کر نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

✠✠✠✠✠

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پچیسواں باب

حافظ محمود احمد روپڑی

میاں رحیم بخش مرحوم کے سب سے چھوٹے بیٹے حافظ محمود احمد روپڑی تھے جو 1918ء میں پیدا ہوئے۔ کچھ بڑے ہوئے تو قرآن مجید حفظ کرنے لگے، حفظ کے بعد درس نظامیہ کی تعلیم حضرت حافظ عبداللہ روپڑی اور بعض دیگر اساتذہ سے حاصل کی۔ عربی اور فارسی کے عالم تھے اور ان دونوں زبانوں کے متعدد اشعار انھیں زبانی یاد تھے۔

روپڑی خاندان کے لوگ انھیں حافظ احمد کہہ کر پکارتے تھے۔ میری ان سے 1953ء کے لگ بھگ شناسائی ہوئی۔ وہ ان کی بھرپور جوانی کا زمانہ تھا۔ پورا قد، قدرے چوڑا بشرہ، گندمی رنگ، کھلی پیشانی، کشادہ سینہ، نرم کلام، حلیم الطبع۔ ہر ایک سے خندہ روئی سے پیش آتے اور بات چیت میں خوشی کا اظہار کرتے۔ موقع ومحل کی مناسبت سے اثنائے گفتگو میں عربی اور فارسی کے خوب صورت شعر پڑھنا ان کی عادت تھی۔ ان کا زیادہ وقت مسجد قدس میں گزرتا تھا۔ میں جب بھی اس طرف گیا اور ان سے ملا، انھوں نے اس طرح محسوس کرایا، جیسے میرا انتظار کر رہے تھے اور ملاقات کے لیے بے چین تھے۔ پھر موسم کے مطابق بوتل یا چائے پلائی۔

ایک مرتبہ میں اور حاجی محمد اسحاق حنیف مرحوم مسجد مبارک میں جمعہ پڑھنے کے بعد محض روپڑی حضرات سے ملنے کے لیے مسجد قدس گئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ ہم مسجد کے دروازے پر پہنچے تو سب سے پہلے انہی حافظ احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ہاتھ میں سفید سا رومال تھا۔ سلام دعا کے بعد ایک لڑکے کو جو قریب ہی کھڑا تھا، رومال سے کچھ پیسے دیے اور کہا آج بہت بڑی شخصیتیں آئی ہیں، دوڑ کر کوکا کولا کی دو ٹھنڈی بوتلیں لاؤ اور انھیں پلاؤ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاجی صاحب کی ان حضرات سے بے تکلفی تھی۔ انھوں نے کہا: یہ بوتلیں کہیں چندے کے پیسوں سے تو نہیں منگوائی جا رہیں۔

کیا دلچسپ اور خوش گفتار لوگ تھے، سب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ موجودہ نسل کو کیا معلوم کہ وہ کن اوصاف کے حامل اور کن خصوصیات کے مالک تھے۔

حافظ محمود احمد روپڑی نے جو کام اپنے ذمے لے رکھے تھے، جہاں تک مجھے معلوم ہے، وہ کچھ اس قسم کے تھے۔

☆...... مسجد قدس کا انتظام اور اس کی دیکھ بھال۔

☆...... جامعہ قدس کے طلبا کے لیے خوراک وغیرہ کی فراہمی کے لیے کوشاں رہنا۔

☆...... ہفت روزہ اخبار ''تنظیم اہل حدیث'' کی کتابت، طباعت، ترسیل وغیرہ معاملات کی نگرانی۔

☆...... وہ خطیب اور مقرر بھی تھے۔ بڑے بھائی حافظ عبدالقادر روپڑی کی غیر موجودگی میں امامت اور جمعۃ المبارک کی خطابت کی ذمہ داری انہی کی ہوتی تھی۔

☆...... آنے جانے والوں کی مہمان نوازی کا فریضہ بھی وہی انجام دیتے تھے۔

☆...... بیواؤں، یتیموں اور نادار لوگوں کی اعانت کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

☆...... مستحق طلبا کی مالی مدد کرتے تھے۔

☆...... مستحقین کی اعانت کے لیے کسی صاحبِ استطاعت کو توجہ دلانا ضروری ہوتا تو اس میں وہ کوئی عار محسوس نہ کرتے۔

☆...... مسجد کو صاف رکھنا اور صفوں کی گرد وغبار جھاڑنا ان کے نزدیک پسندیدہ کام تھا۔ جس میں وہ ہر صورت میں بھی حصہ لیتے۔

☆...... طلبا کو پڑھاتے بھی تھے۔

حافظ محمود احمد روپڑی نے 11۔ذی الحجہ 1409ھ (15۔جولائی 1989ء) کو امریکہ میں وفات پائی۔ وہاں سے ان کی میت لاہور آئی تو 20۔جولائی 1989ء کو انھیں گارڈن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

میاں رحیم بخش مرحوم کے چاروں بیٹوں (حافظ محمد، حافظ اسماعیل، حافظ عبدالقادر اور حافظ محمود احمد) کے متعلق جو کچھ مجھے معلوم تھا، عرض کر دیا گیا۔ میرے علم کے مطابق وہ کتاب وسنت کے مخلص ترین مبلغ اور عمدہ خصال لوگ تھے۔ ان کی تبلیغی مساعی اور مناظرانہ جدوجہد سے دین حق کے دائرے میں وسعت پیدا ہوئی اور بے شمار لوگوں نے بدعات کو ترک کر کے مسلک اہل حدیث اختیار کیا۔ وہ اگرچہ ہماری دعاؤں کے محتاج نہیں، ہمیں یقین ہے کہ اللہ نے ان کی مغفرت فرما دی ہے، تاہم آیئے ان پاک روحوں کے لیے خلوص قلب کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں۔

اللهم اغفرلهم وارحمهم وعافهم واعف عنهم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھبیسواں باب

حافظ عبدالوحید روپڑی

برصغیر پاک وہند میں تین خاندانوں نے توحید وسنت کی شمع روشن کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا، وہ ہیں لکھوی، غزنوی اور روپڑی خاندان۔ ہمارے ممدوح حافظ عبدالوحید روپڑی خاندان کے ایک عظیم فرد ہیں جو مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے بھتیجے اور حافظ محمد حسین روپڑیؒ کے فرزند ارجمند ہیں اور دنیاوی اور دینی علوم کی دولت سے مالا مال ہیں۔ موصوف تقسیم ہند سے چار سال قبل 1943ء میں بمقام امرتسر پیدا ہوئے۔ اس وقت ان کے والد محترم حافظ محمد حسین روپڑیؒ درس وتدریس میں مشغول ہونے کے ساتھ ساتھ امرتسر میں تجارت کے پیشہ سے بھی منسلک تھے۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ خود اپنے ہاتھ سے کما کر اہل وعیال کو رزق حلال کھلایا جائے اور صدقات وخیرات کے مال سے محفوظ رہا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے مال کی میل قرار دیا ہے۔ گھر کا ماحول شروع سے ہی مذہبی اور دینی تھا لہٰذا انھوں نے اپنے تمام بچوں کی تربیت اسی طریقے سے کی۔

حافظ عبدالوحید روپڑی نے ایسے خاندان میں شعور کی آنکھ کھولی جو عقیدہ توحید میں بے حد پختہ اور سنت نبوی ﷺ کا شیدائی تھا۔ جب کچھ بڑے ہوئے تو والد محترم نے قرآن مجید پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جس مثالی قوت حافظہ سے نوازا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فاضل ممدوح نے اپنے والد محترم سے گھر میں ہی دس ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور اسی سال نماز تراویح میں قرآن مجید سنانا بھی شروع کر دیا تھا۔ الحمدللہ آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

تربیت اور اس کا نتیجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حافظ محمد حسین روپڑی کو اپنی اولاد کی تربیت کا بہت خیال رہتا تھا۔ ان کی تمنا تھی کہ ان کی اولاد کے ذہن میں اسلامی اقدار راسخ ہو جائیں۔ مندرجہ ذیل چند واقعات سے اس کی شہادت ملتی ہے۔

1۔ جس سکول میں انھوں نے اپنے بیٹوں کو داخل کرایا اس کی یونیفارم قمیص اور نیکر تھی لیکن والد بزرگ وار نے ہیڈ ماسٹر سے مل کر اپنے بیٹوں کے لیے شلوار قمیص کی خاص طور سے اجازت لی۔

2۔ سکول کے تمام طلباء انگریزی بال رکھتے تھے لیکن والد صاحب نے سکول انتظامیہ سے اجازت حاصل کی کہ میرے لڑکے انگریزی بال نہیں رکھیں گے۔ اپنے سامنے میں وہ ان کی اسلامی طرز کی حجامت بنواتے تھے۔

3۔ نماز کے لیے حضرت حافظ صاحب ان کی خاص نگرانی فرماتے کہ نماز پابندی سے باجماعت پڑھی جائے۔ ایک دفعہ وہ گھر میں موجود نہیں تھے۔ یہ تینوں بھائی حافظ عبدالرحمن مدنی، حافظ عبدالوحید اور حافظ عبدالماجد کھیل کود میں ایسے مگن ہوئے کہ نماز میں اتنی تاخیر کر دی کہ دن کی روشنی ماند پڑ گئی اور کچھ اندھیرا محسوس ہونے لگا۔ ان کے والد گرامی گھر تشریف لائے اور انھیں بیٹوں کی اس کوتاہی کا علم ہوا تو اس پر سخت ناراضی کا اظہار کیا اور نماز نہ پڑھنے والوں کو جہنم میں جو عذاب ہوگا، نصیحت کرتے ہوئے اس کا نقشہ کھینچ دیا۔ ان کا نصیحت کرنے کا انداز اتنا موثر تھا کہ شاید پہلے نماز ان کے ڈر سے پڑھی جاتی تھی، اب صرف اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھی جانے لگی۔

4۔ تہجد کی نماز پڑھتے وقت ان کے والدِ مکرم قرآن مجید کی تلاوت ہلکی آواز میں کرتے تھے۔ اس ماحول نے حافظ عبدالوحید پر یہ اثر کیا کہ انھوں نے تیرہ چودہ سال کی عمر میں سحری کے وقت اٹھ کر نماز تہجد پڑھنا شروع کر دی۔ جب ان کے والد نے ان کا یہ شوق دیکھا تو قرآن پڑھنے کے ساتھ دعا کرنے کی بھی تاکید فرمائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم

حافظ عبدالوحید نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم شیخ الحدیث حافظ محمد حسین روپڑیؒ سے اپنے گھر میں حاصل کی۔ حفظ قرآن کے بعد والد محترم نے تعلیم کے حصول کے لیے ان کو ایک سکول میں داخل کروایا اور وہاں انھوں نے میٹرک پاس کیا۔ حفظ قرآن اور میٹرک کے بعد باقاعدہ درس نظامی کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور درس نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ اس کے بعد اپنے چچا مرحوم حافظ عبدالرحمن کمیرپوری سے جامع مسجد رحمانی جے بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور میں بلوغ المرام اور مشکوٰۃ المصابیح اور قرآن کریم کے آخری چھ پاروں کا ترجمہ پڑھا۔ صرف پندرہ سال کی عمر کے تھے کہ والد محترم جو علم وعرفان کے ماہِ تاباں تھے، اس دنیائے فانی سے 2۔ اکتوبر 1959ء کو رخصت ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

جامعہ اہل حدیث میں داخلہ

حافظ محمد حسین روپڑیؒ اپنے برادر کبیر محدثِ زماں حافظ عبداللہ روپڑی کے زیرِ سایہ جامعہ اہل حدیث چوک دال گراں لاہور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری حضرت محدث روپڑی نے قبول کی تو انھوں نے حافظ عبدالوحید اور حافظ عبدالرحمن مدنی کو جامعہ اہل حدیث میں باقاعدہ داخل کیا۔ وہ انھیں علوم دینیہ پڑھاتے اور ان کی تربیت کا خاص خیال رکھتے اور ان پر بے حد شفقت فرماتے۔ محدث روپڑی کے علاوہ انھوں نے مولانا عبدالجبار ملک پوری اور مولانا غلام قادر بہاول پوری سے بھی اکتسابِ علم کیا۔

دورۂ تفسیر

قرآن مجید کے فہم کے لیے بعض مدارس میں ماہ شعبان اور رمضان المبارک میں دورہ تفسیر کا اہتمام کیا جاتا ہے اور یہ فریضہ کوئی ایسے بلند پایہ عالم ادا کرتے ہیں جو تفسیر وحدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مہارت رکھتے ہوں۔ تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ حضرت محدث روپڑی بھی ہر سال جامعہ اہل حدیث میں دورۂ تفسیر کا اہتمام فرماتے تھے۔ کبھی یہ ذمہ داری خود سرانجام دیتے اور کبھی کسی اور جید عالم پر ڈال دی جاتی۔ اس کے لیے حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی کو بھی متعدد مرتبہ دعوت دی گئی۔ ہمارے ممدوح حافظ عبدالوحید بھی ان خوش نصیب طلباء میں شامل تھے جن کو حضرت گوندلویؒ سے تفسیر پڑھنے کا موقع ملا اور ان کے علمی نکات سے مستفید ہوئے۔

تعلیم کے لیے مدینہ منورہ کو روانگی

حافظ عبدالوحید صاحب تعلیم کے تکمیلی مراحل میں تھے کہ محدث روپڑیؒ وفات پا گئے۔ ان کی رحلت کے بعد سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی نے جو کہ ان کے چچا زاد بھائی تھے، حافظ عبدالوحید اور حافظ عبدالرحمن مدنی کو جامعہ اسلامیہ منورہ میں اعلیٰ تعلیم کے لیے بھیجا اور ان بھائیوں پر حافظ عبدالقادر کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ ان کی مدینہ منورہ روانگی کے وقت وہ خود انھیں کراچی الوداع کہنے کے لیے تشریف لے گئے۔ مقصد فقط یہ تھا کہ عم زاد بھائیوں کی دلجوئی ہو اور ان کی تعلیم مکمل ہو سکے۔

اس وقت جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں آج کل کی طرح سہولتیں میسر نہیں تھیں۔ بسا اوقات موسم کی شدت سے طلبا نہ دوپہر کو سو سکتے اور نہ رات کے بارہ ایک بجے تک نیند آتی۔ کھانے پینے کی بھی موجودہ دور کی طرح سہولت نہ تھی۔ جامعہ اسلامیہ کے طلباء رمضان المبارک کے آخری ایام حرم مکی میں گزارتے۔ بعض اوقات وضوء کے لیے بھی پانی میسر نہ آتا۔ ایسا بھی ہوتا کہ پانی کا ایک لوٹا دو ریال میں خریدا جاتا۔ حج کے موقع پر عوام کے ہجوم کی وجہ سے مسائل اور بڑھ جاتے۔ ان دنوں ہوٹل بھی بہت کم تھے۔ اکثر حجاج رباط (سرائے) میں ٹھہرتے۔ ہمارے ممدوح حافظ عبدالوحید بھی طلباء کے ساتھ حج کے دوران ایک رباط میں ٹھہرے۔ نہر زبیدہ تقریباً ہر رباط کے قریب سے گزرتی تھی۔ کنویں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح اس سے چرخی اور ڈول کے ذریعے پانی نکالا جاتا۔ ساتھ غسل خانے نہانے کے لیے بنے ہوتے۔ اسی طرح وضوء کرتے۔ یہ بڑا تکلیف دہ معاملہ تھا۔ حج کے دنوں مکہ، منیٰ، عرفات وغیرہ۔ میں زیادہ تر پیدل جانا پڑتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے معاملات دیکھیے کہ ایام حج میں موسم کی شدت اور جسمانی مشقت سے حافظ عبدالوحید کو بخار آنے لگا۔ واپس یونیورسٹی جا کر بھی افاقہ نہ ہوا، حتیٰ کہ ان کو شدید قسم کا یرقان ہوگیا۔ یونیورسٹی میں چھوٹا سا ہسپتال تھا۔ ڈاکٹر علاج کرتا رہا لیکن تکلیف رفع نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر نے ان کو مدینہ منورہ میں ایک بڑے ہسپتال میں بھجوادیا۔ لیکن مرض مزید شدت اختیار کر گیا۔ بہرحال کافی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے صحت عطا فرمائی۔

تجارت

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد دیکھا کہ گھریلو حالات ناساز گار ہیں۔ ب انھوں نے شعبہ تجارت سے منسلک ہونے کا فیصلہ کیا اور تجارت کا پیشہ اختیار کرنے کی ۔ وجہ والد مرحوم کی خواہش اور نصیحت تھی۔ خود حافظ عبدالوحید روپڑی فرماتے ہیں

”میں نے بھائیوں کی باہمی مشاورت سے تجارت کا فیصلہ کیا لیکن اس کے لیے خطیر سرمایہ کی ضرورت تھی اور اس وقت ہمارے پاس سرمایہ موجود نہ تھا، اس لیے شراکت کی بنیاد پر تھوڑی سی رقم بہن بھائیوں سے اکٹھی کی اور زیادہ سرمایہ والد صاحب کے دوستوں سے شراکت کی بنیاد پر لیا۔ اس طرح کاروبار کا آغاز ہوا۔ والد صاحب کی تربیت اور نصیحت کو اپنے اوپر لازمی کر لیا اور رزق حلال کے حصول کے لیے قرآن وحدیث کے احکام کا خاص طور پر خیال رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے تھوڑے سرمایہ میں برکت پیدا فرمائی اور اپنی نعمتوں سے نوازا۔ اکثر کاروباری دوست کہتے کہ سود کے بغیر کامیابی مشکل ہے لیکن میں جواب دیتا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے سود حرام کیا ہے تو سود کے بغیر کاروبار کرنے کے جائز طریقے بھی بتائے ہیں۔ اللہ کے دین میں کوئی حکم ایسا نہیں جو قابل عمل نہ ہو۔ دین سارے کا سارا قابل عمل ہے۔ الحمد للہ 45 برس تجارت میں گزرے ہیں۔ اس اثنا میں سرمایہ کی فراہمی کے لیے بڑی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکلات بھی پیش آئیں۔ خاص طور پر جب 1982ء میں فیکٹری لگانے کا پروگرام بنا تو بہت زیادہ سرمایہ درکار تھا۔ اب دو ہی صورتیں تھیں یا تو سرمایہ بنک سے سود پر لیا جائے یا شراکت کی بنیاد پر عوام سے حاصل کیا جائے۔ ہم نے اسلامی اصولوں پر شراکت کی بنیاد پر عوام سے سرمایہ لیا اور پاکستان کے اندر اسلامی اصولوں پر ایک بہت بڑی فیکٹری لگائی۔ یہ پہلی مثال تھی جس میں رب العزت نے کامیابی دی اور آج حفاظ سیم، لیس پائپ انڈسٹریز لمٹیڈ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہے اور اللہ کی مہربانی سے ترقی بھی کر رہی ہے، جدید ٹیکنالوجی بھی اس اسلامی ملک میں لائی گئی ہے۔"

شعبہ تجارت سے منسلک ہونے کی وجہ

حافظ عبدالوحید روپڑی بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب روپڑ شہر میں حصول تعلیم کے دوران علی گڑھ ایک سال رہے اور وہاں غالباً منطق اور فلسفہ کے علوم پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ انھوں نے اپنا سحری کے وقت دعا اور نماز کی لذت اور قبولیت دعا اور اصلاح نفس کا واقعہ سنایا کہ

> "میں علی گڑھ حصول علم کے لیے گیا تو گھر والوں سے جدائی کی وجہ سے کچھ دن بہت روتا رہا۔ پھر ایک دن میرے ذہن آیا کہ یہ آنسو بے کار جا رہے ہیں۔ قرابت داروں کی جدائی کی وجہ سے بے شک رونا آتا ہے، لیکن اگر سحری کے وقت اٹھ کر نیت کر لی جائے کہ میں صرف اللہ کے لیے روتا ہوں تو اس نیت کی وجہ سے یہ رونا ثواب میں بدل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو ہر بات کا علم ہے۔"

یہ واقعہ سنا کر فرمایا:

> "شب بیداری اور نیت کی اصلاح کا مجھے جو سب سے زیادہ فائدہ ہوا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دل میں تقوے کی کیفیت پیدا کر دی اور دین اور دنیا کے ہر معاملے میں اس کا اثر مجھ پر ہمیشہ غالب رہا۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روپڑی خاندان میں اکثر حافظ محمد حسین صاحب کے تقویٰ کے متعلق مثالیں دی جاتی تھیں۔ مرض الموت میں بھی ان کی نصیحت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو۔ اس کے بن جاؤ۔ اس سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا واقعہ خاص طور پر سنایا کہ تمھارے باپ نے دو باتوں میں سے ایک بات کو پسند کیا۔ تم لوگوں کو حرام سے دور رکھ کر وہ جنت میں چلا جائے یا حرام کی دولت دے کر خود جہنم میں چلا جائے۔ تمھارے باپ نے جنت میں جانا پسند کیا اور اپنے بیٹوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کی نصیحت فرمائی کہ وہ مجھ سے زیادہ ہمارے لیے شفیق ہے۔ اگر تم اللہ کے ہو جاؤ گے تو وہ تمھیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ والد صاحب نے یہ نصیحت خاص طور پر فرمائی تاکہ ہم لوگ رزق حلال کما سکیں۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ تجارت کو بطور پیشہ اپنایا جائے۔ کیوں کہ یہ انبیا علیہم السلام کا پیشہ تھا اور سچے ایمان دار تاجر کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بشارت بھی سنائی ہے۔

مدرسہ رحمانیہ کا قیام

حافظ عبدالوحید نے بھائیوں کے باہمی مشورے سے دینی مدرسے کے قیام کا ارادہ کیا اور سب نے مل کر مدرسہ رحمانیہ (91 بابر بلاک گارڈن ٹاؤن) کی بنیاد رکھی۔ حافظ عبدالرحمن مدنی اور حافظ عبداللہ حسین کو اس کا نگران بنایا۔ حافظ عبداللہ حسین 1972ء میں کراچی چلے گئے تو مدرسہ رحمانیہ کی ذمہ داری حافظ عبدالوحید پر آ پڑی۔ مالی معاملات کا تقریباً زیادہ بوجھ ان کو برداشت کرنا پڑتا جو کہ الحمدللہ آج تک برداشت کر رہے ہیں۔ حافظ عبداللہ حسین نے کراچی ڈیفنس میں جامع مسجد اہل حدیث کا انتظام اور ذمہ داری اٹھائی جواب ان کی اولاد اٹھا رہی ہے۔

حافظ محمد حسین کی خواہش

حافظ محمد حسین صاحب کی ساری زندگی یہ خواہش رہی کہ ان کی اولاد صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلے، دین کی عالم بھی ہو، روزی کاروبار سے حاصل کرے اور صحابہ کرامؓ کی طرح دین کی خدمت کرے۔ وہ صرف 58 برس کی عمر پا کر دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن جس حد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک وہ اپنے مقصد کو پورا کر سکتے تھے، اس میں انھوں نے کمی نہیں کی ہے۔ یہی تڑپ وہ اپنی اولاد میں چھوڑ گئے۔ اس لیے کاروبار کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے معاملات میں بھی یہ حضرات حتی المقدور حصہ لیتے ہیں۔

حافظ عبدالوحید فرماتے ہیں

> ''جماعت اہل حدیث کتاب وسنت کی داعی ہے لیکن کچھ رہنماؤں کے ذاتی مقاصد کی وجہ سے تقسیم ہوگئی ہے۔ میری خواہش ہے کہ جماعت متحد ہو جائے۔ اس جماعت کے نوجوانوں میں بڑی صلاحتیں ہیں۔ اگر جماعت کے تمام افراد اخلاص کے ساتھ اس مشن کو آگے بڑھائیں تو ان شاء اللہ یہ ملک کی سب سے بڑی دینی جماعت بن سکتی ہے۔''

سرپرست جماعت اہل حدیث

حافظ صاحب موصوف اگرچہ دعوت وتبلیغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور اس سلسلے میں زیادہ تر ان مقامات کو ترجیح دیتے ہیں، جہاں عام علماء وسائل کی کم یابی کی بنا پر نہیں پہنچ سکتے یا بہت کم جاتے ہیں، لیکن باقاعدہ وہ کسی جماعتی نظم سے وابستہ نہیں ہیں۔ موصوف کی تڑپ اور مساعی کو دیکھ کر جماعت اہل حدیث کے ارکان نے اصرار کر کے ان کو جماعتی نظم میں لانے کی کوشش کی اور موصوف کو رضامند کر کے جماعت اہل حدیث پاکستان کے سرپرست مقرر کیا۔ موصوف نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس ذمہ داری کو قبول کیا، جس کو وہ احسن طریقے سے نبھا رہے ہیں۔

نرینہ اولاد

حافظ عبدالوحید روپڑی کی نرینہ اولاد دو بیٹے ہیں، حافظ عبدالسمیع اور حافظ عبدالعلیم۔ دونوں متدین اور اسلامی وضع قطع کے حامل ہیں اور اپنے والد محترم کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں۔ دینی معاملات میں بھی ان کے پورے معاون ہیں۔

دعوت وتبلیغ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ممدوح حافظ عبدالوحید کو دعوت وتبلیغ کے ساتھ دلی شغف ہے۔ جہاں جاتے ہیں لوجہ اللہ جاتے ہیں۔ جامع مسجد قدس اہل حدیث ٹاؤن شپ اور جامع مسجد اہل حدیث سنت نگر لاہور میں کافی عرصہ خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے رہے۔ اسی طرح دو ماہ بعد اپنی مادر علمی جامع مسجد قدس چوک دالگراں لاہور میں اور جامعہ محمدیہ لوکوورکشاپ لاہور میں بھی خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں۔

بیرون ممالک کے سفر

حافظ صاحب ممدوح چوں کہ تجارت کے پیشے سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے ان کی مختلف ملکوں میں آمدورفت رہتی ہے۔ وہ جہاں جاتے ہیں، وہاں تجارت کے ساتھ ساتھ دینی دعوت کا سلسلہ بھی جاری رکھتے ہیں۔ انھوں نے امریکہ، برطانیہ، بلجیم، بنگال، کینیڈا، جاپان، متحدہ امارات اور سعودی عرب وغیرہ متعدد ممالک کے سفر کیے اور دعوتی سلسلہ بھی جاری رکھا۔

سیمیناروں میں شرکت

حافظ صاحب کو مختلف سیمیناروں میں شرکت کا موقع بھی ملتا ہے جس میں یہ اسلامی طریقہ تجارت کو بہترین انداز سے لوگوں کے سامنے اجاگر کرتے اور سودی نظام کے مفاسد بیان کرتے ہیں۔

حلیہ

حافظ عبدالوحید روپڑی کا حلیہ یہ ہے: نکلتا ہوا قد، اکہرا بدن، گورا رنگ، تیکھے نقوش، موٹی آنکھیں، صاف ستھرا لباس۔ نرم گفتار اور خوش مزاج۔

شوقِ مطالعہ

کتابوں کا مطالعہ ان کے معمولات کا حصہ ہے۔ جس موضوع کی کتابیں پڑھنے کے وہ شائق ہیں، وہ ہیں کتبِ تفسیر وحدیث، کتبِ سیرت مقدسہ، صحابہ کرام کے حالات، تابعین وتبع تابعین کے واقعاتِ زندگی، ائمہ محدثین اور علمائے کرام کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوائف حیات۔

اپنے اسلاف کی طرح تہجد گزار، اعمالِ صالحہ کے خوگر اور عبادت گزار ہیں۔ صاف ستھرے کردار کے مالک ہیں۔ اپنے اسلاف کی خوب صورت یادگار اور ان کا عمدہ نمونہ ہیں۔ ہنگامہ آرائی اور جھگڑے جھمیلے سے خود کو ہمیشہ دور رکھا۔ مساجد و مدارس کی خدمت واعانت کو اپنے لیے ضروری قرار دیا۔ شرافت کا مرقع اور نجابت کا پیکر۔ اللہ اس گھرانے کا حامی وناصر ہو۔ آمین

عالی بخت ہیں وہ لوگ جو صالحیت پسند اور تقویٰ شعار گھرانوں میں پیدا ہوئے، نیکی اور دین داری کے ماحول میں پرورش پائی اور جنھیں خوفِ الٰہی کی فضا میں زندگی بسر کرنے کے مواقع میسر آئے۔

حافظ عبدالماجد

حافظ عبدالوحید کے چھوٹے بھائی حافظ عبدالماجد ہیں۔ انھوں نے اپنے والد مکرم (حضرت حافظ محمد حسین روپڑی) کی زندگی میں میٹرک پاس کر لیا تھا اور قرآن مجید کے حافظ ہو گئے تھے۔ والد صاحب کی وفات کے بعد مغل پورہ انجینئرنگ یونیورسٹی سے انجینئرنگ کی، پھر ایم ایس سی انجینئرنگ کے لیے مانچسٹر UK گئے۔ دینی کاموں میں سب خاندان کے ساتھ شریک رہتے ہیں۔ ان کے دو بچے ہیں جو شادی شدہ ہیں۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ ماشاء اللہ لڑکا بھی حافظ قرآن ہے اور مانچسٹر یونیورسٹی سے انجینئرنگ اور بزنس کی ڈگری رکھتا ہے۔ اب کاروبار میں شریک ہے۔ لڑکی بھی ماشاء اللہ حافظۂ قرآن ہے۔ دنیاوی تعلیم میں UKA.lerd کیا ہے۔ اس کی شادی باپ نے اپنے بھتیجے حافظ عبدالسمیع کے ساتھ کر دی ہے۔ ماشاء اللہ بچوں والی ہے۔

حافظ عبداللہ حسین روپڑی یعنی بڑے بھائی بھی علمی معاملات میں شریک رہے۔ قرآن مجید قیامِ پاکستان سے پہلے حفظ کر لیا تھا۔ تقریباً دو سال پڑھاتے بھی رہے۔ بعد میں کاروبار میں بھائیوں کے ساتھ شرکت کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے دس بیٹے اور دو بیٹیاں ایک بیوی سے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بیٹا اور تین بیٹیاں دوسری بیوی سے عطا کیے۔ انھوں نے 1988ء میں علیحدہ کاروبار شروع کرلیا تھا۔ 4۔اپریل 2011ء کو وفات پائی۔ ان کے بچے ماشاءاللہ اپنا کاروبار کرتے ہیں اور خوش حال ہیں۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستائیسواں باب

حافظ عبدالغفار روپڑی

میانہ قد، سرخی مائل گندمی رنگ، سر پر قراقلی ٹوپی، تیکھے نقوش، منجھے ہوئے مدرس اور خوش بیان خطیب، کھلی پیشانی اور متحمل مزاج۔ یہ ہیں حافظ عبدالغفار روپڑی۔

روپڑی علمائے کرام کے خاندانی پس منظر کی وضاحت حضرت عبداللہ روپڑی کے حالات کے آغاز میں کی جا چکی ہے، یہاں بھی چند الفاظ میں سن لیجیے۔

ان کے آباو اجداد دراصل ضلع گوجرانوالا کے ایک قصبے ایمن آباد کے رہنے والے تھے۔ کسی زمانے میں وہاں سے نقل مکانی کر کے ضلع امرتسر کے ایک گاؤں کمیر پور چلے گئے تھے۔ اس گاؤں میں یہ ایک ہی خاندان کے صالح فطرت لوگ آباد تھے۔ ان میں سے ہر شخص نماز باجماعت کا پابند تھا۔ خاندان کے سربراہ کا نام میاں روشن دین تھا۔ آگے میاں روشن دین کے سات بیٹے ہوئے اور ایک بیٹی۔ ان کے علی الترتیب نام یہ تھے:

1۔ رکن دین

2۔ رحیم بخش

3۔ حافظ عبداللہ روپڑی

4۔ حافظ عبدالواحد

5۔ حافظ عبدالقادر

6۔ حافظ محمد حسین

7۔ حافظ عبدالرحمن

8۔ بیٹی کا نام غلام فاطمہ تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں روشن دین کے ان سات بیٹوں میں سے تین (رکن دین، رحیم بخش اور حافظ عبدالقادر) ہندوستان میں وفات پا گئے تھے۔ چار تقسیم ملک کے بعد پاکستان آئے اور درس وتدریس اور وعظ وتقریر کی صورت میں کتاب وسنت کی خدمت میں مشغول ہوئے۔ وہ تھے حافظ عبداللہ روپڑی، حافظ عبدالواحد، حافظ محمد حسین اور حافظ عبدالرحمن......!

1۔ سب سے بڑے رکن دین کے متعلق معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ صاحب اولاد تھے یا نہیں۔

2۔ رحیم بخش کے چار بیٹے تھے: حافظ محمد (جو اپنے حلقۂ احباب میں مولوی محمد احمد خاں کے نام سے معروف تھے) حافظ محمد اسماعیل روپڑی، حافظ عبدالقادر روپڑی اور حافظ محمود احمد روپڑی۔

3۔ حافظ عبداللہ روپڑی کی بھی نرینہ اولاد چار بیٹے ہوئے۔ حافظ مسعود احمد، حافظ محمد جاوید، حافظ محمود اور حافظ حامد۔

4۔ حافظ محمد حسین روپڑی کے بھی چار بیٹے ہیں، جن کے نام یہ ہیں: حافظ عبداللہ حسین، حافظ عبدالرحمن مدنی، حافظ عبدالوحید اور حافظ عبدالماجد۔

5۔ حافظ عبدالرحمن روپڑی (یا کمیر پوری) کے دو بیٹے ہیں: حافظ محمد صالح اور حافظ محمد عثمان۔

6۔ میاں روشن دین کے بیٹے حافظ عبدالقادر ہندوستان میں سن بلوغت کو پہنچتے ہی وفات پا گئے تھے۔

7۔ حافظ عبدالواحد (جو صاحب ترجمہ حافظ عبدالغفار روپڑی کے دادا تھے) نہایت پرہیزگار اور سلیم الفطرت بزرگ تھے۔ ان کے کئی بچے فوت ہوئے۔ انھوں نے اپنے بھائی رحیم بخش کے تیسرے بیٹے حافظ عبدالقادر روپڑی کو گود میں لے لیا تھا۔ یعنی یہ ان کے بیٹے کے قائم مقام تھے۔ انھی نے ان کی پرورش کی۔ حافظ عبدالقادر کو اپنے بیٹے کی حیثیت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حافظ عبدالواحد کو دو بیٹے عطا فرمائے۔ ایک کا نام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے اپنے بھائی کے نام پر عبداللہ رکھا اور ایک کا عبدالجبار۔ ان کے یہ دونوں بیٹے حافظ قرآن ہوئے۔

میرا خیال ہے (چند ایک کے سوا) اس خاندان کے سب افراد حفاظ قرآن ہیں۔ لڑکے بھی حافظ ہیں اور لڑکیاں بھی......!

اب آیے حافظ عبدالغفار روپڑی کے حالات کی طرف......!

صاحب ترجمہ حافظ عبدالغفار روپڑی 1956ء میں بمقام بھوئے آصل (ضلع قصور) پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی حافظ عبدالجبار تھا اور وہ حافظ عبدالواحد کے فرزند ارجمند تھے۔ حافظ عبدالقادر روپڑی ان کے والد حافظ عبدالجبار کے رضاعی بھائی بھی تھے اور چچا زاد بھائی بھی......!

حافظ عبدالغفار روپڑی ابھی کم سن تھے کہ والد 1961ء میں ایک حادثے میں شہادت پاگئے۔ یہ تین بھائی ہیں۔ بڑے حافظ عبدالرزاق، ان سے چھوٹے یہی حافظ عبدالغفار اور ان سے چھوٹے حافظ عبدالوہاب۔ ان تینوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ان کے جد امجد حافظ عبدالواحد اور ان کی والدہ محترمہ نے کیا۔ ان یتیموں کو اللہ تعالیٰ نے بے حد اعزاز سے نوازا اور حافظ عبدالغفار اور حافظ عبدالوہاب روپڑی ماشاء اللہ کتاب وسنت کے بہت بڑے خادم ثابت ہوئے۔ اللہ ان کی زندگی میں برکت فرمائے اور وہ ہمیشہ خدمت دین میں مصروف رہیں۔

حافظ عبدالغفار روپڑی نے تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں بھوئے آصل کے مڈل سکول سے کیا۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر کا نام کمال الدین تھا جو اس نواح کی مشہور شخصیت تھے اور تیسری جماعت کے ٹیچر دین محمد تھے۔ حافظ عبدالغفار نے اپنے فہم کے مطابق دونوں سے استفادہ کیا۔ اس سکول میں انھوں نے صرف تیسری جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ ان کے بڑے بھائی حافظ عبدالرزاق روپڑی اس وقت چوتھی جماعت میں تھے۔ چوں کہ یہ مذہبی اور دینی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے ان کے دادا حافظ عبدالواحد روپڑی نے ان کی والدہ کے مشورے سے دونوں بھائیوں کو قرآن مجید حفظ کرانے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت ان کے گاؤں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مسجد میں جہانیاں منڈی کے قاری علی محمد بچوں کو قرآن مجید حفظ کراتے تھے۔ ان دونوں بھائیوں کو بھی قاری صاحب کی شاگردی میں دے دیا گیا۔ لیکن قاری صاحب جلد ہی وہاں سے اپنے شاگردوں سمیت شام کوٹ شیخاں چلے گئے۔ یہ دونوں بھائی بھی ان کے ساتھ گئے۔ انھوں نے ان سے ایک ایک پارہ حفظ کیا تھا کہ قاری صاحب وہاں سے بھی رخصت ہو کر کسی اور جگہ چلے گئے اور عبدالغفار اور عبدالرزاق اپنے گھر (بھوئے آصل) آ گئے۔

اس وقت کوٹ رادھا کشن میں مولانا عبدالقدوس گوڑ گانوی مرحوم کے دارالحدیث محمدیہ قدوسیہ کی اس علاقے میں بڑی شہرت تھی۔ حافظ عبدالواحد مرحوم نے ان دونوں بھائیوں کو اس مدرسے میں داخل کرا دیا۔ یہاں انھوں نے مختلف اساتذہ سے پچیس پارے حفظ کیے۔ اس کے بعد وہ حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی مرحوم کے گاؤں موضع میر محمد چلے گئے۔ وہاں بقیہ پانچ پارے حفظ کیے۔

حفظ قرآن کے بعد موضع میر محمد میں حافظ عبدالغفار روپڑی نے حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کے صاحب زادۂ گرامی قدر مولانا حبیب اللہ لکھوی سے علم صرف اور علم نحو وغیرہ کی بعض کتابیں پڑھیں۔ 1973ء میں راجا جنگ کے مدرسہ ضیاء السنہ میں ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر بہ طور مدرس تشریف لائے تو حافظ محمد یحییٰ مرحوم نے حافظ عبدالغفار کو میر محمد سے مدرسہ ضیاء السنہ میں راجا جنگ بھیج دیا۔ وہاں یہ حافظ عبدالرشید اظہر اور مولانا عبدالحفیظ محسن کے حلقہ شاگردی میں شامل ہوئے۔ تقریباً ایک سال کے بعد حافظ عبدالرشید اظہر وہاں سے چلے گئے تو ان کی جگہ مولانا حافظ محمد بھٹوی کا تقرر ہوا۔ ان سے انھوں نے مشکوٰۃ شریف کا کچھ حصہ پڑھا۔ ان کے بہت سے ساتھی وہاں سے جا چکے تھے، انھوں نے بھی اجازت لی اور جامعہ محمدیہ (گوجراں والا) میں داخل ہو گئے۔ پھر باقی مروجہ تعلیم جامعہ محمدیہ میں مکمل کی۔ 1979ء میں حضرت حافظ محمد گوندلوی سے صحیح بخاری پڑھی اور اسی سال ان سے سند فراغت لی۔

اس کے بعد گوجراں والا ہی میں مولانا محمد چراغ مرحوم کے قائم کردہ جامعہ عربیہ میں فاضل عربی کے لیے داخلہ لیا اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الحدیث حضرت حافظ مفتی ثناء اللہ خاں مدنی سے حافظ عبدالغفار روپڑی کے پرانے خاندانی مراسم ہیں اور یہ حضرات آپس میں قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ 1981ء میں حافظ ثناء اللہ خاں مدنی جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) کے منصب شیخ الحدیث پر متمکن تھے۔ انھوں نے حافظ عبدالغفار روپڑی کو جامعہ سلفیہ بلا لیا اور وہاں انھیں آخری جماعت میں پڑھنے کا موقع ملا۔ اس طرح جامعہ سلفیہ سے بھی انھوں نے سند لی اور پھر اسی سال وفاق المدارس السّلفیہ کا امتحان پاس کیا۔

حافظ عبدالغفار روپڑی نے مختلف مدارس میں تین اساتذہ سے قرآن مجید حفظ کیا، وہ ہیں قاری علی محمد، قاری عبدالسلام اور قاری محمد صدیق الحسن۔ یہ تینوں حضرات وفات پا چکے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

علوم دینیہ میں انھوں نے علی الترتیب مندرجہ ذیل اساتذہ کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیے۔

مولانا حبیب اللہ لکھوی، ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر، مولانا عبدالحفیظ محسن، مولانا حافظ محمد بھٹوی، مولانا عبدالحمید ہزاروی، حافظ عبدالمنان نورپوری، مولانا محمد رفیق سلفی، حافظ عبدالسلام بھٹوی، مولانا جمعہ خاں، حضرت حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد صدیق لائل پوری، حافظ مفتی ثناء اللہ خاں مدنی، مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی، مولانا قدرت اللہ فوق اور مولانا علی محمد مدنی۔

طالب علمی کے زمانے میں حافظ عبدالغفار روپڑی کو دعوتِ حق اور وعظ وتقریر کا بڑا شوق تھا۔ جمعرات کو دس بجے کے قریب سبق ختم ہوجاتے اور یہ بعض طالب علموں کے ساتھ اس کارِ خیر کے لیے قرب وجوار کے دیہات میں چلے جاتے، وہاں اپنے انداز سے تبلیغ دین کرتے اور واپس آجاتے۔ یہ کام اساتذہ کی منظوری اور اجازت سے ہوتا تھا اور انھیں بتا دیا جاتا تھا کہ آج وہ فلاں گاؤں جائیں گے اور اتنے بجے واپس آئیں گے۔ ایک دن چند طلبا کی رفاقت میں ایک طالب علم عبدالرحمن کے ساتھ موضع "بینکا چیمہ" چلے گئے۔ عبدالرحمن کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والد کا نام مولوی عبدالستار تھا۔ یہ دونوں باپ بیٹا توحید وسنت کی تبلیغ میں بہت تیز تھے اور اس سلسلے میں گاؤں کے لوگوں سے ان کی چپقلش رہتی تھی۔ ان کے کہنے سے اساتذہ کو بتائے بغیر حافظ عبدالغفار اور ان کے چند ساتھی بھی وہاں چلے گئے۔ وہاں کی فضا بڑی کشیدہ تھی۔ اللہ نے رحم فرمایا، گڑ بڑ تو نہیں ہوئی، یہ لوگ خیریت سے واپس آ گئے، لیکن اساتذہ کو پتا چل گیا تھا۔ مولانا عبدالحمید ہزاروی صدر مدرس تھے۔ انھوں نے بلا اجازت اس قسم کے مقام پر جانے کی وجہ سے انھیں سرزنش کی۔ انھوں نے اساتذہ سے معافی مانگی اور آئندہ بلا اجازت کہیں نہ جانے کا عہد کیا۔ حافظ عبدالغفار فرماتے ہیں، اساتذہ کی اجازت کے بغیر وہاں جانے کا اس وقت بھی بہت احساس ہوا تھا اور اب بھی وہ واقعہ یاد آتا ہے تو ندامت ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے دلوں میں اساتذہ کا بے حد احترام تھا اور یہ لوگ ان کی اجازت کے بغیر مدرسے کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ موجودہ دور کے طالب علموں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور اساتذہ کا احترام ہر وقت دل میں رہنا چاہیے۔ تبلیغ ودعوت کے لیے بھی اساتذہ کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جانا چاہیے۔ استاذ طالب علم کے ذمہ دار ہوتے ہیں، معلوم نہیں وہاں کیا صورت حال پیدا ہو جائے۔ اس کے نتائج کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی؟ لازماً اساتذہ سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے اپنے طلبا کو کیوں اتنی کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ وہ جہاں جی چاہے جائیں اور جس انداز سے جی چاہے بات کریں۔ طلبا پر اساتذہ کی گرفت مضبوط ہونی چاہیے اور وہ ان کے تابع فرمان رہیں۔

حافظ عبدالغفار کا گھرانا درمیانے درجے کا زمیندار گھرانا تھا۔ والد کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔ یہ چھوٹی عمر کے تین بھائی تھے۔ بڑے عبدالرزاق، ان سے چھوٹے یہی عبدالغفار اور سب سے چھوٹے عبدالوہاب۔ عبدالرزاق نے قرآن مجید حفظ کر کے گاؤں میں کاشت کاری کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہ اب بھی بھوئے آصل میں یہی کام کرتے ہیں، لیکن حافظ عبدالغفار اور حافظ عبدالوہاب حصول علم میں مشغول رہے۔ ان کے دادا حافظ عبدالواحد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ان کی سرپرستی کی اور اللہ نے ان کو علم و عمل کی نعمتِ بے بہا سے نوازا۔

حافظ عبدالغفار روپڑی نے 1981ء میں جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) سے سندِ فراغت لی تو ان کے والد مرحوم کے چچا زاد بھائی حافظ عبداللہ حسین (حضرت حافظ محمد حسین روپڑی) کے بڑے صاحب زادے نے (جو کراچی میں کاروبار کرتے تھے) ان کو کراچی بلا لیا اور اپنے بچوں کی تعلیم پر (جو اس وقت قرآن مجید حفظ کرتے تھے) مامور کیا۔ یہ سلسلہ 1985ء تک چار سال چلا۔ اس کے بعد انھوں نے ان کو اپنے بہار کالونی کے پائپ کے گودام کا انچارج بنا دیا اور ساتھ ہی وہاں کی مسجد اہل حدیث کی امامت وخطابت ان کے سپرد کر دی۔ اس وقت اس مسجد میں بچوں کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا، حافظ عبدالغفار نے مسجد کے متولی حاجی محمد سعید گوریچہ کے مشورے سے بچوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ابتدا میں صرف دو بچے پڑھتے تھے، لیکن تھوڑے ہی عرصے میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں اور بچیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ پھر بچیوں کو ان کی اہلیہ محترمہ پڑھانے لگیں اور بچوں کی تعلیم کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوئی۔ مسجد کی امامت وخطابت کا سلسلہ بھی بہ دستور چل رہا تھا اور یہ سب معاملہ خالصتاً لوجہ اللہ تھا۔ حاجی محمد سعید گوریچہ کے علاوہ مسجد کے اصحابِ انتظام میں شیخ محمد اسلم، عبدالرشید نہاری والے اور حاجی محمد اسماعیل شامل تھے۔ حافظ عبداللہ حسین اس وقت بہار کالونی سے گلشن اقبال منتقل ہو گئے تھے۔

1985ء میں جامع مسجد اہل حدیث کورٹ روڈ (کراچی) میں دینی علوم کی تعلیم کا منصوبہ بنایا گیا تو وہاں ہمارے مرحوم دوست مولانا محمد صادق خلیل کو شیخ الحدیث (یا صدر مدرس) مقرر کیا گیا۔ حافظ عبدالغفار روپڑی نے از خود دس بجے تک چھوٹی جماعتوں کے اسباق پڑھانے کی پیش کش کی جو منظور کر لی گئی لیکن یہ سلسلہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا، اس لیے کہ یہ حافظ عبداللہ حسین کے پائپ کے گودام کے انچارج تھے، ان کی غیر حاضری کی وجہ سے وہ کام متاثر ہوا تو انھیں ابتدائی کتابوں کی تدریس کا کام چھوڑنا پڑا۔ علاوہ ازیں ان کا اپنا کچھ تجارت کا سلسلہ بھی جاری تھا جو بحمد اللہ اب بھی جاری ہے۔ اس سلسلے میں جناب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالملک اور حاجی محمد یونس کا تعاون انھیں حاصل تھا۔ بہرکیف کراچی میں ان کا سلسلہ تدریس جو ابتدائی درجات تک محدود تھا، اگرچہ تھوڑا عرصہ جاری رہا، تاہم اس سے پتا چلتا ہے کہ انھیں درس وتدریس کا ابتدا ہی سے شوق تھا اور یہ احساس بھی تھا کہ ہمارا اصل خاندانی فریضہ یہی ہے جو ہر صورت میں انجام دینا چاہیے۔

کچھ عرصے کے بعد حالات کی رفتار کچھ ایسا رخ اختیار کر گئی کہ حافظ عبدالغفار کراچی سے لاہور آگئے اور یہاں مستقل طور سے درس وتدریس اور تقریر وخطابت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس خاندان کا اصل کام ہی یہ تھا۔

1914ء میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی فارغ التحصیل ہوئے۔ ان کا اصل وطن تو کمیر پور (ضلع امرتسر) تھا، لیکن ان کی خدمات ضلع انبالہ کے ایک شہر ''روپڑ'' کی جماعت اہل حدیث نے حاصل کر لی تھیں (روپڑ کو اس وقت ضلع انبالہ کی تحصیل کی حیثیت حاصل تھی۔ تقسیم ملک کے بعد اسے مستقل ضلع بنا دیا گیا) روپڑ میں حضرت حافظ عبداللہ نے باقاعدہ سکونت اختیار کر لی اور اس علاقے میں بے حد خدمات سرانجام دیں، جس کی وجہ سے ان کی وطنی نسبت ہی روپڑ کی طرف ہوگئی اور انھیں حافظ عبداللہ روپڑی کہا جانے لگا۔ وہاں انھوں نے خطابت وامامت کے علاوہ درس وتدریس کے ذریعے بھی بہت خدمات سرانجام دیں۔ جن علما وطلبا نے ان سے روپڑ میں حصول فیض کیا، ان کی صحیح تعداد کا تو کسی کو بھی علم نہیں، لیکن جن کا پتا چل سکا ہے، ان میں پنجاب اور ہندوستان کے علاوہ عرب طالب علم بھی شامل ہیں۔ اس جماعت کے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں: شیخ محمد عمر بن ناصر نجدی، شیخ عبداللہ الابیض عرب جامعہ ازہر، مولانا محمد پسروری، مولانا دین محمد سمانوی، مولانا نور محمد ساکن ڈگری، مولانا عبدالرحمن بن مولانا محمد شارح نسائی، مولانا احمد بانی مدرسہ دارالحدیث مدینہ منورہ، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا عبدالعظیم ٹونکی، مولانا ابوبکر بنگالی، مولانا محمد یوسف بنگالی، مولانا عبدالقیوم بردوانی، مولانا عبدالرحمن افریقی مہتمم دارالحدیث مدینہ منورہ، حافظ صاحب کے برادرِ صغیر حافظ محمد حسین روپڑی، مولانا سید محمد (ساکن چونیاں)، مولانا محمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیق (سرگودھا)، حافظ محمد اسماعیل روپڑی، حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا قادر بخش بازید پوری اور دیگر بہت سے حضرات۔

1947ء میں ملک تقسیم ہوا تو حضرت حافظ عبداللہ روپڑی پاکستان آگئے۔ 1949ء میں چوک دال گراں میں ان کی کوشش سے مسجد قدس تعمیر ہوئی اور پھر اسی وسیع مسجد میں 1956ء میں "جامعہ اہل حدیث" کے نام سے دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا، جس میں حضرت حافظ صاحب ممدوح نے مسند درس آراستہ کی اور متعدد علمائے کرام نے ان سے استفادہ کیا، استفادہ کرنے والی جماعت میں مولانا سید بدیع الدین راشدی، مولانا محمد یوسف شیخ الحدیث دارالحدیث راجووال، حافظ عبدالرحمن مدنی، شیخ الحدیث حافظ مفتی ثناء اللہ خاں مدنی، مولانا عبدالکریم ثاقب (حال برطانیہ)، مولانا عبدالسلام کیلانی، حافظ مقبول احمد (شارجہ)، قاری روح الامین بنگالی، مولانا محمد اشرف سلیم، مولانا فضل الرحمن بن محمد ازہری اور دوسرے متعدد حضرات شامل ہیں۔ طلبا کی اس جماعت میں ایسے حضرات بھی ہیں جنھیں مدینہ یونیورسٹی کے اجرا کے ابتدائی دور ہی میں وہاں داخلے کا اعزاز حاصل ہوا اور انھوں نے وہاں مختلف ممالک کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کی وفات کے بعد جامعہ اہل حدیث کی تدریسی حالت میں کچھ کمزوری کے آثار ابھر آئے تھے۔ پھر اللہ نے کرم فرمایا، آہستہ آہستہ حالات سدھرنے لگے، تا آں کہ حافظ عبدالغفار روپڑی اور ان کے برادرِ صغیر حافظ عبدالوہاب روپڑی نے تعلیم سے فراغت پائی اور ان دونوں حضرات نے اپنے بزرگوں کے اس دارالعلوم کو ارتقا کی منزل پر پہنچانے کے لیے اپنی خدمات اس کے سپرد کردیں۔ اب ماشاء اللہ جامعہ اہل حدیث درس وتدریس کا بہت بڑا اور مشہور مرکز ہے۔ اس کے چھ شعبے ہیں اور بیس اساتذہ اس میں خدمت درس سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ شعبے مندرجہ ذیل ہیں:

(1) تحفیظ القرآن والتجوید۔ (2) شعبہ درس نظامی۔ (3) شعبہ تصنیف وتالیف۔ (4) دارالافتائی۔ (5) تقابل ادیان اور (6) بی اے تک عصری تعلیم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامع قدس میں حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی کے نام سے ایک اکیڈمی قائم کی گئی ہے، جس کا نام محدث روپڑی اکیڈمی ہے۔ اس اکیڈمی کی طرف سے اب تک مختلف عنوانات پر جو کتابیں شائع کی گئی ہیں وہ یہ ہیں: (1) تحقیق التراویح بجواب تنویر المصابیح۔ (2) انسانی زندگی کا مقصد۔ (3) زیارتِ قبر نبوی۔ (4) نورِ محمدی کی پیدائش۔ (5) عرس اور گیارھویں۔ (6) رد بدعات۔ (7) وسیلہ بزرگاں۔ (8) توحید الرحمن بجواب استمداد الرحمن۔ (9) سماع موتی۔ (10) تذکرہ محدث روپڑی۔ (11) میزان مناظرہ جلد اول و دوم۔ (12) خطبات سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی۔ (13) توضیح الفرقان تفسیر سورہ المائدہ۔ (14) سانحہ ابواء اور مدفن ام رسول (ﷺ) کی حقیقت۔ (15) سید سلیمان ندوی۔ (16) زکوٰۃ کی اہمیت۔ (17) تقلید اور علمائے دیو بند۔ (18) تعلیم الصلوٰۃ۔ (19) حج مسنون۔ (20) ایک مجلس کی تین طلاق۔ (21) وسیلہ، روضہ اطہر کی زیارت اور ائمہ سلف۔ (22) اہمیت نماز......

یہ بائیس کتابیں ہیں جو محدث روپڑی اکیڈمی کی طرف سے شائع کی گئیں۔

حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کا علمی شاہ کار مظہر النکات شرح مشکوٰۃ اور درایت تفسیری بھی طباعت کے مراحل میں ہیں۔ نیز ان کی ایک کتاب ''بکرا دیوی'' بھی عنقریب شائع کی جائے گی، جس میں ''ما اھل بہ لغیر اللہ'' کی تفسیر منفرد انداز میں بیان کی گئی ہے۔

اب حافظ عبدالغفار روپڑی کے شاگردوں کی طرف آیئے۔

حافظ صاحب ممدوح بہت سالوں سے ماشاء اللہ جامعہ اہل حدیث کی مسند درس پر فائز ہیں۔ اس اثنا میں طلبا کی بہت بڑی تعداد نے ان سے تحصیل علم کی۔ ان سب کے نام تو خود انھیں بھی یاد نہیں ہوں گے، البتہ جن حضرات کے اسمائے گرامی کا ہمیں پتا چلا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا عبدالحنان، مولانا احمد حسن، مولانا محمد لقمان، مولانا محمد سلیمان شاکر، مولانا محمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلال، قاری ساجد حکیم، حافظ امتیاز، مولانا سلیمان عابد روپڑی، مولانا محمد شفیق ندیم، پروفیسر محمد عثمان پنجاب کالج، مولانا حافظ عبداللطیف، قاری امتیاز احمد، قاری محمد فیاض، مولانا عرفان احمد، مولانا اکرام الحق اثری، مولانا صابر حسین، سیف الرحمن بٹ، مولانا محمد ابراہیم، مولانا عبدالرشید، حافظ محمد سعید، قاری محمد سلیم، مولانا عمر فاروق شاکر، مولانا محمد بشارت، مولانا محمد یٰسین ڈوگر، حافظ نصر اللہ بَسّٹی، قاری مختار احمد قصوری، مولانا محمد الیاس، قاری محمد فاروق۔

حافظ عبدالغفار روپڑی کے شاگردوں کی یہ ایک مختصری فہرست ہے۔ ان میں سے بعض پاکستان کے مختلف مقامات میں تدریسی اور خطابتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور بعض کسی بیرونی ملک میں خدمت دین میں مشغول ہیں۔

جامعہ اہل حدیث کی طرف سے ہفت روزہ اخبار ''تنظیم اہل حدیث'' بھی باقاعدگی سے جاری ہے۔ یہ ایک خالص علمی اخبار ہے جو حضرت حافظ عبداللہ روپڑی نے 26۔ رمضان المبارک 1350ھ (5۔ فروری 1932ئ) کو روپڑ سے جاری فرمایا تھا۔ تقسیم ملک کے بعد جو نامساعد حالات پیدا ہوئے، ان کی وجہ سے کچھ دیر یہ اخبار بند رہا۔ یہ ایک مجبوری تھی۔ اس کے بعد باقاعدگی سے جاری ہے اور خدمت دین اس کا واحد مقصد ہے۔ اس میں فتوے بھی شائع ہوتے ہیں اور حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی کے افکار علمیہ کی اشاعت کا سلسلہ بھی اللہ کے فضل سے جاری ہے۔

حافظ عبدالغفار روپڑی کو مختلف اوقات میں پاکستان سے باہر دو ملکوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ متحدہ عرب امارات میں اور سعودی عرب میں۔ متحدہ عرب امارات میں وہ 1999ء سے قبل تین مرتبہ گئے۔ وہاں دوسرے حضرات کے علاوہ حافظ عبدالرؤف اور حافظ محمد اسلم نے ان کی بے حد پذیرائی کی۔ کئی مقامات میں ان کے دروس کے پروگرام بنائے گئے۔ شارجہ میں حافظ عبدالرؤف اور حافظ محمد اسلم کی وساطت سے انھوں نے مسجد ابن عباس میں خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرمایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعودی عرب میں رابطۂ عالم اسلامی کی دعوت پر اس کے اجلاس میں شرکت کرتے، اور جماعت اہل حدیث پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی کے یہ تاسیسی رکن ہیں۔

حافظ عبدالغفار روپڑی جامعہ اہل حدیث میں درس وتدریس اور انتظامی معاملات کے علاوہ مسجد میں خطبہ جمعہ اور امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ ماشاء اللہ مستعد اور محنتی عالم دین ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انھیں ہمیشہ خدمت دین میں مشغول رکھے۔ آمین۔

حافظ عبدالغفار روپڑی کی نرینہ اولاد دو بیٹے ہیں عبداللہ اور عبدالواحد۔ بڑا بیٹا عبداللہ تقریباً 9 سال کا ہے اور عبدالواحد 5 سال کا۔۔۔ بڑا بیٹا عبداللہ قرآن مجید حفظ کر رہا ہے اور عبدالواحد ناظرہ قرآن مجید پڑھ رہا ہے۔ دونوں بھائی سکول بھی جاتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے والد گرامی کا خلف الرشید بنائے۔ آمین

☆......☆......☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھائیسواں باب

حافظ عبدالوہاب روپڑی

اللہ تعالیٰ کے معاملات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ بعض اوقات بہ ظاہر حالات نہایت مایوس کن ہوتے ہیں اور چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے کہ مایوسی سے امید کی کرنیں ابھر آتی ہیں، اندھیرے سے سفیدی نمودار ہوجاتی ہے اور حالات کا دھارا بالکل بدل جاتا ہے۔ حافظ عبدالوہاب روپڑی اور ان کے بھائیوں کا سلسلہ کچھ اسی قسم کا ہے۔

ان کے والد حافظ عبدالجبار روپڑی 1961ء میں موضع بھوئے آصل (تحصیل پتوکی، ضلع قصور) میں مقیم تھے اور اپنی زمین کی کاشت کاری ان کا مشغلہ تھا کہ ایک حادثے میں جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اس وقت ان کے پس ماندگان تھے ایک جوان بیوہ، چار بچے اور ایک بوڑھا باپ حافظ عبدالواحد اور ایک بھائی تھا۔

باپ کی وفات کے وقت سب سے بڑا بیٹا عبدالرزاق سات سال کا تھا۔ اس سے چھوٹا عبدالغفار پانچ سال کا اور سب سے چھوٹا عبدالوہاب چھ مہینے کا۔ ایک بیٹی تھی، اس کی عمر شاید تین سال کی ہوگی۔ یہ گھرانا نظر بہ ظاہر گھپ اندھیروں میں کھڑا تھا۔ آگے چلنا اور دینوی زندگی کا طویل سفر طے کرنا نہایت مشکل دکھائی دیتا تھا۔ لیکن اللہ نے کرم فرمایا اور اس کی رحمت کی گھٹا اس گھرانے پر کچھ اس طرح چھائی کہ یتیم بچے حافظ قرآن ہوئے اور پھر حافظ عبدالغفار اور حافظ عبدالوہاب کا شمار دینیات کے مشاہیر علماء میں ہوا۔ حافظ عبدالرزاق نے گاؤں میں زمین کا کام سنبھالا اور کاشت کاری کو اپنا مشغلہ قرار دیا۔ ان کی بہن حافظ عبدالقادر روپڑی کے صاحب زادے عارف سلمان روپڑی کے عقد میں آئیں۔ آج کل

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالباً امریکہ میں ہیں۔ ان یتیم بچوں کی تربیت ان کے دادا حافظ عبدالواحد روپڑی اور والدہ نے کی۔

اس کی تفصیل اور ان کے خاندانی پس منظر سے متعلق واقعات حافظ عبدالغفار روپڑی کے حالات میں بیان کیے جا چکے ہیں جو گزشتہ صفحات میں خوانندگانِ کرام کے مطالعہ میں آئے۔

حافظ عبدالوہاب روپڑی کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدامِ قرآن'' میں کیا ہے، لیکن وہ مختصر سا تذکرہ ہے۔ اس میں ان کی قرآن کے متعلق خدمت، ان کی بعض تصانیف اور چند دیگر باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب ان کی طالب علمی سے لے کر موجودہ حالات تک کی وہ تفصیلات ضبط تحریر میں لائی جائیں گی جو میرے علم میں آئیں۔

حافظ عبدالوہاب روپڑی 1960ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید گھر میں اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ پانچ سال کی عمر کے ہوئے تو بھوئے آصل کے گورنمنٹ مڈل سکول میں داخل کرا دیے گئے۔ مڈل تک وہاں تعلیم حاصل کی۔ گاؤں میں ایک صاحب قاری محمد اسلم تھے جو بصارت محروم تھے اور نہایت نیک سیرت اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ ان کا عام معمول یہ تھا کہ وہ لیٹے، بیٹھے، چلتے پھرتے بہ کثرت قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے۔ حافظ عبدالوہاب روپڑی نے سکول کی تعلیم کے دوران نماز فجر کے بعد ان سے قرآن مجید کے چند پارے یاد کیے۔ اس وقت وہ ان کے گھر ان کی ہمشیرہ کو قرآن حفظ کرانے کے لیے آیا کرتے تھے۔

مڈل کا امتحان پاس کرنے بعد حفظ قرآن کے لیے حافظ عبدالوہاب موضع میر محمد چلے گئے جو کہ حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی مرحوم کا آبائی گاؤں ہے۔ وہاں اس وقت قاری صدیق الحسن کا سلسلہ تحفیظ قرآن جاری تھا اور وہ علاقے کے مشہور قاری تھے۔ ان سے ان تینوں روپڑی برادران (حافظ عبدالرزاق، حافظ عبدالغفار اور حافظ عبدالوہاب) نے قرآن مجید حفظ کیا۔ یہ حضرات نہایت احترام سے قاری صاحب کا نام لیتے اور طلبا سے ان کی شفقتوں کا بہترین الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں۔ دو سال موضع میر محمد میں ان سے حافظ عبدالوہاب نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید حفظ کیا۔

پھر بعض وجوہ کی بنا پر قاری صدیق الحسن موضع میر محمد سے مدرسہ ضیاء السنہ میں راجا جنگ تشریف لے گئے۔ اس مدرسے میں تعلیم کے دو شعبے تھے۔ ایک حفظ قرآن کا، دوسرا درس نظامی کا۔ حافظ عبدالوہاب قرآن مجید کی منزل پختہ کرنے کی غرض سے ایک سال مدرسہ ضیاء السنہ (راجا جنگ) میں قاری صدیق الحسن کے شعبۂ حفظ قرآن میں رہے۔

حفظ قرآن کے بعد 1979ء میں حافظ عبدالوہاب گوجراں والا کو روانہ ہوئے اور وہاں جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں داخلہ لیا اور دینیات کی تعلیم حاصل کرنے لگے، جسے درسِ نظامی کہا جاتا ہے۔ وہاں جانے کی دو وجہیں تھیں۔ ایک وجہ یہ کہ ان کے بڑے بھائی حافظ عبدالغفار روپڑی اس وقت جامعہ محمدیہ کی آخری جماعت میں زیر تعلیم تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کے حفظ قرآن کے استاذ قاری صدیق الحسن نے وہاں جانے اور اس کے نصاب کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ یہ دو وجہیں تھیں جو انھیں وہاں لے گئیں۔

جامعہ محمدیہ کے مہتمم اس وقت شیخ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب تھے۔ طلبا کے لیے نماز پنجگانہ باجماعت پڑھنا ضروری تھا بلکہ تکبیر اولیٰ بھی کسی کی فوت ہوجاتی تو اس کی گرفت کی جاتی اور یہ بہت بڑی بات تھی، جس پر عمل کرنا ہر طالب علم کے فرائض میں شامل تھا۔

اس وقت محترم المقام حافظ محمد شریف (حال فیصل آباد) حافظ عبدالوہاب کے بڑے بھائی حافظ عبدالغفار روپڑی کے ہم جماعت تھے۔ حافظ محمد شریف نے حافظ عبدالوہاب کو پہلی جماعت میں علم نحو کی کتاب نحو میر پڑھائی۔ حالاں کہ وہاں یہ کتاب نصاب کے مطابق دوسری جماعت میں پڑھائی جاتی تھی۔ حافظ محمد شریف نے ان کو نحو میر اس انداز سے پڑھائی کہ انھیں کتاب اب بھی زبانی یاد ہے۔ سالانہ امتحانات ہوئے تو اس کا امتحان انھوں نے حافظ محمد شریف کے فرمان کے مطابق سال دوم کے طلبا کے ساتھ دیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ بعد ازاں جامعہ محمدیہ میں ہر سال ہر امتحان میں اول آتے رہے۔ اس طرح وہ اپنے دورِ طالب علمی میں جامعہ محمدیہ کے ذہین ترین طالب علم تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ عرض کر دیں کہ 1921ء میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجراں والا کی جامع مسجد اہل حدیث میں بہ طور مدرس وخطیب تشریف لائے تھے اور انھوں نے اس مدرسے کا نام "مدرسہ محمدیہ" رکھا تھا۔ اس مدرسے کے اولیں طلبا میں مولانا محمد حنیف ندوی کا اسم گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ 20۔فروری 1968ء کو مولانا محمد اسماعیل سلفی نے وفات پائی تو ان کی جگہ خطیب ومدرس کی حیثیت سے مولانا عبداللہ صاحب کی خدمت حاصل کی گئیں۔ کچھ عرصے کے بعد انھوں نے مدرسہ محمدیہ کا نام جامعہ محمدیہ رکھ دیا اور اس کا ایک حصہ جی ٹی روڈ پر منتقل کر دیا گیا۔ مولانا عبداللہ مرحوم کی یہ بہت بڑی خدمت دین ہے کہ انھوں نے ایک بڑی بلڈنگ تعمیر کرائی اور متعدد جلیل القدر اساتذہ کی خدمات حاصل کیں۔ اب جامعہ محمدیہ کو اللہ کی مہربانی سے عظیم الشان درس گاہ کی حیثیت حاصل ہے۔ مولانا عبداللہ فعال اور سرگرم عالم دین تھے۔ گوجراں والا میں جی ٹی روڈ پر جامعہ محمدیہ کا قیام ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس میں بے شمار علما وطلبا نے تحصیل علم کی، جنھوں نے آگے چل کر مختلف مقامات میں تدریس وتصنیف کے سلسلے میں خوب کام کیا۔ اللہ تعالیٰ اس جامعہ کے بانی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

اسی جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ گوجراں والا) سے حافظ عبدالوہاب روپڑی نے 1985ء میں درس نظامی کی تکمیل کی اور سند فراغت لی۔ وہ پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کرنا چاہتے تھے اور اس کے لیے ان کا ارادہ مولانا محمد چراغ مرحوم کی جامعہ عربیہ میں داخلہ لینے کا تھا، اس لیے کہ جامعہ عربیہ میں خاص طور سے فاضل عربی کے امتحان کی تیاری کرائی جاتی تھی۔ اس کا اظہار انھوں نے اپنے استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی سے کیا تو انھوں نے فرمایا کہ جامعہ محمدیہ میں تیاری کر کے امتحان دے دو، ان شاء اللہ کامیاب ہو جاؤ گے۔ چنانچہ انھوں نے امتحان دیا اور اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔ درحقیقت حافظ عبدالوہاب روپڑی جامعہ محمدیہ کے ذہین اور لائق طالب علم تھے۔ درسی کتابوں پر ان کی گہری نظر تھی اور استاذِ مکرم مولانا عبدالحمید ہزاروی کو شاگرد کی قابلیت کا علم تھا۔ اس لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے وہیں رہ کر فاضل عربی کی تیاری کا مشورہ دیا اور یہ صائب مشورہ تھا جس پر اطاعت گزار شاگرد نے عمل کیا اور کامیاب رہے۔

حافظ عبدالوہاب نے 1985ء کے شعبان کے پہلے عشرے میں جامعہ محمدیہ سے فراغت پائی۔ اس کے بعد 2۔شعبان کو وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں شروع ہو گئے اور ان میں انھوں نے شرکت کی۔ اب رمضان المبارک کی آمد میں چند روز باقی تھے اور وہ 1982ء سے جامع مسجد سبل السلام بہار کالونی کراچی میں نماز تراویح پڑھا رہے تھے، اس لیے امتحانات سے فارغ ہوتے ہی کراچی پہنچ گئے۔ وہاں 1982ء سے 1985ء تک (تین سال) ان کا نمازِ تراویح پڑھانے کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ سلسلہ حضرت حافظ محمد حسین روپڑی کے بڑے بیٹے حافظ عبداللہ حسین نے شروع کرایا تھا۔

حافظ عبدالوہاب روپڑی نے پاکستان میں جن اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا عبدالحمید ہزاروی، حافظ عبدالمنان نور پوری، حافظ عبدالسلام بھٹوی، مولانا جمعہ خاں (یہ دیو بندی عالم ہیں لیکن تدریس انھوں نے ہمیشہ اہل حدیث کے مدارس میں کی) مولانا محمد رفیق سلفی، مولانا محمد فاروق صارم، مفتی حافظ ثناء اللہ خاں مدنی، قاری منظور احمد، قاضی عبدالرزاق، حافظ عبدالعلیم علوی، قاری محمد اسلم اور قاری صدیق الحسن۔ ان میں سے ہر استاذ کا حافظ عبدالوہاب روپڑی نہایت احترام سے نام لیتے ہیں۔

اب حافظ عبدالوہاب روپڑی کے جامعہ محمدیہ کے دورانِ تعلیم میں پیش آنے والے دو واقعات سنیے جو انھیں خاص طور سے یاد ہیں۔

ایک واقعہ یہ ہے کہ نماز عصر کے بعد انھیں سیر کی عادت تھی۔ ایک دن وہ اپنے ایک ہم جماعت طالب علم حافظ محمد عیسیٰ کے ساتھ جو قصور سے تعلق رکھتے تھے، بعد نماز عصر جی ٹی روڈ پر جا رہے تھے کہ دوسری طرف سے ایک سفید ریش بزرگ کو آتے ہوئے دیکھا۔ علیک سلیک کے بعد اس بزرگ نے انھیں روک لیا اور پوچھا:

تم کون ہو؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے بتایا کہ ہم جامعہ محمدیہ کے طالب علم ہیں۔

یہ الفاظ سن کر اس بزرگ نے ان نے کہا کہ اصل کام یہی ہے جو تم کر رہے ہو۔ علم دین حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا مسلمان کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے اور اس کی تبلیغ اور لوگوں کو اللہ اور رسول ﷺ کے احکام سے آشنا کرانا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اس بزرگ نے داڑھی رکھنے کی خاص طور سے تاکید فرمائی۔ لیکن حافظ عبدالوہاب روپڑی اور ان کے ساتھی ان بزرگ کو نہیں جانتے تھے اور حیران تھے کہ یہ کون صاحب ہیں جو ہمیں روک کر نصیحت فرما رہے ہیں۔ وہ چلے گئے تو انھیں معلوم ہوا کہ یہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کے والد محترم شیخ ظہور الٰہی مرحوم تھے۔ انھوں نے ان کو پُر خلوص انداز میں بہت سی نصیحتیں کیں۔

دوسرا واقعہ حافظ عبدالوہاب اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ وہ طالب علمی کے زمانے میں جامعہ محمدیہ سے لاہور جامعہ قدس میں آتے اور محترم المقام حافظ عبدالقادر روپڑی سے ملتے تو وہ انھیں کسی خاص مسئلے سے متعلق کسی حدیث کی کتاب سے کوئی حدیث نکالنے کا حکم دیتے اور انھیں بتاتے کہ فتویٰ کس طرح لکھا جاتا ہے، متعلقہ مسئلے کا حوالہ کس طرح تلاش کیا جاتا ہے اور سائل کو جواب دینے کا کیا طریقہ ہے؟ نیز اسلام کے کسی پہلو پر کوئی اعتراض کرے تو اس کے اعتراض کا جواب دینے کا کیا اصول ہے؟ بعض دفعہ وہ خود ہی کوئی اعتراض کرتے اور پھر اس کا جواب دیتے۔ یہ گویا ایک قسم کی علمی تربیت تھی جو وہ اپنے عزیز حافظ عبدالوہاب کی ان کی طالب علمی کے دور میں کرتے تھے۔ اس دور کی یہ تربیت اب ان کے کام آرہی ہے۔

حافظ عبدالقادر انھیں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ان سے قرآن مجید کا ترجمہ ضرور پڑھیں۔ لیکن وہ کوشش کے باوجود نہ پڑھ سکے۔ بعد ازاں جب وہ تعلیم سے فارغ ہو کر آئے تو حافظ صاحب بیماری میں مبتلا تھے۔ اسی اثنا میں وہ اللہ کے دربار میں پہنچ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پاکستان سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد حافظ عبدالوہاب روپڑی نے مکہ مکرمہ کی جامعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ام القریٰ میں داخلہ لیا۔ جامعہ ام القریٰ میں داخلہ کس طرح ملا اور کتنا عرصہ وہ وہاں رہے؟ اب اس کا تذکرہ ملاحظہ ہو۔

خلیج کی جنگ سے آٹھ یا نو ماہ قبل حضرت حافظ عبدالقادر روپڑی ایک تبلیغی کانفرنس میں شرکت کے لیے برطانیہ گئے۔ واپسی پر عمرے کے لیے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ جاتے ہوئے حافظ عبدالوہاب کو مکہ مکرمہ پہنچنے کا حکم دیا۔ اس وقت شیخ عبدالعزیز بن باز طائف تشریف لائے تھے۔ ان کی زیارت وملاقات کے لیے حافظ عبدالقادر روپڑی نے طائف کا پروگرام بنایا، حافظ عبدالوہاب کو بھی ساتھ لے گئے۔ شیخ ابن باز نے حافظ صاحب کو وہاں تین دن قیام کا حکم دیا۔ تین دن کے بعد شیخ ممدوح سے واپسی کی اجازت طلب کی تو انھوں نے فرمایا آپ تنہا پاکستان جایے، عبدالوہاب کو یہیں رہنے دیجیے۔ پھر حافظ عبدالوہاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ آپ یہاں تعلیم کے لیے کس جامعہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: ''جامعہ ام القریٰ میں۔''

حضرت شیخ نے از راہِ شفقت اسی وقت انھیں جامعہ ام القریٰ میں داخل کرا دیا۔

جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں حافظ عبدالوہاب روپڑی نے مختلف ملکوں کے جن جلیل القدر اساتذہ سے حصول علم کیا، وہ ہیں شیخ عبدالواحد التوام سوڈانی، شیخ احمد برکات سوڈانی، ڈاکٹر عبداللہ سعید الشہر انی سعودی، ڈاکٹر عبداللہ عادل سعودی، ڈاکٹر عبداللہ عطاس، شیخ ابو شیث مصری، ڈاکٹر سکری مصری، ڈاکٹر عبدالرحمن الزائد سعودی، ڈاکٹر دیری سعودی اور بعض دیگر اصحابِ علم۔

خلیج کی جنگ ختم ہوئی تو 1990ء کے بعد جامعہ ام القریٰ میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ 1995ء میں حافظ عبدالوہاب نے وہاں کے نصاب کی تکمیل کی۔ یعنی پانچ سال جامعہ ام القریٰ میں تعلیم حاصل کی اور وہاں کی سند کے مستحق قرار پائے۔ پاکستان واپس آ کر جامعہ اہل حدیث چوک دال گراں میں تدریسی فرائض سرانجام دینے شروع کیے، جب 1985ء میں گوجراں والا سے سند فراغت حاصل کی تو حافظ محمد عبداللہ حسینؒ کے ارشاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق جامعہ ابی بکر کراچی میں فرائض تدریس سرانجام دینے پر آمادہ ہوگئے اور وہاں جانے کا پروگرام مرتب کر لیا۔ لیکن حافظ عبدالرحمن مدنی کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے تعلیمی ادارے جامعہ رحمانیہ گارڈن ٹاؤن (لاہور) میں ان کو معلم مقرر کر دیا۔ کچھ عرصہ یہ وہاں رہے۔ اس کے بعد حافظ عبدالقادر روپڑی، حافظ عبدالرحمن مدنی سے اجازت لے کر انھیں جامعہ اہل حدیث چوک دال گراں لے آئے اور انھوں نے وہاں فرائض تدریس انجام دینا شروع کر دیے جو بحمد اللہ اب تک جاری ہیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی جاری رہیں گے۔

حافظ عبدالوہاب روپڑی کی تدریس کے دو دور ہیں۔ وہ 1985ء میں مروجہ تعلیم سے فارغ ہوئے تو کچھ عرصہ حافظ عبدالرحمن مدنی کی قائم کردہ جامعہ رحمانیہ گارڈن ٹاؤن میں فریضہ تدریس انجام دیا۔ اس کے بعد تقریباً دو سال جامعہ اہل حدیث چوک دال گراں میں فریضہ تدریس سرانجام دینے کے بعد انھوں نے مزید تعلیم کے لیے جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں داخلہ لیا اور 1995ء میں وہاں سے فارغ ہوئے تو پھر از سر نو جامعہ اہل حدیث میں سلسلہ درس جاری کیا۔ اس طرح وہ طویل مدت سے یہ خدمت حسن وخوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اس اثنا میں ان سے لاتعداد شائقین علم نے استفادہ کیا۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا حافظ محمد عباس مقیم قطر، مولانا حافظ محمد فاروق دیپال پور حال مقیم قطر، مولانا حافظ ظہیر احمد، ڈاکٹر حافظ حسن مدنی ایڈیٹر محدث لاہور، حافظ حسین مدنی، مولانا مظہر الحق سیالکوٹ، مولانا حافظ محمد اقبال ثاقب، مولانا حافظ محمد ادریس، مولانا حافظ محمد بلال، قاری ساجد حکیم، حافظ امتیاز احمد، مولانا عابد سلیمان روپڑی، مولانا عبدالرشید تونسوی جامعہ ابن تیمیہ، مولانا محمد شفیق ندیم، مولانا اکرام الحق اثری، مولانا حافظ ابوبکر، مولانا محمد عمران سیف، حافظ محمد اجمل طاہر، مولانا محمد مبین ڈوگر، مولانا حافظ عبداللطیف، قاری مختار احمد، مولانا خالد سیف، حافظ محمد اسماعیل، مولانا محمد رفیق زاہد، پروفیسر حامد، پروفیسر زید لکھوی، پروفیسر محمد عثمان، حافظ عبدالروف ربانی، مولانا محمد مقصود، مولانا محمد یونس قصوری، قاری اکرام الحق اثری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دیگر بہت سے علما وطلبا۔

حافظ عبدالوہاب روپڑی کی طالب علمی کا دور دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصے کا تعلق پاکستان کی جامعہ محمدیہ گوجرانوالا سے ہے اور ایک کا سعودی عرب کی جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے! جامعہ محمدیہ میں ان کے چند ساتھی مندرجہ ذیل تھے۔

1......حافظ محمد طیب: یہ ضلع گوجرانوالا کے ایک قصبے مرالی والا کے رہنے والے ہیں۔ لائق مدرس ہیں اور لاجپت روڈ شاہدرہ لاہور کی ایک مسجد کے خطیب ہیں۔

2...... حافظ عبدالوارث: یہ ضلع گوجراں والا کے ایک گاؤں موضع مرالی والا سے تعلق رکھتے ہیں۔ مدرسۃ البنات تتلے عالی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔

3......مولانا فضل الرحمن مدنی: متحدہ مجلس عمل کی صوبہ سرحد کی حکومت کے سابق وزیر اعلیٰ محمد اکرم خاں درانی کے مشیر تھے۔

4...... پروفیسر سرفراز احمد لکھوی: پنجاب کے لکھوی خاندان کے چشم وچراغ۔

5...... ذکی الرحمن لکھوی: ان کا تعلق بھی لکھوی خاندان سے ہے۔ حافظ عزیز الرحمن لکھوی کے بیٹے اور استاذِ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کے پوتے ہیں۔

6......مولانا عنایت اللہ امین: آج کل دارالحدیث راجووال (ضلع اوکاڑہ) میں مدرس ہیں۔

7...... حافظ محمد عمران عریف: یہ جامعہ محمدیہ جی ٹی گوجراں والا کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبداللہ مرحوم کے فرزند ارجمند ہیں۔

جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں پوری دنیا کے مختلف ملکوں کے طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ وہاں بے شمار طالب علموں سے حافظ عبدالوہاب کے مراسم قائم تھے، جن میں سے ان کے چند دوستوں کے نام درج ذیل ہیں۔

1......عبدالرحمن: ان کا تعلق سعودی عرب کے شہر ''ابھا'' سے تھا۔ نہایت شریف النفس اور تہجد گزار تھے۔ اب اپنے شہر ابھا میں خدمت تدریس انجام دے رہے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2......عبدالرحمن: یہ برونائی کے وزیر تعلیم کے بیٹے تھے۔

3......احمد: ان کا تعلق نیروبی سے تھا۔

4......سی پات: تھائی لینڈ کے رہنے والے تھے۔

5......مولانا مقبول احمد: مدرس جامعہ ابوبکر کراچی۔

6......حافظ نصر اللہ خاں: شیخ الحدیث جامعہ رحمانیہ، ملتان۔

7......قاری حفیظ الرحمن سندھو: مدرس جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن، ضلع فیصل آباد۔

8......محمد امین شاہد۔

9......حافظ حمود الرحمن: یہ مولانا محمد یحییٰ شرق پوری مرحوم کے فرزند گرامی ہیں۔ آج کل برطانیہ میں ہیں۔

ہر شخص کسی نہ کسی شخصیت سے متاثر ہوتا ہے۔ حافظ عبدالوہاب روپڑی بھی بہت سی شخصیات سے متاثر ہیں۔ ان کے علم، عمل، اخلاق، کردار، طریق درس اور اسلوبِ کلام کا ان پر بے حد اثر ہے۔ ان میں چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

☆......حضرت حافظ محمد گوندلوی: جامعہ محمدیہ گوجراں والا میں حافظ عبدالوہاب کو ان کے درسِ بخاری میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ عرب وعجم کے علمی حلقوں تک ان کے علم کی شہرت پہنچی۔ وہ نہایت ذہین، بے حد قوی حافظہ اور بہ درجہ غایت کثیر المطالعہ عالم تھے۔ دینی ومذہبی علوم کے تمام پہلوؤں پر انھیں عبور حاصل تھا اور درسیات کے سلسلے کی سب کتابیں انھیں ازبر تھیں۔ قرآن وحدیث اور دیگر فنونِ متداولہ میں انھیں مجتہد کی حیثیت حاصل تھی۔

☆......حضرت حافظ عبداللہ روپڑی: ان کو حافظ عبدالوہاب روپڑی نے دیکھا بھی نہیں لیکن ان کی تصانیف کے مطالعہ نے ان کو انتہائی متاثر کیا۔ ان کی تحریر صاف اور واضح ہے۔ قاری ان کی ہر بات نہایت آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ وہ جس مسئلے پر بحث کرتے ہیں، اس کے ہر گوشے کو واضح کر دیتے ہیں۔ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی سے ان کے تاثر کی ایک وجہ ان سے خونی رشتہ بھی ہے۔ یقیناً انھیں یہ خیال گزرتا ہے کہ اتنے بڑے صاحب علم سے ان کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب تریں رشتہ ہے۔

☆...... مولانا محمد صدیق آف سرگودھا: یہ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے شاگرد تھے اور مشہور صاحب علم۔ باعمل عالم۔ تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں درک رکھنے والے۔

☆...... حافظ عبدالمنان نورپوری: ان کا شمار حافظ عبدالوہاب روپڑی کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ اللہ نے ان کو علم کی نعمت بھی عطا فرمائی ہے اور عمل کی دولت سے بھی ان کا دامن پُر ہے۔

☆...... مولانا عبدالحمید ہزاروی: یہ بھی حافظ عبدالوہاب روپڑی کے عالی قدر استاذ ہیں۔ بہت اچھے مدرس، صاف بیان خطیب اور پیکر صالحیت عالم۔

☆...... مولانا سلطان محمود جلال پور پیروالا: حافظ عبدالوہاب روپڑی نے ان سے کوئی چھوٹی بڑی کتاب نہیں پڑھی، لیکن ان کے علم وعمل کا ان پر بہت اثر ہے۔

☆...... شیخ عبدالعزیز بن باز: سعودی عرب کے حکام وشیوخ اور دیگر مقامات کے علماء میں ان کو بے حد اعزاز کا مقام حاصل ہے اور ان کی جلالتِ قدر کا سب لوگ کھلے دل سے اعتراف کرتے اور ان کی فضلیت علمی کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

☆...... حافظ عبدالقادر روپڑی: یہ حافظ عبدالوہاب کے نہایت مشفق بزرگ تھے۔ ان کے مناظروں، خدمت دین اور تبلیغ مسلک اہل حدیث سے یہ بہت متاثر ہیں۔ حافظ عبدالقادری روپڑی کی حریف پر گرفت بڑی مضبوط ہوتی تھی۔

یہ چند حضرات کے اسمائے گرامی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد اصحاب علم کا ان پر بہت اثر ہے اور وہ ان کی بڑی تکریم کرتے ہیں۔

برصغیر کے ایک خاص طبقے کو جنھیں بریلوی کہا جاتا ہے، سعودی عرب کی حکومت سے ہمیشہ اختلاف رہا۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ اس حکومت نے صحابہ کے مزار ڈھا دیے، کبھی یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کی والدہ مکرمہ کا مدفن منہدم کر دیا۔ اس قسم کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں۔ 1999ء میں بھی والدہ رسول ﷺ کی قبر کے انہدام کی افواہیں پھیلائی گئیں اور جلسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ کیے گئے۔ اہل حدیث حضرات نے بھی اس کے جواب میں مضامین لکھے اور اجتماعات کا اہتمام کیا۔ اس محاذ پر حافظ عبدالقادر کے صاحب زادے جناب عارف سلمان روپڑی بالخصوص سرگرم رہے۔ غالباً 15۔جون 1999ء کو روزنامہ ''جنگ'' میں ایک بزرگ علامہ عرفان مشہدی کی پریس کانفرنس شائع ہوئی، جس میں انھوں نے جناب عارف سلمان روپڑی کو مناظرے کا چیلنج دیا اور کچھ اس قسم کا دعویٰ کیا کہ پختہ قبریں بنانا اور مزارات تعمیر کرنا سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔ حافظ عبدالقادر روپڑی نے حافظ عبدالوہاب کو یہ چیلنج منظور کرنے کا حکم دیا اور علامہ عرفان مشہدی کو اس موضوع پر مناظرے کی دعوت دی گئی۔ طے پایا کہ 30۔ جون کو دس بجے جامعہ قدس اہل حدیث (چوک دال گراں) میں گفتگو ہوگی۔ لیکن علامہ عرفان مشہدی اور ان کے رفقائے کرام تشریف نہیں لائے۔

اس کے بعد حافظ عبدالقادر صاحب کے فرمان کے مطابق حافظ عبدالوہاب نے اس موضوع پر ''سانحہ ابواء اور مدفن ام رسول ﷺ کی حقیقت'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جس میں احادیث صحیحہ اور علمائے احناف کے اقوال سے یہ ثابت کیا کہ نبی ﷺ کی والدۂ مکرمہ کا مدفن مقام ابواء نہیں۔ اس کے ساتھ حنفی اصحابِ علم کے فتووں سے اس حقیقت کی وضاحت کی کہ پختہ قبریں بنانا اور ان پر کسی قسم کی عمارت تعمیر کرنا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ یہ رسالہ انھوں نے علمائے احناف کی خدمت میں بھیجا، لیکن ان کی طرف سے اس کا جواب نہیں آیا۔ یہ ان کی پہلی تحریری کوشش تھی۔

کوٹ رادھا کشن کے قریب ایک گاؤں ''نول'' کے ایک شخص نے مسلک اہل حدیث اختیار کرلیا اور وہ نماز میں آمین بالجہر پکارنے، رفع یدین کرنے اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے لگا۔ نول کی مسجد کے دیوبندی حنفی امام اور وہاں کے ایک چودھری کو اس کا یہ عمل ناگوار گزرا تو انھوں نے اس کو اس سے روکنے کی کوشش کی۔ بالآخر یہ طے پایا کہ اس مسئلے پر مناظرہ ہونا چاہیے تاکہ لوگوں پر واضح ہوجائے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ امام صاحب اور چودھری صاحب نے اپنے ایک عالم کو بلا لیا، وہ کئی دن اہل حدیث کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تردید کرتے رہے۔ جس شخص نے مسلک اہل حدیث اختیار کیا تھا، وہ لاہور آئے اور مسجد قدس میں حافظ عبدالوہاب روپڑی سے ملے۔ حافظ صاحب اپنے ایک شاگرد مولانا محمد عمران ناصر حال ننکانہ کے ساتھ نول پہنچ گئے۔ مناظرے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ مسجد میں گئے تو پتا چلا کہ دیوبندی عالم جو مناظرے کے لیے تشریف لائے ہیں چودھری کے ڈیرے میں بیٹھے ہیں۔ حافظ صاحب وہاں پہنچے تو مولانا وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ چلے گئے اور اندر سے کنڈی لگا کر بیٹھ گئے۔ چودھری نے فائرنگ شروع کردی۔ لوگ بھاگ گئے۔ لیکن حافظ عبدالوہاب اپنے ساتھی سمیت وہاں بیٹھے رہے۔ اتنے میں ایک خاتون باہر آئی۔ اس نے بلند آواز سے چودھری کو ڈانٹتے ہوئے کہا تم نے یہ کیا مذاق بنا رکھا ہے۔ ایک مہینے سے شور مچا رہے ہو کہ وہابی جھوٹے ہیں اور ہم سچے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ مناظرہ کریں گے۔ اب وہابی مناظرے کے لیے آگئے ہیں، تم سچے ہو تو اپنے مولوی کو سامنے لاؤ اور ان کے ساتھ مناظرہ کرو۔ اندر جا کر کیوں بیٹھ گئے ہو اور گولیاں کیوں چلاتے ہو......؟ پتا چلا کہ وہ خاتون اس چودھری کی والدہ ہے، جس نے گولی چلائی تھی۔ مناظرہ تو نہ ہوا۔ لیکن وہاں کے لوگوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔ انھوں نے اہل حدیث کی مخالفت کرنا چھوڑ دی اور حقیقت ان پر واضح ہوگئی۔ متعدد افراد نے مسلک اہل حدیث اختیار کرلیا۔

عرض یہ کرنا مقصود ہے کہ حافظ عبدالوہاب روپڑی مدرس ومعلم اور خطیب کے علاوہ مناظر بھی ہیں اور مناظرے کا طریقہ انھوں نے حافظ عبدالقادر روپڑی سے سیکھا ہے، جنھیں وہ ''سلطان المناظرین'' قرار دیتے ہیں۔

اب آیئے حافظ عبدالوہاب روپڑی کے بیرونِ ملک کے سفر اور تبلیغی دوروں کی طرف......!

انھوں نے بیرونِ ملک کا پہلا سفر 1986ء میں کیا اور یہ مبارک سفر مکہ مکرمہ کا تھا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں وہ عمرے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے گئے۔ اس کے بعد وقت آیا کہ وہ پانچ سال بہ سلسلہ تعلیم مکہ مکرمہ میں اقامت گزیں رہے۔ یہ ان کے نہایت خوش گوار لمحاتِ حیات تھے۔ دورانِ تعلیم میں انھیں بہت سے سعودی شیوخ سے ملاقات کے مواقع میسر آئے۔

اس کے علاوہ تبلیغ دین کی غرض سے کویت گئے۔ یورپ کے بعض ملکوں اور امریکا کے سفر بھی انھوں نے کیے اور بعض کانفرنسوں میں شرکت کی۔

حافظ عبدالوہاب روپڑی اچھے مقالہ نگار، منجھے ہوئے مضمون نویس اور تجربہ کار مصنف ہیں۔ ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' کے ہر شمارے میں ان کا کوئی نہ کوئی مضمون شائع ہوتا ہے۔ وہ مفتی بھی ہیں۔ اخبار میں ان کے فتوے شائع ہوتے ہیں اور قارئین بڑے شوق سے ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھ رہے ہیں جو ہر ہفتے اخبار میں چھپتی اور پڑھنے والوں کے لیے اضافہ معلومات کا باعث بنتی ہے۔ یہ علمی اور تحقیقی سلسلہ ہے جو باقاعدگی سے جاری ہے۔

درس وتدریس ایک مستقل اور اہم کام ہے، جس سے وقت نکالنا بہت مشکل ہے، لیکن حافظ صاحب کو اللہ نے ہمت دی کہ وہ اس مستقل اور مشکل کام کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ تحریر وکتابت کا سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان کی زبان آسان اور عام فہم ہے، یعنی وہی اسلوبِ تحریر جو صحیح معنوں میں ابلاغ کا متقاضی ہے۔

مقالہ نگاری کا کام وہ سعودی عرب میں تعلیم کے زمانے میں بھی کرتے رہے۔ گرمیوں کی تعطیلات میں طلبا سے مختلف موضوعات سے متعلق عربی زبان میں مضامین لکھوائے جاتے تھے۔ یعنی حافظ صاحب کا قلم اردو اور عربی دونوں زبانوں میں یکساں چلتا ہے، اور یہ بہت بڑی بات ہے۔

پاکستان میں بھی متعدد مدارس وجامعات میں انھوں نے مقالے پڑھے، مثلاً جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں، مدرسہ علی المرتضیٰ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور میں، جامعہ رحمانیہ نیو گارڈن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹاؤن لاہور میں، دارالقرآن فیصل آباد اور مرکز خاتم النبیین چنیوٹ میں۔

کتابی صورت میں ان کی جو تصانیف شائع ہوئیں، وہ یہ ہیں: توضیح الفرقان کے نام سے سورہ مائدہ کی تفسیر۔ زکوٰۃ کی اہمیت اور صلاۃ کی اہمیت، وسیلہ، روضہ اطہر کی زیارت اور ائمہ سلف۔ سانحہ ابواء اور مدفن اُمِ رسول کی حقیقت۔ ان کی ایک اور کتاب سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی تفسیر طباعت کے مرحلے میں ہے۔

حافظ عبدالوہاب روپڑی کا حلیہ یہ ہے: پورا قد، گداز جسم، کھلا سینہ، گول چوڑا چہرہ، کشادہ پیشانی، سرخی مائل گندمی رنگ، شلوار قمیص میں ملبوس، کلے پر مشہدی عمامہ، ہنس مکھ، خوش گفتار اور خوش اخلاق۔

حافظ عبدالوہاب روپڑی کی نرینہ اولاد تین بیٹے ہیں محمد اسماعیل، عبدالقادر اور احمد۔ بڑا بیٹا محمد اسماعیل قرآن مجید کا حافظ ہے اور جامعہ اسلامیہ العالمیہ اسلام آباد (بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد) میں کلیہ اصول الدین کے دوسرے سال میں ہے اور جامع مسجد قدس چوک دالگراں میں مسلسل سات سال سے قرآن مجید نماز تراویح میں سنا رہا ہے۔ اس سے چھوٹا عبدالقادر قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ سکول کی چھٹی جماعت کا طالب علم ہے اور سب سے چھوٹا بیٹا احمد تیسری جماعت میں پڑھتا ہے۔

ہر سال شعبان کے مہینے میں اختتام بخاری شریف کے موقعے پر مسجد قدس میں جلسۂ عام منعقد کیا جاتا ہے، جس میں بہت سے مقررین تقریریں کرتے ہیں۔ یہ جلسہ رات بھر جاری رہتا ہے اور بے شمار لوگ اس میں شرکت کرتے ہیں۔ جامعہ اہل حدیث کے جن بچوں نے سال میں قرآن مجید حفظ کیا ہو، انھیں سندیں دی جاتی ہیں اور نقد روپے اور کتابوں کی صورت میں انعام بھی دیا جاتا ہے۔ اس سے بچوں کا حوصلہ بڑھتا ہے اور وہ حصولِ علم کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اس جلسے میں مجھے بھی دعوت شرکت دی جاتی ہے اور میں اس میں حاضر ہوتا ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روپڑی علمائے کرام سے ہمارے قدیم روحانی مراسم ہیں۔ اس فقیر نے اس خاندان کے تمام اصحابِ علم کے حالات اپنی دانست میں مناسب تفصیل سے تحریر کر دیے ہیں۔

الحمد لله علیٰ ذالك حمداً كثيراً

☆☆☆☆☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتیسواں باب

مولانا عبدالواحد روپڑی

ترتیب کے اعتبار سے مولانا عبدالواحد روپڑی کا تذکرہ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی یا حضرت حافظ محمد حسین روپڑی کے بعد آنا چاہیے تھا۔ لیکن ان کے متعلق حافظ عبدالوہاب روپڑی نے معلومات بہت بعد میں اس وقت دیں، جب کتاب مکمل ہوچکی تھی۔ اب ان کا تذکرہ آخر ہی میں آسکتا تھا۔ حافظ عبدالوہاب کی فراہم کردہ معلومات کو میں نے اپنے الفاظ میں بیان کردیا ہے۔ کتاب کا آغاز بڑے بھائی اور جلیل القدر عالم کے تذکرے سے ہوا اور اختتام ان سے چھوٹے بھائی کے حالات پر ہو رہا ہے جو نہایت صاحبِ تقویٰ اور عبادت گزار بزرگ تھے۔

یہ میاں روشن دین کے بیٹے اور حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے چھوٹے بھائی تھے جو 1884ء میں بمقام کمیر پور (ضلع امرتسر) پیدا ہوئے۔ باعمل عالم، صابر وقانع، نہایت پرہیزگار اور باحمیت۔ ان کے والد میاں روشن جب کمیر پور سے چھانگا مانگا کے قریب موضع ڈوبہ گئے تو یہ ان کے ساتھ تھے۔ اس وقت وہاں اس علاقے کے ایک بڑے عالم مولانا عبداللہ فروکش تھے۔ ان سے انھوں نے باترجمہ قرآن مجید پڑھا۔ اس سے کچھ عرصہ بعد مدرسہ غزنویہ (امرتسر) میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اپنے برادرِ کبیر حضرت حافظ عبداللہ روپڑی سے بھی استفادہ کیا۔

پھر ایک وقت آیا کہ انھوں اپنے گاؤں کمیر پور میں ایک دینی مدرسہ جاری کیا اور اس میں طلبا کو تعلیم دینے لگے۔ بعد ازاں اس کا انتظام اور سلسلۂ تدریس اپنے چھوٹے بھائی حافظ عبدالرحمن کمیر پوری کے سپرد کردیا۔ لیکن مدرسے میں خود بھی پوری دلچسپی لیتے رہے۔ بسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوقات بچوں کو پڑھاتے بھی تھے اور اس کے ساتھ ساتھ کاشت کاری میں بھی وقت صرف کرتے اور چھوٹی موٹی تجارت بھی کرتے تھے۔ اس مدرسے میں جن حضرات نے زیادہ یا تھوڑا عرصہ اخذِ فیض کیا، ان میں مولانا محمد یعقوب کمیر پوری، حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری، حافظ محمد یوسف جھنکوی اور مولانا محمد حسین شیخوپوری شامل ہیں۔ ان اہل علم نے تکمیل تعلیم کے بعد تقریر وخطابت میں بڑی شہرت پائی اور اللہ کے دین کی خدمت میں مشغول رہے۔

بہر حال کمیر پور کے اس مدرسے کے اجرا میں مولانا عبدالواحد روپڑی کا بڑا حصہ تھا۔ وہ اس کی ترقی میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ گاؤں کی مسجد میں بسا اوقات امامت کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔

کمیر پور کے قرب وجوار کے دیہات میں سکھوں کی اکثریت تھی، لیکن وہ کمیر پور کے مسلمانوں سے ہمیشہ مرعوب رہے۔ اس زمانے میں ایک اہم معاملہ عیداضحیٰ کے موقعے پر دیہات میں گائے کی قربانی کا تھا، سکھ اس کے سخت مخالف تھے، جب کہ مسلمان گائے کی قربانی پر اصرار کرتے تھے۔ مولانا عبدالواحد کمیر پوری اس موقعے پر مسلمانوں کے ساتھ پوری مستعدی سے میدان میں اترتے اور گائے کی قربانی کرتے۔ کمیر پور کے زیادہ تر مسلمان میاں روشن دین کی اولاد میں سے تھے اور جرأت مند لوگ تھے۔ اسلامی شعار کی پاس داری کرنا اور اس پر عمل کے لیے کوشاں رہنا اس علاقے میں ان کا طرۂ امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ اردگرد کے دیہات کے مسلمانوں پر غیر مسلموں کی طرف سے کبھی سختی کا برتاؤ کیا جاتا تو وہ کمیر پور کے مسلمانوں سے مدد طلب کرتے اور مسئلہ حل ہو جاتا۔ مولانا عبدالواحد روپڑی اس قسم کے مواقع پر ان کی اعانت کے لیے تیار رہتے تھے۔ وہ مضبوط دل کے مالک تھے۔ مسلمانوں کے لیے بے حد نرم اور مخالفین اسلام کے لیے انتہائی سخت۔

تقسیم ملک کے زمانے میں مولانا عبدالواحد اپنے برادرِ کبیر حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے ساتھ چک نمبر 34 گ ب (تحصیل جڑاں والا ضلع فیصل آباد) آ گئے تھے۔ کچھ عرصہ یہاں رہے، پھر ضلع قصور کے ایک گاؤں بھوئے آصل جا آباد ہوئے اور یہیں 1977ء میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث زماں حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

کی زیر طبع تصنیفات

الکتاب المستطاب فی جواب فصل الخطاب مولانا انور شاہ کشمیری دیوبندیؒ کی معرکہ آراء عربی کتاب فصل الخطاب کی ساتھ عربی اغلاط کا نقشہ دیا گیا ہے۔

مظھرۃ النکات شرح مشکوٰۃ حضرت محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ صرف مقدمہ، حدیث انما الاعمال بالنیات اور حدیث جبریل کی شرح کر سکے، زندگی نے وفا نہ کی، آپؒ خالق حقیقی کو جا ملے اور انہوں نے بڑے علمی نکات بیان فرمائے ہیں۔ یہ علمی خزینہ طباعت کے مراحل میں ہے عنقریب قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا۔ ان شاء اللہ

اطفاء الشمعه گاؤں میں جمعہ کا ثبوت اور ظہر احتیاطی کی با دلائل تردید اور حنفیہ کے تمام رسائل کا جواب۔

درایت تفسیری کتاب ہذا میں تفسیر کے اصول اور صحیح تفسیر کا معیار اور مسئلہ تقلید کی با دلائل تردید ہے۔

اھل سنت کی تعریف اس کتاب میں اہل سنت کی صحیح تعریف کو دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

اھل حدیث کی تعریف مولانا تھانویؒ کے رسالہ (الاقتصاد) کا مستقل اور مدلل جواب۔

رسالہ ردبدعات بدعات مروجہ کے متعلق پندرہ سوالات کے نمبروار جوابات۔

نبی معصوم عیسائیوں کے ایک اعتراض کے دندان شکن کئی جوابات۔

امامت مشرک کلمہ گو مشرک کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بکرادیوی کتاب ہذا میں نذر و نیاز، غیر اللہ کی حلت و حرمت کے متعلق پوری بحث اور وما اھل به لغیر الله کی عجیب و غریب تفسیر و تحقیق ہے۔

المرشدوالامام رسالہ ہذا میں مسئلہ امامت اور بیعت اور پیری مریدی کی بحث ہے۔

ناشر www.KitaboSunnat.com

محدث روپڑی اکیڈمی لاہور

مکتبہ ترجمان السنہ لاہور

... ماڈل ٹاؤن - لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسنون تراویح

مسنون تراویح کتنی ہیں؟
اس مسئلہ میں فیصلہ کن بحث کے لیے

تحقیق التراویح

فی جواب

تنویر المصابیح

احادیث صحیحہ وآثار قویہ سے آٹھ تراویح کے مسنون ہونے کا ثبوت پیش کیا گیا ہے، نیز اس میں تراویح اور تہجد کے ایک یا دو ہونے کی مکمل بحث ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بخاری والی حدیث کہ حضور ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت پڑھتے اس کی پوری تشریح اور آٹھ تراویح کے مخالفین کا مسکت جواب دیا ہے۔

ناشر

محدث روپڑی اکیڈمی لاہور

رحمان گلی نمبر 5 چوک دالگراں لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆سرپرستی☆
حافظ محمد جاوید روپڑی

سلف صالحین کے طریق کار کا علمبردار

☆خوشخبری☆
جامعہ اہلحدیث لاہور کا
سعودی جامعات سے الحاق

جامعہ اہلحدیث لاہور

تعارف: جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور الحمدللہ اپنے تعلیمی معیار اور قابل اساتذہ کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ جس میں 25 قابل اور محنتی اساتذہ تعلیمی فرائض سرانجام دینے پر مامور ہیں۔

قائم کردہ: حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ، خطیب پاکستان حافظ محمد اسماعیل روپڑی رحمہ اللہ و رئیس المناظرین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ

تاسیس اول: 1916ء شہر روپڑ ضلع انبالہ **تجدید تاسیس**: 1949ء لاہور

شعبہ جات:

جامعہ ہذا نو (۹) شعبوں پر مشتمل ہے۔ 1۔ تحفیظ القرآن الکریم 2۔ درس نظامی 3۔ وفاق المدارس السلفیہ 4۔ دارالافتاء، 5۔ تصنیف و تالیف 6۔ فن مناظرہ، 7۔ دعوت والارشاد، 8۔ کمپیوٹر لیب، 9۔ طب اور اسکے ساتھ ساتھ ایف اے تک عصری تعلیم کا معقول بندوبست۔

سعودی جامعات میں داخلے:

جامعہ اہلحدیث کے طلباء کے لیے سعودی جامعات میں حصول تعلیم کے مواقع۔

وظائف: ہر ماہ طلباء کے لیے معقول وظائف

سالانہ اخراجات:

جامعہ کا سالانہ خرچہ جس میں طلبہ کے قیام وطعام، ادویات، صابون، اساتذہ کرام وملازمین کی تنخواہوں سمیت تقریباً 73 لاکھ 42 ہزار 712 روپے بنتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے پورا ہوتا ہے۔

تعمیری منصوبہ:

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ احباب کے تعاون سے بیسمنٹ گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور پر تدریسی ورہائشی بلاک، کچن اور ڈائننگ ہال مکمل ہو چکے ہیں۔ جبکہ مزید دو فلور کی اشد ضرورت ہے جس کا تخمینہ تقریباً 80 لاکھ ہے۔

اپیل: یہ تمام کام اللہ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے جاری ہیں
اسلئے مخیر حضرات بڑھ چڑھ کر تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔

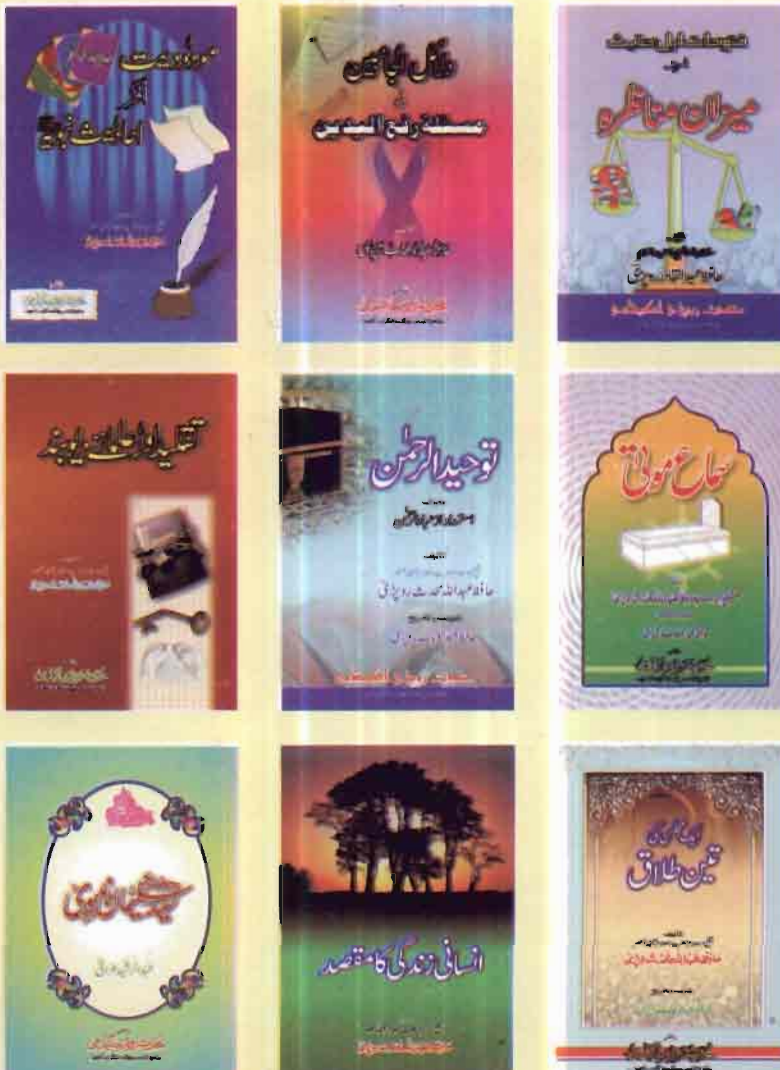
ترسیل زر کا پتہ
اکاؤنٹ نمبر 7066 یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ برانڈرتھ روڈ لاہور پاکستان

منجانب: حافظ عبدالغفار روپڑی ناظم اعلیٰ جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور

دفتر نمبر: 0423-7656730 موبائل: 0300-9476230

اسلام سراجم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



ناشر

محدث روپڑی اکیڈمی

جامع مسجد قدس اہلحدیث چوک دالگراں لاہور
Mob:0345-7656730, Ph:042-37656730